

أضواء المصائب

في تحقيق

مشكاة المصابيح

www.KitaboSunnat.com

الريف

إمام ولي الدين محمد بن محمد بن أبي بكر بن أبي عمير

WWW.IRCPK.COM



ترجم، تدرج، تحقيق وفوائد

حافظ زبير علي زيني



مكتبة اسلامية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



میلے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور | بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد | بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

اٹک | مکتبہ اسلامیہ حضرت فون: 057-2323216

فہرست: أضواء المصباح

| | |
|------|---------------------|
| صفحہ | |
| ۱۵ | مقدمہ أضواء المصباح |
| ۱۹ | مقدمۃ المؤلف |

کتاب الایمان

| | |
|------------|--------------------------------------|
| رقم الحدیث | |
| ۱ | اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے |
| ۱ | نیت سے کیا مراد ہے؟ |
| ۲ | حدیث جبریل |
| ۲ | فرشتے کا انسانی شکل اختیار کرنا |
| ۳ | علامات قیامت |
| ۴ | ارکان اسلام |
| ۴ | اسلام اور ایمان میں فرق |
| ۴ | تارک نماز کی تکفیر کا مسئلہ |
| ۵ | ایمان کی شاخیں (درجے) |
| ۵ | ایمان کے درجات سے کیا مراد ہے؟ |
| ۵ | راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ایمان ہے |
| ۵ | حیا کی اہمیت |
| ۵ | ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے |
| ۶ | مسلمان کون ہے؟ |
| ۶ | مہاجر کون ہے؟ |
| ۷ | رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا |

- ۹-۸ ایمان کی مٹھاس پانے والے خوش نصیب
- ۹ مشرک کے اعمال اکارت ہیں
- ۹ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی فضیلت
- ۱۰ دین اسلام سے منحرف ہونے والا جہنمی ہے
- ۱۰ شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلی شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے
- ۱۰ جو دعوت اسلام سے محروم رہا اس کا انجام
- ۱۰ اللہ تعالیٰ کی صفت (ید) ہاتھ کا اثبات
- ۱۱ دو ہر ثواب پانے والے لوگ
- ۱۱ دو گئے اجر سے کیا مراد ہے؟
- ۱۱ تعلیم نسواں کا ثبوت
- ۱۲ ارکان اسلام کی ادائیگی سے جان و مال محفوظ
- ۱۳ نماز پڑھنے والا اللہ کے ذمے یعنی حفاظت میں ہے
- ۱۳ مسلمان کا ذبیحہ کھانے والا اور ان کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والا مسلم ہے
- ۱۴ جنت میں لے جانے والا اعمال
- ۱۵ ایمان پر استقامت کی اہمیت
- ۱۵ طاغوت کسے کہتے ہیں؟
- ۱۵ طاغوت کے پانچ سرغنہ ہیں
- ۱۶ اعمال ایمان میں سے ہیں
- ۱۶ احکام اسلام بجالانے کی فضیلت
- ۱۶ فنون والا نجد عراق ہے
- ۱۷ چار چیزوں کا حکم اور چار سے ممانعت
- ۱۷ شبہات سے بچنے ہی میں احتیاط ہے
- ۱۸ مسئلہ بیعت
- ۱۸ گناہوں سے اجتناب کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت لینا
- ۱۹ عید کے دن عورتوں سے خاص خطاب
- ۱۹ عورتوں کی اکثریت جہنم میں ہے

- عورت ناقص العقل والدین ہے ۱۹
- عورت کی گواہی کا مسئلہ ۱۹
- اللہ تعالیٰ کو ابن آدم کا جھٹلانا اور گالیاں دینا کیونکر ہے؟ ۲۰
- اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے ۲۱
- حدیثِ قدسی کا بیان ۲۱
- زمانے کو بُرا بھلا کہنا حرام ہے ۲۲
- اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر صابر ہے ۲۳
- اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ ۲۴
- صدق دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والے پر جہنم کی آگ حرام ہے ۲۵
- کلمہ لا الہ الا اللہ پر فوت ہونے والا جنتی ہے ۳۷، ۲۶
- چوری وغیرہ گناہوں سے مسلمان کافر نہیں ہوتا ۳۷، ۲۶
- عیسیٰ ؑ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۲۷
- عیسیٰ ؑ ابھی فوت نہیں ہوئے ۲۷
- جنت اور جہنم حق ہیں ۲۷
- قبول اسلام سابقہ تمام گناہوں کا کفارہ ہے ۲۸
- گناہ مٹانے والے اعمال ۲۸
- مصافحہ ایک ہاتھ سے بہتر و افضل ہے ۲۸
- سیدنا عمرو بن عاص ؓ کی فضیلت ۲۸
- جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والے اعمال ۲۹
- زبان کی وجہ سے لوگ اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے ۲۹
- اللہ کے لئے محبت اور بغض رکھنے کی فضیلت ۳۰
- افضل عمل؟ ۳۲
- افضل عمل اللہ کے لئے محبت، کے شواہد کی بحث و تحقیق ۳۲
- اوصافِ مسلم و مومن ۳۳
- مجاہد کون ہے؟ ۳۴
- خائن کا ایمان نہیں اور بد عہد کا دین نہیں ہے ۳۵

- ۳۹، ۳۶ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کہنے کی فضیلت
- ۳۷ مرتے وقت لا الہ الا اللہ کہنے کی فضیلت
- ۳۸ مشرک جہنمی ہے
- ۴۰ جنت کی چابیاں
- ۴۱ نبی ﷺ کی وفات پر صحابہ کے غم کی کیفیت
- ۴۱ سیدنا عثمان کا سیدنا عمر کے سلام کا جواب نہ دینا ﷺ
- ۴۲ پوری دنیا میں کلمہ اسلام کا نفاذ
- ۴۳ ہر چابی کے دندان ہوتے ہیں اور لا الہ الا اللہ
- ۴۴ ہر نیکی کا بدلہ سات سو گنا تک ہے
- ۴۵ ایمان کی حقیقت
- ۴۵ نیکی اچھی اور برائی بُری لگنا ایمان ہے
- ۴۶ افضل ایمان کون سا ہے؟
- ۴۶ افضل ہجرت، جہاد اور نماز کا ذکر
- ۴۷ شرک سے برأت اور ارکان اسلام کی ادائیگی بخشش کا ذریعہ ہے
- ۴۸ افضل ایمان کی علامات

کبیرہ گناہوں اور علاماتِ نفاق کا باب

- ۵۱، ۵۰، ۴۹ کبیرہ گناہوں کی تفصیل
- ۵۲ سات ہلاک کرنے والے گناہ
- ۶۰، ۵۴، ۵۳ بندہ ارتکابِ گناہ کے وقت مومن نہیں ہوتا
- ۵۷، ۵۶، ۵۵ منافق کی نشانیاں
- ۵۸ سیدنا موسیٰ ﷺ کو عطا کی گئیں آیاتِ بینات
- ۵۹ ایمان کی اصل تین چیزوں میں ہے
- ۶۱ نبی ﷺ کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو دس باتوں کی وصیت
- ۶۲ نفاق عہد نبوی میں تھا، آج کل

دل میں پیدا ہونے والے وسوسے کا باب

- ۶۴، ۶۳ وسوسوں پر پکڑ نہیں ہے۔
- ۷۶، ۷۵، ۷۳، ۶۶، ۶۵ شیطانی وسوسے کے وقت استغفار کرنا چاہئے۔
- ۶۷ ہر انسان کے لئے دو قرین مقرر ہیں۔
- ۶۸ جسم انسانی میں شیطان کا گردش کرنا۔
- ۷۰، ۶۹ ہر پیدا ہونے والے کو شیطان چھوتا ہے۔
- ۷۰، ۶۹ سیدنا عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام شیطان کے چھونے سے محفوظ رہے۔
- ۷۱ ابلیس کا تخت پانی پر ہے۔
- ۷۱ میاں بیوی کو ٹرانا شیطان کی بڑی کامیابی ہے۔
- ۷۲ شیطان مایوس ہو چکا ہے، لیکن۔
- ۷۲ اُمت محمدیہ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) میں سے بعض شرک کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔
- ۷۳ بندے پر فرشتے کا اثر اور شیطانی اثر۔
- ۷۷ نماز میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا نام خنزب ہے۔
- ۷۸ اوہام کے باوجود نماز جاری رکھنا۔

تقدیر پر ایمان کا باب

- ۹۲، ۷۹ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔
- ۱۱۶، ۷۹ تقدیر کا منکر گمراہ و بدعتی ہے۔
- ۱۱۶، ۷۹ مخلوقات کی تقدیریں، تخلیقِ آسمان و زمین سے پہلے لکھی گئیں۔
- ۱۱۶، ۷۹ تقدیر پر ایمان۔
- ۹۷، ۸۰ ہر چیز تقدیر سے ہے۔
- ۸۱ سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَام اور سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے درمیان بحث و مباحثہ۔
- ۸۲ ماں کے پیٹ میں تخلیق کے مراحل اور تقدیر۔
- ۸۳ اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے۔
- ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۱، ۹۳، ۸۴ نابالغ بچے جنت میں یا جہنم میں؟

- نوشہٴ تقدیر پر اندھا دھند توکل اور عمل سے اجتناب درست نہیں ہے ۸۷، ۸۵
- مختلف اعضاءِ جسمانی زنا کے مرتکب ہوتے ہیں ۸۶
- تقدیر کا قلم خشک ہو چکا ہے ۱۰۱، ۸۸
- رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان دل ہیں ۱۰۲، ۸۹
- ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے ۹۰
- نیر اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے ۹۱
- اللہ کا حجاب نور ہے ۹۱
- ہاتھ (ید) اللہ کی صفات میں سے ہے ۹۲
- اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں خرچ کے باوجود کمی نہیں آتی ۹۲
- اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا ۹۲
- آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے اولاد آدم پیدا ہوئی ۹۵
- جنت اور جہنم کا فیصلہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے ۹۶
- تقدیر کے بارے میں بحث (اختلاف) کرنے کی ممانعت ۹۸
- آدم علیہ السلام کوٹی سے پیدا کیا گیا ہے ۱۰۰
- مخلوق کی تخلیق اندھیرے میں ہوئی ۱۰۱
- دل کی مثال پر جیسی ہے ۱۰۳
- مومن ہونے کے لئے چار چیزوں پر ایمان ضروری ہے ۱۰۴
- مرجیہ اور قدر یہ خارج از اسلام ہیں ۱۰۵
- تقدیر جھٹلانے والوں پر عذاب الہی ۱۰۶
- حسف اور مسخ کا مفہوم ۱۰۶
- قدر یہ اس امت کے مجموعی ہیں ۱۰۷
- منکرین تقدیر کے پاس بیٹھنے کی ممانعت ۱۰۸
- چھ قسم کے لوگ ملعون ہیں ۱۰۹
- مرنے کا وقت اور جگہ تقدیر میں مقرر ہے ۱۱۳، ۱۱۰
- تقدیر کے بارے میں (یعنی خلاف) کلام کرنے والے سے پوچھا جائے گا ۱۱۴
- تقدیر پر ایمان لائے بغیر روزِ قیامت نجات نہیں ۱۱۵

- ۱۲۴، ۱۱۵ دکھ یا سکھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔
- ۱۱۶ بدعتی کے سلام کا جواب نہ دینا۔
- ۱۱۸ سیدنا آدم علیہ السلام بھولے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔
- ۱۱۸ ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک۔
- ۱۱۹ سیدنا آدم علیہ السلام کی دائیں طرف والی اولاد جنتی اور بائیں۔
- ۱۳۷، ۱۲۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آخرت کے خوف سے رونا۔
- ۱۲۰ جنت اور جہنم کے لئے (بندوں کی تقسیم) تقدیر میں ہو چکی ہے۔
- ۱۲۲، ۱۲۱ اللہ تعالیٰ کا عالم ارواح میں پوچھنا: کیا میں تمہارا رب نہیں؟
- ۱۲۳ پہاڑ سرک سکتا ہے، عادات و اطوار نہیں بدل سکتے۔
- ۱۲۴ معنی قدر؟

اثبات عذابِ قبر کا باب

- ۱۲۵ قبر میں بندے سے سوال ہوتے ہیں۔
- ۱۲۶ میت واپس پلٹنے والے لوگوں کے قدموں کی آہٹ سنتی ہے۔
- ۱۲۷ مرنے والے کو دونوں ٹھکانے دکھائے جاتے ہیں۔
- ۱۲۸ عذابِ قبر حق ہے۔
- ۱۳۷، ۱۲۹ میت کو قبر میں آزما یا جاتا ہے۔
- ۱۲۹ عذابِ قبر اسی زمین پر ہوتا ہے۔
- ۱۳۰ قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا۔
- ۱۳۹، ۱۳۱، ۱۳۰ قبر میں ثواب بھی ہوتا ہے اور عذاب بھی۔
- ۱۳۲ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عذابِ قبر یاد کر کے رونا۔
- ۱۳۲ منازلِ آخرت میں قبر پہلی منزل ہے۔
- ۱۳۵، ۱۳۳ میت دفنانے کے بعد (قبر پر) اس کے لئے دعا کرنا۔
- ۱۳۴ قبر میں کافر کے لئے ننانوے (۹۹) سانپ مقرر ہیں۔
- ۱۳۶ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرشِ رحمن بل گیا تھا۔
- ۱۳۷ قبر میں فتنہ و جال کے برابر آزما یا جائے گا۔

۱۳۸ قبر میں میت کا نماز پڑھنے کے لئے اٹھ بیٹھنا

کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب

۱۴۰ دین میں نئی بات نکالنا مردود ہے

۱۴۱ بہترین طریقہ سیدنا محمد ﷺ کا ہے اور بدترین عمل بدعت ہے

۱۴۱ بدعت اور بدعتی کارو

۱۴۲ تین قسم کے آدمی ناپسندیدہ ہیں

۱۴۳ جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کی وہ جنت میں اور جس نے...

۱۴۴ سیدنا محمد ﷺ لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں

۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۴ نبی ﷺ کی مثال

۱۴۵ جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں

۱۴۶ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے

۱۴۷ میں تو ایک بشر ہوں

۱۴۷ تم دنیاوی امور زیادہ جانتے ہو

۱۵۰ علم کی فضیلت

۱۵۰ تفقہ سے کیا مراد ہے؟

۱۵۱ متشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں سے بچو

۱۵۲ اپنی رائے سے قرآن مجید میں اختلاف موجب ہلاکت ہے

۱۵۳ امت مسلمہ میں بڑا مجرم؟

۱۵۴ بے اصل و موضوع روایتیں بیان کرنا حرام ہے

۱۵۴ احادیث گھڑنے والا کذاب و دجال ہے

۱۵۵ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب

۱۵۶ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرنے کی مذمت

۱۵۷ دل، زبان اور ہاتھ سے جہاد کرنا

۱۵۸ نیکی کی طرف دعوت دینے کی فضیلت

۱۵۸ گمراہی کی طرف دعوت دینے کی مذمت

- ۱۷۰، ۱۵۹ اسلام شروع میں اجنبی تھا
- ۱۶۰ ایمان مدینے کی طرف سمٹ آئے گا
- ۱۶۱ آنکھ سو گئی، کانوں نے سنا اور دل نے یاد کر لیا
- ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲ حدیث کی اہمیت اور منکرین کی مذمت
- ۱۶۵ حدیث: میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو
- ۱۶۵ خلفائے راشدین سے آلِ تقلید کا اختلاف
- ۱۶۶ سیدھا راستہ اللہ کا ہے
- ۱۶۷ خواہشات کا دین کے تابع ہونا کامل ایمان ہے
- ۱۷۶، ۱۶۸ سنت زندہ کرنے کی فضیلت
- ۱۷۱ حدیث: میری امت بنی اسرائیل کے قدم بقدم چلے گی
- ۱۷۲ ۳۷ فرقوں میں سے ایک جماعت جہنمی ہے
- ۱۷۲ مخضرم کسے کہتے ہیں؟
- ۱۷۳ امت محمدیہ (ﷺ) کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی
- ۱۷۴ سوادِ اعظم کی پیروی کرو
- ۱۷۵ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے
- ۱۹۴، ۱۷۷ حدیث: اگر موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے
- ۱۷۸ جو رزق حلال کھائے، سنت پر عمل کرے... جنت میں داخل ہوگا
- ۱۷۹ دسویں حصے پر عمل کرنے سے نجات
- ۱۸۰ ہدایت کے بعد گمراہی مجادلے کا ذریعہ ہے
- ۱۸۱ اپنے آپ پر سختی نہ کرو، ورنہ
- ۱۸۲ محکم پر عمل کرو اور متشابہات پر ایمان لاؤ
- ۱۸۳ امور تین طرح کے ہیں
- ۱۸۴ انسان کے لئے شیطان ایک بھیڑ یا ہے
- ۱۸۵ (نماز) جماعت سے دور رہنے کی مذمت
- ۱۹۰، ۱۸۶ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے والا گمراہ نہیں ہوتا
- ۱۸۸، ۱۸۷ بدعت کے بدلے سنت اٹھالی جاتی ہے

- ۱۸۹..... بدعتی کی تعظیم کرنے کی مذمت
- ۱۹۲، ۱۹۱..... صراطِ مستقیم کی مثال
- ۱۹۳..... فوت شدہ کے طریقے پر عمل میں فتنے کا خوف نہیں ہے
- ۱۹۵..... میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا
- ۱۹۶..... قرآن کی طرح ہماری احادیث ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں
- ۱۹۷..... فرائض کے ضیاع سے بچو اور حرام کی حرمت نہ توڑو

کتاب العلم

- ۲۷۲، ۱۹۸..... تبلیغ کا حکم
- ۱۹۸..... اسرائیلی روایات بیان کرنا جائز ہیں
- ۱۹۹، ۱۹۸..... نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کے لئے وعید
- ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰..... دین میں تفرقہ پانے والے کی فضیلت
- ۲۵۴، ۲۰۳..... مرنے کے بعد تین اعمال کے علاوہ باقی منقطع ہو جاتے ہیں
- ۲۶۱، ۲۶۰، ۲۵۵، ۲۵۳، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۲، ۲۰۴..... علم حاصل کرنے کی فضیلت
- ۲۵۹، ۲۵۷، ۲۵۶، ۲۵۰، ۲۱۴، ۲۱۳..... عالم کی فضیلت کا بیان
- ۲۰۵..... عالم، مجاہد اور سخی کو نیت کا بدلہ
- ۲۰۶..... علماء کی صورت میں علم اٹھالیا جائے گا
- ۲۵۲، ۲۰۷..... وعظ و نصیحت کے لئے دن مخصوص کرنا
- ۲۰۷..... دورانِ وعظ میں سامعین کی اکتاہٹ کا خیال رکھا جائے
- ۲۰۸..... اہم بات تین دفعہ دہرانا مسنون ہے
- ۲۱۰، ۲۰۹..... اچھی بات کی طرف رہنمائی کرنے کا اجر
- ۲۱۰..... نماز کے بعد خطبہ دینے کی اباحت
- ۲۱۰..... خطبے میں سورہ حشر کی آیت تلاوت کرنا
- ۲۱۱..... ہر قتل کا گناہ قابیل کو ملتا ہے
- ۲۱۵..... دین سیکھنے والوں کو خیر کی وصیت کرنی چاہئے
- ۲۱۶..... حکمت بھرے کلام کی اہمیت

- ۲۵۸، ۲۵۱، ۲۱۷ فقیہ کی فضیلت
- ۲۱۸ نا اہل شخص کو علم سکھانے کی اہمیت
- ۲۱۹ بہترین اخلاق اور دین میں تفقہ یہ دونوں منافق میں جمع نہیں ہو سکتے
- ۲۲۲ مومن بھلائی سننے سے سیراب نہیں ہوتا
- ۲۲۳ علم چھپانے کی مذمت
- ۲۶۸، ۲۶۶، ۲۶۳، ۲۶۲، ۲۲۷، ۲۲۵ فخر یا شہرت کے لئے علم حاصل کرنے کی مذمت
- ۲۳۱، ۲۲۸ حدیث یاد کرنے اور آگے پھیلانے کی فضیلت
- ۲۳۳، ۲۳۲ مجھ سے حدیث بیان کرنے سے بچو! سوائے.....
- ۲۳۷، ۲۳۶، ۲۳۵، ۲۳۴ قرآن میں اپنی رائے سے کلام کرنے کی مذمت
- ۲۳۸ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے.....
- ۲۳۹ علم تین طرح کے ہیں.....
- ۲۴۱، ۲۴۰ حاکم، مامور یا متکبر قصہ گو
- ۲۴۲ بغیر علم کے فتویٰ دینے کی مذمت
- ۲۴۳ غلط مسائل اور مغالطہ آمیز باتوں سے ممانعت
- ۲۷۹، ۲۴۴ علم وراثت سیکھو
- ۲۷۷، ۲۴۵ علم چھن جائے گا
- ۲۴۶ مدینہ کا عالم سب سے بڑا عالم ہوگا
- ۲۴۷ ہر صدی کے آخر میں مجدد ہوگا
- ۲۴۹ موت تک علم حاصل کرنے کی فضیلت
- ۲۶۵ علم کی آفت بھولنا ہے
- ۲۶۸ سب بڑا اثر بُرے علماء اور بہترین خیر اچھے علماء ہیں
- ۲۶۹ اسلام کو عالم کی غلطی گراتی ہے
- ۲۸۰، ۲۷۰ نفع بخش علم کون سا ہے؟
- ۲۷۱ کچھ مسائل اگر بیان نہ کئے جائیں
- ۲۷۳ دین میں سند کی اہمیت
- ۲۷۴ قاریوں کو تنبیہ

۲۷۵..... غم کا کنواں کیا ہے

۲۷۶..... آسمان کے نیچے سب سے بُرے لوگ... علماء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ اضواء المصباح

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يَضَلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ ، لَا شَرِيكَ لَهُ ، وَ [أَشْهَدُ] أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، أَمَا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ [عَلَيْهِ السَّلَامُ] وَ شَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَ كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .
مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَ مَنْ يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ غَوَى .

[أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ نِسَاءً ۗ وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ [النساء : ۱]
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ لِنَنْظُرُ نَفْسٌ مَّا قَدَّمْتُمْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ ۚ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ [الحشر : ۱۸]
ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب العالمین ، السبح البصیر عالم الغیب اور معبود برحق کے لئے ہے ، جس نے آدم اور حوا (علیہما السلام) کو پیدا فرمایا اور ان دونوں سے اولادِ آدم کو دنیا میں پھیلا یا ، اور انسان کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مخر کر دیا۔

انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کا مقدس و منور سلسلہ جاری فرما کر اولادِ آدم پر اپنے بے انتہا فضل و انعام اور رحمتوں کی بارش نازل فرمائی اور خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کے آسمانی ، روحانی ، مقدس اور منور سلسلے کے آخری فرد سیدنا و امامنا محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب الہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ و اصحابہ و سلم کو رحمۃ للعالمین ، سید ولدِ آدم ، امام الانبیاء اور آخر الانبیاء بنا کر قیامت تک ساری انسانیت کے لئے بھیجا تا کہ مخلوق پر رحمت قائم ہو جائے اور کسی کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

نبوت و رسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا اور اب قیامت تک سب لوگوں کی ہدایت و نجات صرف سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت پر ہی موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعے سے اسے کتابی شکل میں مدون فرما دیا اور قرآن مجید قیامت تک باقی رہے گا۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں صحابہ کرام ، تابعین باحسان ، تبع تابعین عظام اور صحیح العقیدہ محدثین اسلام پر جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو حافظے ، تحریر اور عمل کے ذریعے سے محفوظ رکھا اور کتابی شکل میں بھی مدون کر دیا۔

یہی جماعت المسلمین ہیں اور یہی جماعت المؤمنین ہیں، یہی اہل سنت ہیں اور یہی اہل حدیث ہیں، یہی حزب اللہ ہیں اور یہی ورثہ خاتم النبیین (ﷺ) ہیں۔

رضی اللہ عن الصحابة أجمعین ورحمة اللہ علی من تبعہم بإحسان إلى يوم الدين . آمین
صحابہ (مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) تابعین (مثلاً امام ہمام بن منبہ رحمہ اللہ) تبع تابعین (مثلاً امام مالک رحمہ اللہ) اور خیر القرون کے محدثین (مثلاً امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ وغیرہم) نے علم الاسناد کا جھنڈا سر بلند کیا اور کتب احادیث کے مشہور مجموعے مدون و مرتب کر کے اُمت کے ہاتھوں میں دے دیئے۔
حدیث کی دو قسمیں ہیں:

۱: صحیح ۲: ضعیف

صحیح احادیث کے مشہور مجموعوں میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن الجارود، صحیح ابن حبان، المختارہ اور مستدرک الحاکم (کا غالب حصہ) بہت زیادہ مشہور ہیں لیکن اُمت کی تلقی بالقبول یعنی بالاجماع قبولیت کا شرف صرف دو کتابوں کو حاصل ہوا: صحیح بخاری اور صحیح مسلم، اور انھیں صحیحین کہا جاتا ہے۔

ان دونوں کتابوں کی مسند متصل مرفوع تمام احادیث بالاتفاق یا جمہور امت کے نزدیک صحیح و مقبول ہیں اور ان پر ہر شخص کی جرح مردود ہے، خواہ وہ اپنے زمانے کا کتنا ہی مشہور و معروف محقق کیوں نہ ہو۔!

صحیحین کے بعد سنن اربعہ (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) مسند احمد، سنن دارمی، موطأ امام مالک، کتاب الام للشافعی اور دیگر کتب کو دین اسلام میں بہت بڑی حیثیت حاصل ہے، لیکن ان میں صحیح روایات بھی ہیں اور ضعیف روایات بھی ہیں بلکہ بعض کتابوں میں مردود اور موضوع روایات بھی موجود ہیں، لہذا اصول حدیث اور اسماء الرجال کے علم کی روشنی میں ان کتابوں کی ہر روایت کی تحقیق ضروری ہے۔

شرح السنہ کے مصنف اور مشہور محدث امام ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۶ھ) نے ”مصابیح السنہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں انھوں نے صحیحین اور سنن اربعہ کی احادیث جمع کر دیں اور یہ کتاب چار جلدوں میں مطبوع ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمہ اللہ (وفات اندازاً ۴۰۷ھ یا اس کے قریب بعد) نے مصابیح السنہ اور اس پر اضافوں کو مشکاۃ المصابیح کے نام سے مرتب کیا، جسے برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالک میں عظیم شہرت حاصل ہوئی اور بہت سے مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

تبریزی کے بارے میں ان کے دوست شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۳ھ) نے فرمایا:

”الأخ فی الدین، المسامح فی الیقین، بقیة الأولیاء، قطب الصلحاء، شرف الزہاد والعباد“

دینی بھائی، یقین میں حصہ دار یعنی قابل اعتماد ساتھی، اولیاء میں سے باقی رہ جانے والے، صالحین کے سردار، زہد و عبادت والوں کے شرفِ فضیلت۔ (اکاشف عن حقائق السنن ج ۱ ص ۱۸)

اس میں قطب سے مراد صوفیاء والا قطب نہیں بلکہ سردار ہے اور باقی ثنا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی بہت سی شروحات لکھی گئیں جن میں طیبی کی اکاشف عن حقائق السنن ایک عظیم الشان شرح ہے، جو بارہ

جلدوں میں مع فہارس مطبوع ہے۔

طیبی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”الإمام المشهور صاحب شرح المشکوٰۃ وغیرہ“ وہ مشہور امام،

شرح مشکوٰۃ وغیرہ والے ہیں۔ (الدرر اکامند ۶۸/۲)

ان کے بارے میں بعض فضلاء نے کہا: ”وكان كريماً متواضعاً حسن المعتقد، شديد الرد على الفلاسفة

والمبتدعة مظهراً فضائلهم مع استيلائهم في بلاد المسلمين حينئذ، شديد الحب لله ورسوله، كثير

الحياء ملازماً للجماعة ليلاً أو نهاراً شتاءً أو صيفاً مع ضعف بصره بآخرة، ملازماً لاشتغال الطلبة في العلوم

الإسلامية بغير طمع...“ وہ مہربان، عاجزی کرنے والے، اچھے عقیدے کے حامل تھے، فلسفیوں اور مبتدعین پر شدید رد

کرتے، اُن کی غلطیاں ظاہر کرتے، باوجودیکہ ان کے زمانے میں فلاسفہ و مبتدعین کا مسلمان ممالک پر غلبہ ہو گیا تھا، وہ بہت زیادہ

حیادار تھے، دن ہو یا رات، سردی ہو یا گرمی آخر میں نظر کمزور ہونے کے باوجود نماز باجماعت کا التزام کرتے تھے، وہ طالب علموں کو

بغیر لالچ کے علوم اسلامیہ میں مشغول رکھتے تھے... (الدرر اکامند ج ۲ ص ۶۹)

مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے مرعاة المفاتیح کے نام سے مشکوٰۃ کی عظیم الشان شرح لکھی لیکن زندگی مزید وفانہ کر سکی

جس بنا پر یہ ادھوری (ناکمل) ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے مرعاة المفاتیح کے نام سے مشکوٰۃ کی ایک مکمل شرح لکھی جو گیارہ جلدوں میں مع فہارس مطبوع ہے۔

راقم الحروف نے أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے مشکوٰۃ کی احادیث کی تحقیق اور صحیح احادیث کی شرح لکھی،

جسے ماہنامہ الحدیث حضور: ۱ (جون ۲۰۰۲ء) سے مسلسل شائع کرنا شروع کیا اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

اب اس سنہری سلسلے کی پہلی جلد جو کتاب الایمان اور کتاب العلم پر محیط ہے، آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے اور اُمید

واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے اس مشروع عظیم پر بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ

راقم الحروف کے عمل کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱: نسخہ ہندیہ کو بنیاد بنا کر اردو میں اس کا سلیس اور مفہوماً ترجمہ لکھا ہے۔

۲: اصل مصادر سے احادیث کی تخریج کی ہے اور جو حوالہ نہیں ملا، اُس کی صراحت کر دی ہے۔

۳: صحیحین کی تمام روایات مرفوعہ متصلہ مسندہ صحیح ہیں لہذا غیر صحیحین کی جملہ روایات پر تحقیق کر کے صحت اور ضعف کے لحاظ سے حکم

لگا دیا ہے۔

- ۴: صحیح احادیث (جو صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ پر مشتمل ہیں) کا تفقہ اور فقہ الحدیث بیان کر دیا ہے اور اس میں اپنی محنت کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں مثلاً مرعاۃ، مرقاۃ، فتح الباری، شرح صحیح مسلم اور فوائد غزنویہ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔
- ۵: ضعیف روایات کی وجہ سے ضعیف بھی بیان کر دی ہے اور احادیث کے دیگر شواہد کو بھی مد نظر رکھا ہے۔
- ۶: اگر کسی ضعیف روایت کے متن کے مطابق کوئی صحیح و حسن اثر مثلاً قول صحابی یا قول تابعی ملا ہے تو اسے بھی بطور فائدہ درج کر دیا ہے۔

۷: جرح و تعدیل میں صحت کا التزام کیا ہے، یعنی میرے بطور جزم ذکر کردہ اقوال مذکورہ قائلین سے ثابت ہیں۔

۸: تمام کتاب کی کمپوزنگ کے بعد حتی الوسع مراجعت کر دی ہے۔

۹: شروع اور آخر میں بہترین فہارس درج کی ہیں مثلاً فہرست موضوعات، فہرست اطراف اور فہرست رجال وغیرہ تاکہ علماء، طلباء اور عوام سب اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور مطلوبہ حوالہ فوراً مل جائے۔

۱۰: صحیح احادیث پر اکثر مقامات پر تبویب بھی قائم کر دی ہے تاکہ آسانی رہے۔

صحیح حدیث اسے کہتے ہیں جس کا ہر راوی عادل ہو، ضابط ہو (ان دو چیزوں کا مجموعہ ثقہ یا صدوق کہلاتا ہے) سند متصل ہو، شاذ نہ ہو اور معلول بعلت قادح نہ ہو۔

ان پانچ شرطوں والی حدیث کے صحیح ہونے پر اہل حدیث (محدثین کرام) کا کوئی اختلاف نہیں (یعنی اجماع ہے)۔

دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع شرح: التقیید والایضاح (ص ۲۰)

جرح و تعدیل میں اختلاف کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کی ترجیح والے مسلک کو مقدم رکھا ہے اور کسی جگہ بھی اس اصول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

آخر میں اللہ رب العالمین کا بے حد و انتہا شکر ہے، جس نے مجھے اس کام کی توفیق بخشی اور تمام ساتھیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس عظیم کام میں تعاون فرمایا۔

اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائی جائے تو علانیہ حق کی طرف رجوع کیا جائے گا اور علمی اصلاح کا خیر مقدم کیا جائے

گا۔ ان شاء اللہ

مزید معلومات کے لئے الاتحاف الباسم فی تحقیق و تخریج الموطأ روایۃ ابن القاسم کے مقدمے کا مطالعہ بھی از حد مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ یعنی حدیث، اجماع اور فہم سلف صالحین پر ثابت قدم رکھے اور ہماری مساعی کو خالصتاً اپنی رضا کے لئے بنا کر قبول فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی (۱۶/مئی ۲۰۱۰ء)

مقدمة المؤلف

صاحب مشکوٰۃ کا مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
و به نستعین

(ہم شروع کرتے ہیں) اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمن ہے
رحیم ہے اور اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔

حمد وثنا اللہ کے لئے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے استغفار کرتے ہیں، اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے بُرے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، جسے وہ ہدایت دے تو اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے تو اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود برحق) نہیں، ایسی گواہی جو نجات کا ذریعہ ہے اور درجات کی بلندی کے لئے کفالت برتی ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اُس نے (نبی و رسول بنا کر) مبعوث فرمایا۔ ایمانی راستوں کے آثار ختم ہو چکے تھے، اُس کی روشنیاں بجھ چکی تھیں، اُس کے ارکان کمزور ہو چکے تھے اور اس کا مکان نامعلوم تھا۔ پس آپ پر درود و سلام ہو آپ نے اُس کے مٹے ہوئے نشانات (واضح کر کے) مضبوط قائم کر دیئے اور کلمہ توحید کی تائید سے ان (روحانی) بیماروں کو شفا بخشی جو (ہلاکت کے) کناروں پر پہنچ چکے تھے۔ جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہے اُس کے لئے راستہ واضح کر دیا اور خوش قسمتی کے خزانے ان لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیئے جو انہیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اما بعد:

الحمد للّٰه، نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ، و نعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا و من سیئات أعمالنا، من ینہدہ اللّٰه فلا مضل لہ، و من یضلل فلا ہادی لہ، و أشہد أن لا إله إلا اللّٰه شہادۃً تكون للنجانة وسیلۃ و لرفع الدرجات کفیلة، و أشہد أن محمدًا عبده و رسوله، الذی بعثہ و طرق الإیمان قد عفت آثارہا، و خبت أنوارہا، و وھنت أركانہا، و جھل مکانہا، فشید صلوات اللّٰه و سلامہ علیہ من معالمہا ما عفا، و شفی من الغلیل فی تأیید کلمۃ التوحید من کان علی شفی، و أوضح سبیل الہدایۃ لمن أراد أن یسلکہا، و أظهر کنوز السعادات لمن قصد أن یملکہا. أما بعد:

فإن التمسک بہدیہ لا یستتب إلا بالافتقار لما صدر من مشکاتہ و الإعتصام بحبل اللّٰه لا یتیم إلا بیان کشفہ، و کان کتاب المصباح الذی صنّفہ الإمام محیی السنۃ، قامع البدعۃ، أبو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی، رفع اللّٰه درجتہ أجمع کتاب صنّف فی بابہ، و أضبط لشوارد

آپ کی سنت پر تمسک آپ کے انوار (یعنی احادیث) کے بغیر ناممکن ہے اور آپ کی شرح و بیان کے بغیر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھامنا ناقص ہے۔

امام مجی السنہ قاصح البدعہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی کے درجات اللہ بلند فرمائے، اُن کی تصنیف کردہ کتاب المصابیح اپنے باب کی جامع کتاب تھی، اس کتاب میں منتشر اور نادرا احادیث کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

اللہ آپ سے راضی ہو، جب آپ (بغوی) نے اختصار اور سندیں حذف کرنے والا راستہ اختیار کیا، بعض ماہر محدثین نے اس (کام) پر کلام کیا، اگرچہ وہ قابلِ اعتماد اماموں میں سے تھے لیکن باسند بات بے سند بات کی طرح نہیں، لہذا میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور مجھے توفیق دی گئی پس میں نے نامعلوم روایات پر نشانات لگا دیئے اور ہر حدیث کو اس کے مقام پر رکھ دیا جیسا کہ ثقہ و متقن راسخ علماء مثلاً ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، ابو عبد اللہ مالک بن انس الاصحی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابو داود سلیمان بن الاشعث البجستانی، ابو عبد اللہ احمد بن شعیب النسائی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی، ابو بکر احمد بن الحسن البیہقی، و ابي الحسن رزين بن معاوية العبدي، وغيرهم، و قلیل ما هو .

اور میں جب حدیث کو ان کی طرف منسوب کرتا ہوں تو گویا اسے نبی ﷺ تک سند سے بیان کر دیتا ہوں کیونکہ وہ (محدثین) اس سے فارغ ہو چکے ہیں اور ہمیں اس سے

الأحاديث و أوابدها. و لما سلك _ رضي الله عنه _ طريق الإختصار و حذف الأسانيد، تكلم فيه بعض النقاد، و إن كان نقله _ و إنه من الثقات _ كالإسناد، لكن ليس ما فيه أعلام كالأغفال، فاستخرت الله تعالى و استوفقت منه، فأعلمت ما أغفله، فأودعت كل حديث منه في مفره كما رواه الأئمة المتقنون، و الثقات الراسخون، مثل أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، و أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، و أبي عبد الله مالك بن أنس الأصبحي، و أبي عبد الله أحمد محمد بن إدريس الشافعي، و أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، و أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي، و أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني، و أبي عبد الرحمن أحمد ابن شعيب النسائي، و أبي عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه القزويني، و أبي محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، و أبي الحسن علي بن عمر الدارقطني، و أبي بكر أحمد بن الحسن البيهقي، و ابي الحسن رزين بن معاوية العبدي، وغيرهم، و قلیل ما هو .

و إني إذا نسبت الحديث إليهم كأني أسندت إلى النبي ﷺ لأنهم قد فرغوا منه و أغنونا عنه . و سردت الكتب و الأبواب كما سردها، و اقتفيت أثره فيها، و قسمت كل باب غالباً على فصول ثلاثة:

أولها: ما أخرجه الشيخان أو أحدهما، و اكتفيت

بے نیاز کر دیا ہے۔ میں نے کتابیں اور ابواب اسی طرح درج کئے ہیں جس طرح انھوں (بغوی) نے لکھے تھے اور ہر باب کی عام طور پر تین فصلیں قائم کیں:

پہلی فصل: جسے بخاری اور مسلم یا دونوں میں سے ایک نے روایت کیا، میں نے انھی پر اکتفا کیا اور اگرچہ اسے دوسروں نے بھی روایت کیا ہے، کیونکہ وہ روایت میں عالی درجہ رکھتے تھے۔

دوسری فصل: ان کے علاوہ دوسرے اماموں کی بیان کردہ احادیث۔

تیسری فصل: جو باب مذکور کے مفہوم اور ذکر کردہ شرط کے مناسب ہے اور اگرچہ یہ اسلاف و اخلاف (کے اقوال و افعال) سے مروی ہے۔

اگر آپ باب میں کوئی حدیث نہ پائیں تو میں نے اسے تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا ہے اور اگر کوئی حدیث اصل سے مختصر یا اضافے کے ساتھ پائیں تو اس میں کوئی خاص اور اہم فائدہ ہوگا۔ اگر دونوں فصلوں میں کوئی اختلاف ملے، پہلی فصلوں میں بخاری و مسلم کے علاوہ کوئی حدیث ملے تو جان لیجئے کہ میں نے (امام حمیدی (اندلسی قرطبی متوفی ۴۸۰ھ) کی کتاب ”الجمع بین الصحیحین“ اور (ابن الاثیر کی) جامع الاصول پر اعتماد کیا ہے۔ اگر حدیث کے الفاظ میں کوئی اختلاف ہو تو یہ مختلف سندوں کی وجہ سے ہوگا۔

ہو سکتا ہے کہ شیخ (بغوی) رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت کے الفاظ مجھے نہ ملے ہوں اور یہ بہت کم ہے کہ مجھے حدیث کی اہم کتابوں میں اس کی سند نہ ملی یا اس کے خلاف کچھ ملا۔

اگر آپ ایسا کوئی اختلاف پائیں تو سمجھیں کہ یہ قصور میری کم علمی کی وجہ سے ہے اور اس کی نسبت شیخ سے نہ کی جائے، اللہ

بہما و إن اشترك فيه الغير لعلو درجتہما فی الروایة .

و ثانیہا : ما أوردہ غیرہما من الأئمة المذكورین .
ثالثہا : ما اشتمل علی معنی الباب من ملحقات مناسبة مع محافظة علی الشریطة، و إن کان مأثوراً عن السلف و الخلف .

ثم إنک إن فقدت حدیثاً فی باب فذلک عن تکریر أسقطہ . و إن وجدت آخر بعضہ متر و گاً علی اختصارہ، أو مضموماً إلیہ تمامہ، فعن داعی اہتمام أترکہ و ألحقہ . و إن عثرت علی اختلاف فی الفصلین من ذکر غیر الشیخین فی الأول، و ذکرہما فی الثانی، فاعلم أني بعد تتبعي کتابي الجمع بین الصحیحین للحمیدی، و جامع الأصول، اعتمدت علی صحیحی الشیخین و متنیہما .

و إن رأیت اختلافاً فی نفس الحدیث، فذلک من تشعب طرق الأحادیث، و لعلی ما اطلعت علی تلك الروایة التي سلکها الشیخ رضي اللہ عنہ . و قليلاً ما تجد أقول : ما وجدت هذه الروایة فی كتب الأصول، أو وجدت خلافها فیها . فإذا وقفت علیہ فانسب القصور إلی لقلۃ الدراية، لا إلی جناب الشیخ رفع اللہ قدرہ فی الدارين، حاشا للہ من ذلك .

رحم اللہ من إذا وقف علی ذلك نبہنا علیہ و أرشدنا طریق الصواب . و لم آل جهداً فی التنبیر والتفتیش بقدر الوسع و الطاقة، و نقلت ذلك

دنیا اور آخرت میں ان کی شان بلند فرمائے۔ وہ اس سے بری ہیں۔

اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو ایسی کسی بات پر مطلع ہو پھر ہمیں بتادے اور ہماری راہنمائی فرمائے۔

میں نے اپنی طاقت کے مطابق بحث و تفتیش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور روایات میں جیسا اختلاف پایا تھا ویسا ہی لکھ دیا۔

جہاں انھوں نے کسی روایت کے غریب یا ضعیف وغیرہ ہونے کی طرف اشارہ کیا تو میں نے عام طور پر وجہ ضعف

بیان کر دی، جہاں انھوں نے اشارہ نہیں کیا جیسا کہ اصول میں تھا تو میں نے اسے چھوڑنے پر ہی اکتفا کیا، سوائے اس

مقام کے جہاں ضرورت کا تقاضا تھا۔ آپ بعض مقامات پر حدیث کا مخرج نہیں پائیں گے، یہ اس وجہ سے ہے کہ مجھے

اس روایت کا حوالہ نہیں ملا، لہذا میں نے وہ جگہ خالی چھوڑ دی، اگر آپ کو یہ حوالہ مل جائے تو اس جگہ درج کر دیں، اللہ آپ کو

جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے کتاب کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا ہے اور اللہ سے توفیق، مدد، ہدایت، حفاظت اور مقصد کی آسانی کا سوال کرتا ہوں، وہ

مجھے اور تمام مسلمان مردوں و عورتوں کو زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع پہنچائے۔

میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہی کارساز مددگار ہے۔

لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العزیز الحکیم .

الإختلاف كما وجدت .

و ما أشار إليه رضي الله عنه من غريب أو

ضعيف أو غيرهما، بينت وجهه غالباً. و ما لم يشر

إليه مما في الأصول، فقد قفيتها في تركه إلا في

مواضع لغرض . و ربما تجد مواضع مهملة، و

ذلك حيث لم أطلع على راويه فتركت البياض .

فإن عثرت عليه فألحقه به، أحسن الله جزاءك .

وسميت الكتاب : بمشكاة المصابيح

وأسأل الله التوفيق و الإعانة و الهداية و الصيانة،

و تيسير ما أقصده ، و أن ينفعني في الحياة و بعد

الممات، و جميع المسلمين و المسلمات .

حسبي الله و نعم الوكيل . و لا حول و لا قوة إلا

بالله العزيز الحكيم .



كتاب الإيمان

الفصل الأول

[۱] وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، قال قال رسول الله ﷺ : ((إنما الأعمال بالنيات ، وإنما لامرئ ما نوى ، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله ، فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها ، أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه .)) متفق عليه .

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے اپنا گھر بار چھوڑا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے (ہی) ہے۔ (یعنی اسے ثواب ملے گا) اور جس شخص نے دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کے لئے گھر بار چھوڑا تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے ہے (یعنی اسے ثواب نہیں ملے گا)۔ متفق علیہ

تشریح: صحیح بخاری (۵۲:۱، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۲۸۹، ۶۹۵۳) صحیح مسلم (۱۹۰۷) سنن نسائی ۲/۱۳۵ ح ۳۸۲۵، التعليقات السلفية واللفظ له الاعمدة "لدنیا" بدل "إلى دنيا" وجاء في بعض نسخ النسائي: "إلى دنيا" [

فقہ الحدیث:

۱: یہ حدیث یحییٰ بن سعید الانصاری عن محمد بن ابراہیم التیمی عن علقمہ بن وقاص اللیشی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہے نیز صحیح غریب، خبر واحد ہے۔

۲: اس صحیح حدیث اور دیگر دلائل سے یہ ثابت ہے کہ حدیث مقبول کے لئے متواتر یا مشہور ہونا ضروری نہیں بلکہ خبر واحد صحیح بھی حجت ہے۔

۳: عمل کی مقبولیت کا دار و مدار نیت پر ہے، لہذا وضو، غسل، نماز، روزہ، حج اور تمام عبادات کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے اور اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔ (دیکھئے "الایضاح عن معانی الصحاح" لابن ہبیرہ ج ۱ ص ۵۶)

سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، ان کے نزدیک وضو اور غسل جنابت میں نیت واجب نہیں (بلکہ) سنت ہے۔ (دیکھئے الہدایہ مع الدررین ج ۱ ص ۲۰)

۴: عربی لغت (زبان) میں دلی ارادے، عزم اور قصد کو نیت کہتے ہیں۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۷۳۰)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں، قصد و ارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں"

(الفتاویٰ الکبریٰ ج ۱ ص ۱، وھذا مفہوم العبارة بالاردیۃ)

نماز کی نیت زبان سے کہنا نبی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں کسی سے ثابت نہیں ہے، لہذا اس زبانی عمل سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۵: کسی عمل کے عند اللہ مقبول ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ عامل کا عقیدہ کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔

۲۔ عمل اور طریقہ کار عین کتاب و سنت کے مطابق ہو۔

۳۔ اس عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لئے سرانجام دیا جائے۔

۶: رسالہ ”الحدیث“ حضور، کی ابتدا میں اس حدیث اور فقہ الحدیث کا مقصد یہ ہے کہ ”الحدیث“ کے اجراء سے ہمارا مقصد، اللہ تعالیٰ

کی رضامندی اور بخشش ہے (اشاعت الحدیث ہے، دفاع حدیث ہے) کوئی دنیاوی فائدہ پیش نظر نہیں ہے۔

۷: بعض علماء اس حدیث کو دین اسلام کا ثلث (۱/۳) قرار دیتے ہیں کیونکہ تمام اعمال کا تعلق:

① دل ② زبان ③ اور جوارح ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ہے۔

چونکہ نیت کا تعلق دل سے ہے، لہذا یہ اسلام کا ثلث (ایک تہائی) ہے۔

۸: یہ حدیث ان بدعتیوں (مثلاً مرجیہ وغیرہ) کا رد ہے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ایمان دلی اعتقاد کے بغیر صرف زبانی قول کا نام ہے۔

عینی نے کہا: ”فیہ رد علی المرجنۃ فی قولہم بالإیمان اقرار باللسان دون الإعتقاد بالقلب“ اس میں مرجیہ کے اس

قول پر رد ہے کہ ایمان زبانی اقرار ہے، دل کا اعتقاد نہیں ہے۔ (عمدة القاری ۴۴۱)

۹: صحیح بخاری میں ((إنما الأعمال بالنیات. إلخ)) والی پہلی روایت میں ((فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله

فہجرته إلى الله ورسوله.)) کے الفاظ موجود نہیں ہیں (ح ۱۷) جبکہ دوسری روایت (ح ۵۴ صحیح مسلم) میں موجود ہیں، اس سے

دو مسئلے ثابت ہوئے:

اول: ایک روایت میں ذکر ہو اور دوسری میں عدم ذکر ہو تو عدم ذکر، نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

دوم: ثقہ راوی کی زیادت، جب ثقہ راویوں یا اوثق کے ہر لحاظ سے خلاف نہ ہو تو یہ زیادت معتبر و مقبول ہوتی ہے۔

۱۰: بعض علماء نے امام بخاری کے طرز عمل سے استنباط کیا ہے کہ انھوں نے کتاب بدء الوجی کے شروع میں ”إنما الأعمال

بالنیات“ والی حدیث ذکر کر کے دو مسئلے ثابت کئے ہیں:

اول: حدیث بھی وحی ہے۔

دوم: امام الحمیدی المکی سے روایت میں یہ اشارہ ہے کہ دین اسلام اور نزول وحی کی ابتداء کے سے ہوئی، اسی طرح صحیح بخاری کی

آخری حدیث ابو ہریرہ المدنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ دین اسلام مدینے میں مکمل ہو گیا۔

(سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے) تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے چٹے سفید اور بال سیاہ کالے تھے، اس شخص پر سفر کا کوئی نشان نہیں تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا نہیں تھا، وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا کر اپنے دونوں ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے، نماز قائم کرے زکوٰۃ ادا کرے اور اگر استطاعت ہو تو (اللہ کے) گھر کا حج کرے۔ اس پر (نووارد) شخص نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

ہمیں تعجب ہوا کہ (خود) سوال بھی کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق کرتا ہے۔

اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر خیر و شر (اسی کی طرف سے ہے) پر ایمان لے آئے، اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا۔ مجھے احسان کے بارے میں بتائیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (احسان یہ ہے) کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگرچہ تو اسے نہیں دیکھتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، اس نے کہا: مجھے اس کی نشانیاں بتادیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹھی اپنی مالکہ جنے گی اور تو دیکھے گا کہ

[۲] عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، قال :
 بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب ، شديد سواد الشعر ، لا يرى عليه أثر السفر ، ولا يعرفه منا أحد ، حتى جلس إلى النبي ﷺ فأسند ركبتيه إلى ركبتيه ، ووضع كفيه على فخذيه ، وقال : يا محمد ! أخبرني عن الإسلام ، قال : ((الإسلام ، أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، وتقيم الصلاة ، وتؤتي الزكاة ، وتصوم رمضان ، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلاً)) قال : صدقت - فعجبنا له يسأله ويصدقه ! قال : فأخبرني عن الإيمان - قال : ((أن تؤمن بالله ، وملائكته وكتبه ، ورسوله واليوم الآخر ، وتؤمن بالقدر خيره وشره)) قال ، صدقت ، قال : فأخبرني عن الإحسان ، قال : ((أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك)) قال : فأخبرني عن الساعة - قال : ((ما المسؤول عنها بأعلم من السائل)) قال : فأخبرني عن أماراتها ، قال : ((أن تلد الأمة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان)) قال : ثم انطلق ، فلبث ملياً ، ثم قال لي : ((يا عمر ! أتدري من السائل ؟)) قلت : الله ورسوله أعلم : قال : ((فإنه جبريل أتاكم يعلمكم دينكم)) رواه مسلم

ننگے پاؤں، ننگے بدن، بھیڑ بکریوں والے غریب چرواہے کوٹھیوں میں تکبر کریں گے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: پھر وہ شخص چلا گیا تو میں تھوڑی دیر (چپ) ٹھہرا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے پوچھا: اے عمر! تجھے پتا ہے یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: بے شک یہ جبریل تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے

تخریج: صحیح مسلم (۸/۱، دارالسلام: ۹۳)

فقہ الحدیث:

۱: یہ ایک عظیم الشان حدیث ہے، جس کا ابتدائی حصہ صاحب مشکوٰۃ نے حذف کر دیا ہے، محذوفہ حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے برأت کا اعلان کیا جو تقدیر کے منکر تھے اور فرمایا: اگر ان (منکرین تقدیر) میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی (اللہ کی راہ) میں خرچ کر دے تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا۔ معلوم ہوا کہ (بدعت کبریٰ کے) مبتدعین کے اعمال باطل ہوتے ہیں۔

۲: ایمان قول و عمل کا نام ہے، نماز، رمضان کے روزے اور حج، چاروں اعمال ایمان اور ارکان ایمان میں سے ہیں۔
۳: قیامت آنے کی صحیح تاریخ اور وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے، اللہ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے غیب کی جو خبریں بیان فرمائیں، وہ سب وحی الہی کے ذریعے سے بتائی تھیں۔ صحابہ کرام بھی غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ جبریل علیہ السلام کو پہلے ہی پہچان لیتے۔

۴: فرشتے انسانی شکل میں تمشل کر کے دنیا میں آتے رہے ہیں، اگر چنانچہ اصل شکل و صورت اس کے علاوہ ہے اور فرشتوں کے پڑ بھی ہوتے ہیں۔

۵: یہ حدیث بہت زیادہ فوائد پر مشتمل ہے۔ سعودی عرب کے کبار علماء میں سے شیخ عبدالحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح میں (۹ صفحات کی) ایک زبردست مفید کتاب ”شرح حدیث جبریل فی تعلیم الدین“ لکھی ہے جس میں انھوں نے بہت سے فوائد جمع کر لیے ہیں، جزاہ اللہ خیراً۔

[تنبیہ: یہ کتاب میرے اردو ترجمے اور تحقیق و فوائد کے ساتھ مطبوع ہے۔]

امام قرطبی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اس لائق ہے کہ اسے اُم السنۃ (سنت کی ماں) کہا جائے، کیونکہ اس میں (آپ ﷺ کی) سنت کے (بہت سے) جملوں کا علم ہے۔“ (فتح الباری ۱۲۵/۱)

۶: نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ ہر مکلف مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں، ہر سال رمضان کے روزے ہر سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ اور عمر بھر میں صرف ایک دفعہ حج فرض ہے۔

[۳] ورواہ أبو ہریرۃ مع اختلاف ، وفیہ : ((وإذا رأیت الحفاة العراة الصم البکم ملوک الأرض فی خمس لا یعلمهن إلا اللہ)) ثم قرأ : ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ ۝۱۰۰ ﴾

سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے (یہی روایت) مع اختلاف مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اور جب تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، گونگے بہرے چرواہے زمین کے بادشاہ بن جائیں گے (تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے) پانچ (نشانیوں) کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پھر انھوں نے قراءت کی کہ بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔ متفق علیہ

الآیة (لقمان: ۳۴)

تخریج: صحیح بخاری (۵۰) صحیح مسلم (۹)

فقہ الحلیوت:

۱: سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) والی پوری حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پوچھو، صحابہ نے سوال کرنے سے خوف محسوس کیا تو ایک آدمی آیا اور (آکر) آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ کچھ (بھی) شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو (یہ اسلام ہے) اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تم اس (اللہ) کے فرشتوں، کتابوں، ملاقات (آخرت) اور رسولوں پر ایمان لاؤ، مرنے کے بعد (دوبارہ) زندگی کا یقین رکھو اور ساری تقدیر کو مانو (کہ خیر اور شر اللہ ہی کی طرف سے ہے) اس نے کہا: آپ نے سچ کہا، اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے اس طرح ڈرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھتے (یعنی یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم یہ یقین کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تمہیں اس کی نشانیاں بتاتا ہوں، جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، گونگے بہرے، چرواہے زمین کے بادشاہ بن رہے ہیں تو یہ قیامت کی نشانیاں میں سے ہے۔ یہ (قیامت) ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جسے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ درج ذیل ہے):

بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل کرتا ہے اور (تمام) ارحام میں کیا ہے وہی جانتا ہے۔ کسی انسان کو یہ

- معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ کسی جان دار کو یہ معلوم ہے کہ وہ زمین کے کس حصے میں فوت ہوگا۔ پھر وہ آدمی کھڑا ہو گیا (اور چلا گیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے واپس بلاؤ، اسے تلاش کیا گیا (لیکن) وہ نہ ملا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہیں، یہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ تمہیں (دین) سکھائیں، کیونکہ تم خود سوال نہیں کرنا چاہتے تھے۔
- ۲: قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔
- ۳: تقدیراوی کی زیادت مقبول اور حجت ہوتی ہے۔
- ۴: قرآن و حدیث میں قیامت کی جتنی نشانیاں مذکور ہیں، ان کے وقوع کے بعد ہی قیامت آئے گی۔
- ۵: تقدیر پر ایمان لانا فرض اور کن ایمان ہے، جو لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں وہ اہل بدعت اور گمراہ ہیں۔
- ۶: حدیث قرآن کی شرح ہے۔ وغیر ذلك من الفوائد .

[۴] وعن ابن عمر ، قال : قال رسول الله ﷺ : ((بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان))

(سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ (ارکان) پر ہے، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود برحق) نہیں ہے، اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۸) صحیح مسلم (۱۶)

فقہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان اصلاً ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اسلام اور ایمان کے درمیان کچھ فرق اس طرح سے بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام آدمی کی ظاہری کیفیت اور ایمان باطنی (اعتقادی) کیفیت پر دلالت کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اعرابوں نے کہا: ہم ایمان لائے، آپ کہہ دیجئے! تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم کہو: ہم اسلام لائے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ (الحجرات: ۱۴)
- ۲: تارک الصلوٰۃ کی تکفیر میں سلف صالحین میں اختلاف ہے، جمہور اس کی تکفیر کے قائل ہیں، نصوص شرعیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے صحیح تحقیق یہ ہے کہ جو شخص مطلقاً نماز ترک کر دے، بالکل نہ پڑھے وہ کافر ہے، اور جو شخص کبھی پڑھے اور کبھی نہ پڑھے تو ایسا شخص کافر نہیں ہے مگر پکا مجرم اور فاسق ہے، اس کا فعل کفریہ ہے، خلیفہ المسلمین اس پر تعزیر نافذ کر سکتا ہے، اس پر اجماع ہے کہ نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور حج کا انکار کرنے والا کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔

[۵] وعن أبي هريرة ، قال قال رسول الله ﷺ : (سيدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ستر سے زائد درجے ہیں، ان میں سب سے افضل: لا الہ الا اللہ ہے۔ ان درجوں میں سب سے کمتر درجہ: راستے سے (معمولی) تکلیف والی چیز ہٹانا ہے اور حیا ایمان کے درجوں میں سے ایک درجہ ہے۔ متفق علیہ

تشریح: صحیح البخاری (۹) صحیح مسلم (۵۸/۳۵، اللفظ لہ)

فقہ الحلیث:

۱: عربی لغت میں ”بضع“ کا لفظ: تین سے لے کر نو تک کے عدد پر بولا جاتا ہے۔ (القاموس الوحید/۱۶۹)
 ۲: بعض روایات میں ساٹھ سے زائد درجوں کا ذکر آیا ہے (صحیح بخاری ۹) ایک روایت میں چونٹھ (الترمذی: ۲۶۱۴، ب، أحمد ۹۲۷۳۷، ح ۸۹۱۳، سندہ صحیح، والقول بشذوذہ قول شاذ) اور دوسری روایت میں بہتر (۷۲) کا عدد آیا ہے۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ۲۰۲/۱۸۱، وقال: بخبر غریب غریب، دوسرا نسخہ ۷/۲۰۷ ح ۸۱ او قال شعیب الأرنؤوط: إسناده صحيح علي شرطهما) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں تحدید (حد بندی) مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ سب الفاظ رسول اللہ ﷺ نے فرمائے ہیں جو کہ راویوں نے یاد رکھے ہیں، یہاں تین باتیں ملحوظ خاطر ہیں:

اول: یہ درجات مختلف لوگوں کے احوال سے ہیں، مثلاً انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، شہداء، صدیقین و صالحین کے ستر سے زائد درجے ہیں، اسی طرح علماء اور عوام کے درجات میں بھی فرق ہے۔
 دوم: بعض علماء کے نزدیک ایمان کے ان درجات میں سے بعض درجوں کی آگے ایک دو شاخیں ہیں، اس لحاظ سے جب ساٹھ سے زیادہ کا عدد بولا جائے گا تو اصل درجات مراد ہوں گے اور اگر ستر سے زیادہ کا عدد بولا جائے گا تو بعض درجات کی شاخیں بھی شامل ہوں گی۔

سوم: بعض کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ساٹھ سے زائد درجات اور احادیثِ مطہرہ میں ستر سے زائد درجات کا ذکر موجود ہے، لہذا جب ساٹھ کا لفظ بولا جائے گا تو کتاب اللہ کے درجے مراد ہوں گے اور ستر کے لفظ سے کتاب و سنت، دونوں کے درجات مراد ہوں گے۔ واللہ اعلم

۳: یعنی حنفی نے ایمان کے ستہتر (۷۷) درجات کے نام لکھ کر شرح صحیح بخاری میں جمع کر دیے ہیں۔ (عمدة القاری ۱۲۸۱-۱۲۹۹ ج ۹)
 ۴: ایمان کے ان درجات کے نام بالتحقیق معلوم ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہی کافی ہے کہ آدمی قرآن و حدیث و اجماع پر ایمان رکھے۔ ایک مسلمان جب راستے سے ہٹی وغیرہ اٹھا کر راستہ صاف کر رہا ہوتا ہے تو یہ ایمان کا ایک درجہ ہے، اگرچہ اسے یہ علم بھی نہ ہو اور وہ اسے نیکی کا ایک معمولی کام ہی سمجھتا ہو۔

۵: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان، دل اور زبان کے اقرار کے ساتھ اعمال کا نام ہے۔ اسی پر تمام اہل حق کا اجماع ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وتعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان، يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان“ اور یہ عقیدہ رکھو کہ ایمان (۱) زبان کے ساتھ اقرار (۲) دل کے ساتھ یقین (۳) اور ارکان کے ساتھ عمل کا نام ہے (۴) اطاعت سے زیادہ ہوتا ہے (۵) اور نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۱۰۹/۱)

تقریباً یہی کلام و مفہوم شرح السنۃ للبغوی (۱۹/۳۹۱ ح ۱۹) وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ قاضی عبدالرحمن دیوبندی صاحب فرماتے ہیں: ”اور میری آخری تحقیق یہ ہے کہ حنفیہ بھی اعمال کو ایمان کا جزء مانتے ہیں“ (فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری ۳۱۷، از افادات شبیر احمد عثمانی)

۶: ایمان کے مختلف درجے ہیں، لہذا یہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

سیدنا عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم (بھی) ہوتا ہے۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۱۳، وسندہ صحیح، الحدیث: ۲۳۳۲ توضیح الاحکام)

امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور معمر کہتے تھے کہ ایمان قول و عمل (کا نام) ہے، زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

(کتاب الشریعہ للہجرى ص ۱۱۹ ح ۲۳۳ وسندہ صحیح)

یہی عقیدہ امام احمد بن حنبل، اوزاعی اور کعب وغیرہم سے ثابت ہے۔ (الشریعہ ص ۱۱۹، ۱۲۰، باسانید صحیحہ)

اور اسی پر اہل حق: اہل سنت کا اجماع ہے۔

۷: حیا کا ذکر یہاں بطور خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ ایمان کا ایک اہم ترین درجہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الحياء لا يأتي إلا بخير .)) حیا نیکی کے علاوہ کچھ بھی نہیں لاتی۔ (صحیح بخاری: ۳۱۱۷ صحیح مسلم: ۳۷)

ایک روایت میں ہے: ((الحياء خير كله .)) ساری خیر (نیکی) حیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۱/۳۷ وترقیہ دارالسلام: ۱۵۷)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ((إذا لم تستح فاصنع ما شئت .)) اگر تیرے اندر حیا نہیں تو جو مرضی ہے کر۔ (صحیح بخاری: ۶۱۲۰)

۸: اس روایت میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہیں، مگر ثبوتِ شئی کے بعد اس کا عدم ذکر، نفی کی دلیل نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ لا الہ الا

اللہ کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا جائے، آپ ﷺ کی بعثت کے بعد، آپ پر ایمان کے بغیر لا الہ الا

اللہ مکمل ہی نہیں ہوتا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو وہ (کام اور چیزیں) چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے، یہ الفاظ (امام) بخاری کے بیان کردہ ہیں۔ (امام) مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: مسلمانوں میں کون (سب سے) بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

[۶] وعن عبد الله بن عمرو، قال قال رسول الله ﷺ: ((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه.)) هذا لفظ البخاري . ولمسلم قال: أن رجلاً سأل النبي ﷺ: أي المسلمين خير؟ قال: ((من سلم المسلمون من لسانه ويده.))

تخریج: صحیح بخاری (۱۰) صحیح مسلم (۶۴/۴۰ مصابیح: ۴)

فقہ الحلیوت:

۱: کامل مسلمان کی (ایک) نشانی یہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہتے ہیں، وہ انھیں ضرر نہیں پہنچاتا، جبکہ منافق کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ نہیں رہتے، وہ ہر وقت مسلمانوں کو ایذا رسانی میں مصروف رہتا ہے۔
۲: کتاب وسنت میں جو احکامات آتے ہیں ان میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں، الایہ کہ تخصیص کی واضح دلیل ہو، لہذا اس حدیث میں ”المسلم“ کے مفہوم میں ”المسلمہ“ (مسلمان عورت) بھی شامل ہے۔
۳: زبان سے محفوظ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو گالی، لعن و طعن، غیبت، چغلی، بہتان، مذاق اڑانا، ذلیل کرنا اور جھوٹے پروپیگنڈے وغیرہ کا نشانہ نہیں بناتا۔ اور ہاتھ سے محفوظ رہنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو مار گٹائی، قتل و غارت، دھکے دینا، مال و جائیداد کی تباہی، باطل تحریروں اور ایذا رسانی کا نشانہ نہیں بناتا۔
تنبیہ: دلائل کے ساتھ اہل باطل پر رد کرنا اس سے مستثنیٰ ہے، بلکہ انتہائی ثواب کا کام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”فکل من لم یناظر أهل الإلحاد والبدع مناظرة تقطع دابرهم، لم یکن أعطی الإسلام حقہ“ پس ہر وہ شخص جو (اپنی استطاعت کے مطابق) ملحدین و مبتدعین سے مناظرہ کر کے انھیں لاجواب نہ کر دے (تو) اس نے اسلام کا (صحیح) حق ادا نہیں کیا۔ (درء قراض العقل والقل ج ۱ ص ۳۵)

علمائے حق نے ہر دور میں اہل بدعت پر رد کیا ہے، جس کے دلائل کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ والحمد للہ
۴: مہاجر کا لفظ ہجرت (جدائی) سے نکلا ہے نفس امارہ اور شیطان سے بچنا، باطنی ہجرت ہے اور فتنوں، بدعتوں، گمراہیوں اور گناہوں سے بچنا ظاہری ہجرت ہے۔

۵: سیدنا فضالہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب.))

مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں (خوب) کوشش کرے، اور مهاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں سے دُور رہے۔

(شعب الایمان للہیثمی: ۱۱۲۳، وسندہ حسن واضواء المصاحب: ۳۴، صحیح ابن حبان، موارد الظمان: ۲۵)

یہ روایت الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

سنن ابن ماجہ (۳۹۳۲) مسند احمد (۲۲، ۲۱، ۶) المستدرک (۱۱، ۱۰، ۱) مسند الشہاب للقفطی (۱۳۱ ح ۱۰۹/۱) کشف الاستار

(مسند البرز: ۱۱۴۳) اور کتاب الایمان لابن مندرة (ح ۳۱۵)

۶: ایک صحیح و حسن روایت میں کچھ الفاظ موجود نہ ہوں اور دوسری صحیح یا حسن روایت میں کچھ الفاظ کا اضافہ موجود ہو، اور یہ اضافہ پہلی

روایت کے سراسر خلاف نہ ہو، تو الفاظ کے اضافے والی روایت ضعیف نہیں ہو جاتی، بلکہ ثقہ کی زیادت جب تک ثقہ راویوں کے

خلاف نہ ہو مقبول ہی رہتی ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں مقرر ہے۔

اس حدیث میں ایمان کے دو اعلیٰ درجوں کا ذکر ہے۔

اس میں مرجیہ وغیرہ کا رد ہے، جو ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں ہیں اور جن کے نزدیک سب کا ایمان اور اسلام برابر

ہوتا ہے، حالانکہ حدیث مذکور اور دیگر دلائل سے صاف ثابت ہے کہ ایمان اور اسلام میں لوگوں کے مختلف درجات ہیں۔

تنبیہ: یہ فوائد مرعاة المفاتیح وغیرہ سے استفادہ کرتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔

۷: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مشہور صحابی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث لکھ لیتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ

فرماتے ہیں: ”ما من أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثاً عنه مني إلا ما كان من عبد الله بن عمرو فإنه كان

يكتب ولا أكتب“ نبی ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیثیں آپ سے بیان کرنے والا کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے وہ

(حدیثیں) لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳)

عبداللہ بن عمرو کی لکھی ہوئی کتاب کا نام ”الصحيفة الصادقة“ ہے۔

[۷] وعن أنس رضي الله عنه قال قال رسول الله

ﷺ: ((لا يؤمن أحدكم حتى أحب إليه من والده

وولده والناس أجمعين .)) متفق عليه .

سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے ہر آدمی اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا

جب تک وہ اپنے والد (یعنی والدین) اولاد اور تمام لوگوں

سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ متفق علیہ

تشریح: صحیح بخاری (۱۵)، صحیح مسلم (۴۴/۷)

فقہ الحدیث:

۱: یہاں ”لا یؤمن“ میں نفی کمال مراد ہے، جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے، مثلاً بعض غلط کار اور ظالم آدمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ”فلان لیس یا نسان“ فلاں تو انسان (ہی) نہیں ہے۔ (دیکھئے مرعاة المصابیح/۳۹) تنبیہ: لا اگر اسم نکرہ پر ہو اور اسے آخر میں نصب (یعنی زبر) دے تو یہ لانی جنس ہوتا ہے۔ دیکھئے قطر الندی وبل الصدی (ص ۲۲۹) والکافیۃ فی النحو (ص ۱۱۵، المنصوب بلا الیٰ التثنی الجنس) مثلاً حدیث: ((لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب)) (صحیح البخاری: ۷۵۶) میں لانی جنس ہے، لاجب نفی جنس ہو تو پوری جنس کی نفی مراد ہوتی ہے الایہ کہ صحیح دلیل سے تخصیص واستثناء ثابت ہو جائے۔

۲: نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا رکن ایمان ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ محبت آپ ہی سے کی جائے، تب ہی ایمان مکمل ہو سکتا ہے، جیسا کہ ((الآن یا عمر!)) (صحیح البخاری: ۶۳۳۲) وغیرہ دلائل سے ثابت ہے۔

۳: والد، والدہ اور اولاد سے انسان کی محبت عام طور پر سب سے زیادہ ہوتی ہے، لہذا اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے تمام رشتہ داروں، دوستوں اور پیاروں سے زیادہ محبت نبی ﷺ سے کرنی چاہئے اور یہی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے۔

۴: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ نے نبی ﷺ کی خدمت دس سال کی ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر بیس سال تھی، آپ نے نبی ﷺ سے ۲۲۸۶ حدیثیں بیان کی ہیں، جن میں ۱۶۸ بخاری و مسلم میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی: ((اللهم أكثر ماله وولده وبارک له فیہ)) اے اللہ! اس کا مال اور اولاد

زیادہ کر اور ان میں سے برکت دے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۱، صحیح البخاری: ۶۳۷۸، ۶۳۷۹)

یہ دعا من وعن پوری ہوئی۔ آپ کے پوتے پوتیاں سو کے قریب تھے۔ رضی اللہ عنہ

اور آپ (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو اس نے ایمان کی مٹھاس پالی۔ جو سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) سے محبت کرے، جو کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے، اور جسے اللہ نے کفر سے نکال لیا ہے، وہ کفر میں دوبارہ لوٹ جانا اس طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں گر جانا (سخت) ناپسند کرتا ہے۔

متفق علیہ

[۸] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((ثلاث من

کن فیہ وجد بہن حلاوة الإیمان : من کان اللہ ورسولہ أحب إلیہ مما سواہما ، ومن أحب عبدًا لا یحبہ إلا للہ ، ومن یکرہ أن یعود فی الکفر بعد أن أنقذہ اللہ منه کما یکرہ أن یلقى فی النار))

متفق علیہ .

تشریح: صحیح بخاری (۲۱)، صحیح مسلم (۶۷/۳۳) ودار السلام: (۱۶۵)

فتیہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث اور دوسری احادیث و آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کے درجے ہیں، لہذا لوگ ان درجوں میں مختلف ہیں، کسی کا ایمان زیادہ ہے اور کسی کا ایمان کم ہے۔ سب سے اعلیٰ درجے کا ایمان نبیوں و رسولوں کا ایمان ہوتا ہے، پھر صحابہ کا اور پھر تابعین کا، لہذا جو شخص انبیاء و صحابہ کے ایمان کو ایک عام آدمی کے ایمان کے برابر سمجھتا ہے، اُس شخص کا عقیدہ غلط اور باطل ہے۔
- ۲: جس طرح انسان طبیعت کے لحاظ سے میٹھی چیز پسند کرتا ہے، اسی طرح اسے چاہئے کہ ایمان کے تمام درجات کو اپنی زندگی میں لانے کی مسلسل کوشش کرتا رہے، تاکہ اس کا ایمان زیادہ سے زیادہ ہی ہوتا جائے۔
- ۳: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص (ایک) اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہے، اُس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ (صحیح مسلم: ۵۶/۳۴، أضواء المصباح: ۹)
- ۴: اس حدیث میں ((مما سواهما)) تثنیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے کہ اللہ اور رسول سے بیک وقت محبت کرنا ہی ایمان و اسلام کا تقاضا و رکن ہے، لہذا جو لوگ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور رسول ﷺ (کی احادیث) سے محبت نہیں کرتے تو اُن کا دعویٰ ایمان باطل ہے۔
- ۵: اس حدیث اور دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے لئے خود آگ میں چھلانگ لگانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔
- ۶: اسلام قبول کرنے کے بعد اُس سے انحراف، آگ میں کودنے کے مترادف ہے۔

[۹] وعن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله ﷺ: ((ذاق طعم الإيمان من رضي بالله رباً، وبالإسلام ديناً، وبمحمد رسولاً.))
اور (سیدنا) عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو (ایک) اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔
رواہ مسلم .
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۵۶/۳۴، دارالسلام: ۱۵۱)

فتیہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص شرک (اور کفر) نہیں کرتا، صرف ایک اللہ ہی کو اپنا رب، مشکل کشا و حاجت روا سمجھتا ہے، سیدنا محمد ﷺ کو (آخری) رسول اور نبی مانتا ہے اور دین اسلام کو ہی اپنا دین سمجھتا ہے تو یہ شخص مومن اور کامل الایمان ہے۔
- اسلام کے ارکان ثلاثہ (توحید، رسالت اور آخرت) میں پہلا رکن توحید ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ میں کسی مخلوق کو شریک کر لیا، اس شخص کے سارے اعمال ضائع اور مردود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اگر یہ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع و باطل ہو جاتے۔ (الانعام: ۸۸)
 ۲: ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو تین سال بڑے تھے۔ غزوہ بدر سے پہلے یا بعد میں مسلمان ہوئے۔ آپ غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷۵، دارالسلام: ۴۶۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”هذا العباس بن عبدالمطلب أجدود قريش كفاً وأوصلها“ یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں، جو قریش میں سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

(مسند احمد/ ۱۸۵، اسندہ حسن، النسائی فی الکبریٰ، ۸۱۷/۴، صحیح ابن حبان، الاحسان، ۷۰۵۴، والحاکم ۳/۳۲۸، ۳۲۹، ووافقه الذہبی)

آپ کی بیان کردہ پینتیس (۳۵) احادیث مسند قتی بن مخلد میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے آپ کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ۷۸۶، ۱۰۳)

آپ ۳۲ھ یا ۳۴ھ کو فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

[۱۰] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات (اللہ) کی قسم جس کے
 ((والذي نفس محمد بيده ، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة ، يهودي ولا نصراني ، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار)) رواه مسلم .
 ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اس امت (امت دعوت) میں سے میرے بارے میں جو بھی سن لے، چاہے یہودی ہو یا عیسائی، اگر وہ اس (دین) پر ایمان لانے سے پہلے مر جائے، جو میں لے کر آیا ہوں تو وہ شخص دوزخی ہے۔
 اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۱۵۳/۲۴، دارالسلام: ۳۸۶)

فقہ الحلیوت:

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے صاف صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہر انسان پر فرض ہے۔ جو شخص چاہے یہودی ہو یا عیسائی یا کسی دوسرے مذہب والا ہو، جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا، آپ کو رسول و نبی نہیں مانتا تو یہ شخص کافر اور ابدی جہنمی ہے۔

۲: یہودیوں اور عیسائیوں کا خاص اس وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کے دو بڑے آسمانی مذہب ہیں، جو انبیاء اور رسولوں کو ماننے کے دعویدار ہیں، انھیں اہل کتاب بھی کہتے ہیں۔ جب یہ اہل کتاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو، بدھ مت وغیرہ والے بھی آپ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

۳: آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

۴: جس شخص تک اسلام کی دعوت نہ پہنچے، اُس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایسے شخص کا امتحان قیامت کے دن ہوگا۔

دیکھئے صحیح ابن حبان (الموارد: ۱۸۲۷) والصحیح للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۱۴۳۴)

تنبیہ: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

۵: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت (ید) ہاتھ کا اثبات ہے۔ ہم ان الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ

انھیں کسی قسم کی تشبیہ دیتے ہیں، اور یہی اہل سنت کا مسلک و مذہب ہے۔ اللہ کی صفت ”یَد“ کو تشابہات میں سے کہنا اہل بدعت کا

مسلک ہے۔

اور (سیدنا) ابو موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں (میں سے ہر ایک) کے لیے

دو گنا اجر ہے: ① اہل کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے

نبی اور (نبی) محمد ﷺ پر ایمان لائے۔

② وہ غلام جو اللہ اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے۔

③ وہ آدمی جس کی ایک لونڈی ہے جس سے وہ فائدہ

اٹھاتا ہے، پھر وہ اسے اچھے طریقے سے علم و ادب سکھا کر

آزاد کر دیتا ہے، پھر وہ اس سے (باقاعدہ) نکاح کر لیتا

ہے۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ متفق علیہ

[۱۱] وعن أبي موسى الأشعري ، قال : قال

رسول الله ﷺ : ((ثلاثة لهم أجران : رجل من

أهل الكتاب آمن بنبيه و آمن بمحمد ، والعبد

المملوك إذا أذى حق الله وحق موالیه ، ورجل

كانت عنده أمة يطؤها ، فأدبها فأحسن تأديبها ،

وعلمها فأحسن تعليمها ، ثم أعتقها فتزوجها فله

اجران .)) متفق عليه .

تخریج: صحیح بخاری (۹۷) صحیح مسلم (۱۵۴/۲۴۱) دار السلام: (۳۸۷)

فتاویٰ الحدیث:

۱: اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اپنے نبی پر سچا ایمان لائے، اپنے ایمان کو شرک و کفر سے آلودہ نہ

کرے اور آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صدق دل سے ایمان لے آئے تو اللہ کے ہاں اس کے لیے دو گنا اجر ہے۔

۲: شریعت اسلامیہ میں جو مردوں کے احکام ہیں، وہی عورتوں کے احکام ہیں الا یہ کہ تخصیص کی کوئی واضح اور مقبول دلیل موجود ہو،

اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل کتاب کی اسلام قبول کرنے والی عورتیں بھی اسی حدیث کے حکم میں شامل ہیں۔

۳: اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ

يُؤْتِكُمْ كَفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ ﴿٢٨﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، وہ اپنی رحمت سے تمہیں دوہرا اجر دے گا (سورۃ الحدید: ۲۸) آیت: ﴿٢٨﴾ اُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ ﴿٢٨﴾ انہیں دوگنا اجر ملے گا (القصص: ۵۴) بھی اس کی مؤید ہے۔

۴: خوبصورت آواز والے سیدنا ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ، مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ نے تریسٹھ (۶۳) احادیث بیان کی ہیں۔ آپ تریسٹھ سال کی عمر میں ۵۰ یا ۵۲ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ دیکھئے مرعاة المفاتیح (۵۴/۱) و مرعاة المصابیح (۱۵۲/۱)

۵: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنے آقا کی اطاعت کرنے والا غلام بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ اس حکم میں ہر وہ شخص شامل ہے، جو کتاب و سنت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے سربراہ اور افسر کی اطاعت کرتا ہے۔ تاہم یاد رہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی شخص کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔

۶: اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی زبردست فضیلت کا ذکر ہے، اور یاد رہے کہ سابق حدیث (۱۰) سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والا جہنم میں داخل ہوگا۔

۷: ”یعنی ان کی زندگی کے تمام عملوں کے اجر دوسرے لوگوں سے دوگنے ہوں گے۔ اگر دوسرے لوگوں کو دس گنا اجر ملے گا تو ان کو بیس گنا ملے گا۔ اگر ان کو سات سو گنا اجر ملے تو ان کو چودہ سو گنا ملے گا۔ پہلے آدمی کو اس لیے کہ اس نے دو شریعتوں پر عمل کیا، پہلی کے وقت بھی اس کی نیت یہ تھی کہ یہ حق ہے میں ہمیشہ اس پر قائم رہوں گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سامنے آگئی تو اس پر ایمان لایا پھر اس پر عمل کرتا رہا اور آخر تک کیا۔ دوسرے کو اس لیے کہ اس نے دو مالکوں کی اطاعت کی، ایک حقیقی مالک (اللہ) کی اور دوسرے مجازی مالک کی اور تیسرے کو اس لیے دو گنا اجر ہے کہ لونڈی اسی کی تھی حقوق زوجیت اس کو پہلے بھی حاصل تھے۔ پھر اس نے لونڈی کو علم سکھایا تہذیب سے روشناس کرایا۔ پھر آزاد کر کے اس کی حیثیت عرفی میں بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ پھر خود اس سے شادی کر کے اس کو اس گھر کی مالکہ بنا دیا جس گھر میں وہ صرف ایک خدمت گزار کی حیثیت رکھتی تھی“

(مشکوٰۃ مترجم و محشی: شیخ محمد اسماعیل سفینی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۲۳ طبع مکتبہ لیمانیا لاہور)

۸: اس حدیث اور دیگر دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔

۹: مشکوٰۃ میں مذکور الفاظ حدیث، امام بخاری کی کتاب الادب المفرد (۲۰۳) کی روایت سے مشابہ ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کا رواہ البخاری یا رواہ مسلم وغیرہ کہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ہو بہو یہ الفاظ اسی کتاب میں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ روایت اپنے مفہوم کے ساتھ کتاب مذکور میں بائیں الفاظ یا بہ اختلاف الفاظ موجود ہے۔

۱۰: اس حدیث سے تعلیم نسواں کا ثبوت ملتا ہے، عورتوں کو تعلیم دینا (اور لکھنا پڑھنا سکھانا) دوسرے دلائل سے بھی ثابت ہے بشرطیکہ (۱) یہ تعلیم کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو (۲) مردوں کے ساتھ عورتوں کو بٹھا کر مخلوط تعلیم نہ ہو۔ جس حدیث میں عورتوں کو لکھائی سیکھنے سے منع کیا گیا ہے وہ جعفر بن نصر العنبری (کذاب) کی وجہ سے موضوع ہے۔

دیکھئے اکامل لابن عدی (طبعة محققة ۳۹۵/۲) والموضوعات لابن الجوزی (۲۶۸/۲) کتاب الحجر وچین لابن حبان (۳۰۲/۲) وشعب الایمان للبیہقی (۲۴۵۴ ح ۲۷۷/۲) والموضوعات لابن الجوزی (۲۶۹/۲) میں اس کی ایک دوسری سند ہے جو محمد بن ابراہیم الشامی (کذاب) کی وجہ سے موضوع ہے۔ شعب الایمان (۲۴۵۳) میں عبد الوہاب بن الضحاک (کذاب) نے محمد بن ابراہیم الشامی کی متابعت کر رکھی ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”بل موضوع، و آفته عبد الوہاب، قال أبو حاتم: كذاب“ (تلخیص المستدرک ۳۹۶/۲ ح ۳۴۹۴) یہ موضوع روایات اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے، جس میں آیا ہے کہ شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ((ألا تعلمین هذه رقية النملة كما علمتها الكتابة.)) کیا تو اسے پھوڑے پھنسی کا دم نہیں سکھاتی جیسا کہ تو نے اسے (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا کو) لکھنا (پڑھنا) سکھایا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۸۸۷ و احمد: ۲۶۶۲ ح ۳۷۰۹۵ و الطحاوی فی معانی الآثار: ۳۲۶ ح ۳۲۶ و صحیح تلخیص نیل المقصود: ۷۷۷/۳)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا لکھنا پڑھنا سیکھنا اور سکھانا جائز ہے۔ والحمد للہ

[۱۲] وعن ابن عمر رضي الله عنهما ، قال قال رسول الله ﷺ: ((أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، وقيموا الصلاة ، ويؤتوا الزكاة ، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام ، وحسابهم على الله.)) متفق عليه .

اور (سیدنا عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار، نماز قائم اور زکوٰۃ ادا نہ کریں، جب وہ ایسا کر لیں تو ان کے خون (جانیں) اور اموال مجھ سے محفوظ رہیں گے سوائے حق اسلام کے، اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

متفق علیہ

مگر صحیح مسلم میں ”سوائے حق اسلام کے“ مذکور نہیں ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۲۵) صحیح مسلم [۱۲۹] (۲۲/۳۶)

فتاویٰ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے کے بعد، نماز اور زکوٰۃ، دین اسلام کے دو انتہائی اہم ارکان ہیں۔ ان ارکان کی ادائیگی کے بعد ہی لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہ سکتے ہیں، ورنہ ان کے خلاف بزور طاقت جہاد کیا جائے گا۔

۲: اسلام کے احکام ظاہر پڑتی ہیں، اگر کسی شخص نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا اور بظاہر ارکان اسلام پر عمل پیرا ہوا، نو اقص

اسلام کا ارتکاب نہیں کیا تو اسے دنیا میں اہل اسلام کے تمام حقوق حاصل ہوں گے، اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر باطن میں وہ کافرو منافق ہوا تو قیامت کے دن یہ ظاہری اسلام اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (دیکھئے مشکوٰۃ مترجم ج ۱ ص ۱۲۲ مع فوائد غزنویہ [تصرف لیسر])

۳: اُمرت (مجھے حکم دیا گیا) کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے سوا، کوئی حکم دینے والا نہیں ہے۔

۴: اس حدیث میں نماز سے مراد فرض نماز ہے۔ امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ جان بوجھ کر، کسی شرعی عذر کے بغیر فرض نماز ترک کرنے والے کو، اس کی حد میں قتل کیا جائے گا۔ جبکہ امام احمد کی طرف منسوب ہے کہ اس تارک نماز کو کفر اور ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور اس آخری قول کے استدلال میں نظر ہے۔ دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (۵۹/۱)

۵: بحق الاسلام سے مراد تمام وہ امور ہیں، جن کی سزا اسلام میں قتل ہے مثلاً: (۱) شادی شدہ زانی کا سنگسار ہونا (۲) قتل کا بدلہ قتل: قصاص (۳) مسلمان کا مرتد ہو جانا، وغیرہ جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۶: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان حاکم کو اجازت ہے کہ وہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرے، اور اسی طرح اس پر یہ لازم ہے کہ توحید کے ساتھ ساتھ نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ قائم کرے۔

۷: اس حدیث میں مرجیہ فرقی پر رد ہے، جو کہ اعمال کو ایمان میں داخل نہیں سمجھتے۔

۸: أقاتل الناس سے مراد ”أقاتل المشركين“ ہے جیسا کہ صحیح روایت سے واضح ہے۔

دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۹۲/۳) وسندہ صحیح، والسنن الجتبی للنسائی (۵۷/۷ ج ۱ ص ۳۹۷) وعلقہ البخاری (۳۹۳) بعضہ

۹: اس حدیث کے بعد صحیح مسلم میں ہے: ((من قال لا إله إلا الله و كفر بما يعبد من دون الله، حرم ماله ودمه و حسابہ علی اللہ)) جس شخص نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور غیر اللہ کی عبادت سے انکار کیا تو اس کا مال اور خون (بہانا) حرام ہے۔ اس کا حساب اللہ پر ہے۔ [۱۳۰] ۲۳/۳۷ معلوم ہوا کہ کفر و شرک سے انکار کن ایمان ہے۔

[۱۳] وعن أنس، أنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذلك المسلم الذي له ذمة الله و ذمة رسوله، فلا تخفروا الله في ذمته.)) رواه البخاري.

اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلے (مکہ) کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ شخص ایسا مسلم ہے کہ اس کے لئے اللہ و رسول کا ذمہ (حفاظت جان و مال) ہے۔ پس اللہ کے ذمے کو مت توڑو۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تصحیح صحیح بخاری (۳۹۱)

فقہ الحدیث:

۱: اللہ اور رسول کے ذمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اللہ و رسول کی امان، عہد اور ضمانت میں ہے۔ اس کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اسے تمام وہی حقوق میسر ہوں گے جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جب وہ ایسے جرم کا ارتکاب کرے گا جس کی سزا موت ہے تو اسے مسلمان حاکم و قاضی قتل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ نواقض اسلام کا ارتکاب کرے گا تو ثبوت و اقامت حجت کے بعد اس کے بنیادی حقوق ختم کر دیئے جائیں گے۔

۲: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام میں اعمال کا اعتبار ظاہر پر ہے۔ یعنی ظاہری طور پر ارکان اسلام ادا کرنے والا شخص ہی مسلم ہے، لہذا اس پر اسلام کے ظاہری احکام نافذ ہوں گے۔ رہا مسئلہ باطنی طور پر بھی مسلم و فرمان بردار ہونا تو یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

۳: ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں، جبکہ مرجیہ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ اعمال ضروری نہیں ہیں۔ اس حدیث سے ان مرجیہ پر بھی واضح رد ہوتا ہے۔

۴: اس حدیث اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نماز اسی طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ ﷺ (اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے نماز پڑھی ہے۔

۵: اہل قبلہ پر اہل اسلام کے احکام جاری ہیں، الا یہ کہ وہ کفر صریح اور نواقض اسلام کا ارتکاب کریں۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مرزا غلام قادیانی کذاب کے پیروکار، قادیانی مرزائی و لاہوری سب اہل اسلام (اہل قبلہ) سے خارج، کافر اور غیر مسلم ہیں۔ اس طرح کتاب و سنت اور اجماع سے جن لوگوں کا کافر و غیر مسلم ہونا ثابت ہے، وہ بھی اہل قبلہ اور اہل اسلام سے خارج ہیں۔

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی شخص) آیا اور کہا: آپ مجھے ایسا عمل سکھائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز میں اس کے ساتھ شرک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو، (ماہ) رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس جب وہ واپس چلا تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ متفق علیہ

[۱۴] وعن أبي هريرة، قال: أتى أعرابي النبي ﷺ، فقال: دلني على عمل إذا عملته دخلت الجنة، قال: ((تعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة المكتوبة، وتؤدي الزكاة المفروضة، وتصوم رمضان)) قال: والذي نفسي بيده! لا أزيد على هذا شيئاً ولا أنقص منه، فلما ولي، قال النبي ﷺ: ((من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۹۷) صحیح مسلم (۱۲/۵)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکانِ اسلام ادا کرنے والا شخص (اگر نواقضِ اسلام کا ارتکاب نہ کرے تو) ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ چاہے ابتدا سے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر کے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے یا اسے گناہوں کی سزا دے کر آخر کار جنت میں داخل کیا جائے۔ کافر و مشرک اگر توبہ کے بغیر مر گیا تو ابدی جہنمی ہے، جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲: حدیث میں مذکور اعرابی کے نام میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں سعد ہے اور بعض عبد اللہ بن اخرم کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی تحقیق میں اس سے مراد لقیط بن عامر یا ابن المنفق ہے۔

دیکھئے التوضیح للمسمات الجامع الصحیح لابن العجمی (قلمی ص ۸۲)

اعرابی کے نام میں اختلاف چنداں مضرب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ضرور بالضرور اس کا نام معلوم کیا جائے۔

۳: اللہ کی عبادت سے مراد اس پر ایمان، مکمل اطاعت اور شرک و کفر سے کلی اجتناب ہے۔

۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہ ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔

۵: احادیث سابقہ کی طرح یہ حدیث بھی مرجیہ کا زبردست رد ہے، جو اعمال کو ایمان سے خارج سمجھتے ہیں۔

۶: ایک روایت میں ایک چیز کا ذکر ہوا اور دوسری میں ذکر نہ ہوا تو اس حالت میں عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

۷: بعض لوگ اس حدیث سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ سنتیں اور نوافل ضروری نہیں ہیں۔ سیدنا سعید بن المسیب (تابعی) فرماتے

ہیں: ”أوتر رسول الله ﷺ وليس عليك وضحي وليس عليك وصلّي الضحى وليس عليك وصلّي قبل

الظهر وليس عليك“ رسول الله ﷺ نے وتر پڑھا ہے اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔ آپ نے قربانی کی اور یہ تجھ پر واجب نہیں

ہے۔ آپ نے چاشت کی نماز پڑھی، یہ تجھ پر ضروری نہیں ہے۔ آپ نے ظہر سے پہلے نماز پڑھی اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔

(مسند علی بن الجعد: ۹۳۵ و سندہ صحیح)

تاہم بہتر اور افضل یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کیا جائے اور تمام سنن ثابتہ کو اپنی زندگی میں اپنایا جائے۔

قیامت کے دن فرائض کی کمی سنن و نوافل سے پوری کی جائے گی اور صحیح احادیث میں نوافل و سنت ادا کرنے کی ترغیب اور فضیلت

بھی بہت زیادہ موجود ہے، لہذا انھیں بلا وجہ یا معمولی سمجھتے ہوئے ہمیشہ چھوڑنا ایک مذموم حرکت ہے۔

۸: رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے سے ہی انسان اپنے رب کے فضل سے جنت کا حق دار بن سکتا ہے۔

۹: مبشر بن ابی جحۃ کا عدد دس میں محصور نہیں ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث سے جن کا جنتی ہونا ثابت ہے وہ جنتی ہیں۔

۱۰: اللہ پر ایمان اور عقیدہ تو حید کے بعد ہی اعمالِ صالحہ فائدہ دے سکتے ہیں۔

اور (سیدنا) سفیان بن عبد اللہ الثقفی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی (جامع) بات بتائیں کہ آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر (اس پر) ثابت قدم ہو جاؤ۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۵] وعن سفیان بن عبد اللہ الثقفی ، قال قلت : یا رسول اللہ ! قل لی فی الإسلام قولاً لا أسأل عنه أحدًا بعدك ، وفي رواية : غيرك . قال : ((قل آمنت باللّٰه ، ثم استقم .)) رواه مسلم .

تصحیح: صحیح مسلم (۶۳/۳۸)

فقہ الحلیث:

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ دین اسلام کا اصل اور بنیادی رکن ایمان باللہ ہے۔ اللہ ہی معبود برحق، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، حاکم اعلیٰ اور قانون ساز ہے۔ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسول بھیجے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا تا کہ تم (ایک) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ جاؤ۔ (سورۃ النحل: ۳۶)

☆ طاغوت ہر شیطان، کاہن، جادوگر اور اس معبود باطل کو کہتے ہیں جو اپنی عبادت پر راضی ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب المیمنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

طاغوتوں کے سردار پانچ ہیں: (۱) شیطان (۲) ظالم حکمران جو اللہ کے احکام کو بدل دیں (۳) جو شخص اللہ کے نازل کردہ دین کے بغیر حکم چلائے اور فیصلے کرے (۴) جو شخص اللہ کے بغیر علم غیب کا دعویٰ کر دے (۵) جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت پر راضی ہو۔ (رسالہ معنی الطاغوت و أنواعہ مولفات الامام محمد بن عبدالوہاب ج ۱ ص ۳۷)

یاد رہے کہ توحید کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آدمی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گستاخیاں شروع کر دے آپ کے علم کو حیوانات، پاگلوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دینے لگے۔ معاذ اللہ ایسا آدمی موحّد نہیں بلکہ ملحد و زندیق ہے۔

توحید کا یہ لازمی نتیجہ اور رکن ہے کہ آدمی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بغیر افراط و تفریط کے صحیح ایمان لائے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے والہانہ محبت اور پیار کرے، آپ کی گستاخی کے تصور اور خیال سے بھی بہت دور بھاگے۔ نہ تو آپ کو الہ معبود بنا دے اور نہ آپ کے مقام، فضیلت و درجات میں کسی قسم کی کمی کرے۔ الخضر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام ہے۔ ہم سب آپ پر فدا ہوں۔ آمین

۲: یہ حدیث اس آیت کریمہ کے مطابق ہے جس میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ جن لوگوں نے کہا: اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہو کر کہتے ہیں: نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری ہو جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا تھا۔ (حم السجدہ: ۳۰)

نیز دیکھئے سورۃ الاحقاف: ۱۳۔

۳: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان دلی تصدیق، زبانی قول اور جسمانی عمل کا نام ہے، لہذا یہ حدیث بھی بدعتی فرقے مرجیہ کا رد ہے، جن کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ ان بدعتیوں کے نزدیک ایمان صرف زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔

۴: یہاں استقامت اور ثابت قدمی سے شرک و کفر اور تمام منہیات سے کلی اجتناب اور تمام ظاہری و باطنی طاعات (اعمال صالحہ) پر عمل مراد ہے۔

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تم استقاموا فلم یلتفتوا الیٰ الہ غیرہ“ پھر وہ ثابت قدم رہے، پس انھوں نے اللہ کے سوا کسی الہ (معبود) کی طرف دیکھا تک نہیں۔ (تفسیر طبری ج ۲۳ ص ۷۳ و سندہ صحیح)

مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”استقاموا علی طاعة اللہ“ وہ اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے۔ (تفسیر عبدالرزاق: ۲۷۰۶ و سندہ صحیح)

۵: اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ اضافہ ہے کہ سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں کس چیز کا آپ کو سب سے زیادہ خوف ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: ”یہ“ یعنی اس زبان کا خوف سب سے زیادہ ہے۔

(سنن الترمذی: ۲۴۱۰ وقال: هذا حدیث حسن صحیح بشعب الایمان للبیہقی: ۳۹۱۹ والزرہری صرح بالسماع عنہ)

اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔ ایک صحیح روایت میں کچھ الفاظ نہ ہوں اور دوسری صحیح

میں موجود ہوں تو دونوں روایتوں کو ملا کر ہی مسئلہ سمجھنا اور حجت ماننا چاہئے۔

(سیدنا) طلحہ بن عبید اللہ (القرشی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، اہل نجد میں سے ایک آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس شخص کی آواز کی

گنگناٹ تو سن رہے تھے مگر سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ حتیٰ کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا (اور بیٹھ

گیا، بعد میں ہم نے سنا کہ) وہ اسلام (کے احکام) کے بارے میں پوچھ رہا تھا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن

اور رات میں پانچ نمازیں (فرض ہیں) اس نے پوچھا: ان کے علاوہ مجھ پر کچھ اور بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں

مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نوافل پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۶] وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ، فَأَثَرَ الرَّأْسِ ، نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ ، حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ .

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ ؟ فَقَالَ : ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((وَ

صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ)) قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ ؟ قَالَ : ((لَا ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ : وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ ، فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ فَقَالَ : ((لَا ،

نے فرمایا: اور رمضان کے روزے (فرض ہیں) اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی روزے رکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے زکوٰۃ کے متعلق بھی بتایا (کہ فرض ہے) اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ لازمی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی صدقات دے دو۔ وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس چلا کہ اللہ کی قسم، میں ان (فرائض) میں سے نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا ہے تو یہ شخص کامیاب ہو گیا۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۴۶) صحیح مسلم (۱۱/۸)

فتاویٰ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کامیابی کا دار و مدار اعمال اور فرائض کی ادائیگی پر ہے۔ تاہم سنن و نوافل کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ جب فرائض میں کمی ہوگی تو سنن و نوافل کام آئیں گے، نیز احکام اسلام کا حقہ بجالانے کی فضیلت بھی واضح ہو رہی ہے۔

۲: اہل نجد والو آدمی کون تھا، حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ ابن بطلال اور ابن العجمی وغیرہما کا خیال ہے کہ وہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (شرح ابن بطلال ۱/۹۷ والنوایح لمصنوع الجامع الصحیح لابن العجمی، قلمی ص ۱۱۳)

۳: اسلام فرائض و اعمال کا نام ہے، لہذا معلوم ہوا کہ مرجیہ کا عقیدہ باطل ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے، جبکہ دوسری احادیث سے حج کا فرض ہونا ثابت ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اگر ایک دلیل میں کوئی مسئلہ مذکور نہیں اور دوسری دلیل میں وہ مسئلہ مذکور ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا، اس حالت میں عدم ذکر کوئی دلیل نہیں بنایا جائے گا۔

۵: بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وتر واجب نہیں بلکہ سنت موکدہ ہے۔

اس کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے: ”لَيْسَ الْوُتْرُ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ وَلَكِنَّهُ سُنَّةٌ فَلَا تَدْعُوهُ“

وتر (فرض) نماز کی طرح ضروری (واجب) نہیں ہے، لیکن یہ سنت ہے اسے نہ چھوڑو۔ (مسند احمد ۱/۷۰۷ ج ۱۰۷ ص ۸۲۲ وسندہ حسن)

ایک شخص ابو محمد نامی نے کہا: وتر واجب ہے تو سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (بدری صحابی) نے فرمایا: ”كَذَّبَ أَبُو مُحَمَّدٍ“

ابو محمد نے جھوٹ (یعنی غلط) کہا۔ (سنن ابی داؤد: ۴۲۰۰ و سنندہ حسن، مؤطا امام مالک ۱۲۳۱ و صحیح ابن حبان، موارد: ۲۵۲، ۲۵۳) ۶: عربی زبان میں بلند و سخت جگہ کو نجد اور پست اور نیچلی زمین کو غور کہتے ہیں۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۶۱۱، ۱۱۸۹) عرب کے علاقے میں بہت سے نجد ہیں۔ مثلاً نجد برق، نجد خال، نجد عفر، نجد کلب اور نجد مریج (دیکھئے معجم البلدان ۲۶۲/۵) تہامہ سے عراق کی زمین تک نجد ہے۔ (لسان العرب ۴/۳۱۳) جن احادیث میں قرن الشیطان، زلزلوں اور فتنوں والے نجد کا ذکر ہے، ان سے مراد نجد العراق ہے۔ دیکھئے ”اکمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان“ (از حکیم محمد اشرف سندھو) اور ”فتنوں کی سر زمین نجد یاعراق“ (از رضاء عبدالکریم) نیز دیکھئے راقم الحروف کی کتاب ”الاتحاف الباسم تحقیق و شرح مؤطاً امام مالک روایت ابن القاسم“ (ص ۳۵۱-۳۵۲) حدیث ہذا میں جس نجدی کا ذکر ہے وہ جلیل القدر صحابی (ضمام بن ثعلبہ) رضی اللہ عنہ ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے (نمبر ۲) نیز دیکھئے الاصابہ (ص ۶۲۷-۶۲۸) (۴۳۴۲)

(سیدنا عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبدالقیس (قبیلہ) کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں، یا کون سا وفد ہے؟ انھوں نے کہا: ربیعہ (کا قبیلہ) آپ نے فرمایا: اس قوم یا وفد کو خوش آمدید ہو، (تم) نہ ذلیل ہو گے اور نہ شرمندہ، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) میں ہی آسکتے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ کے کافروں کا علاقہ ہے، آپ ہمیں ایسی جامع بات بتائیں جو ہم اپنے قبیلے میں واپس جا کر لوگوں تک پہنچا دیں اور ہم سب جنت میں داخل ہو جائیں۔ انھوں نے آپ سے پینے پلانے والے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ پس آپ نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کر دیا۔ آپ نے انھیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی

[۱۷] وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ الْقَوْمُ أَوْ مَنْ الْوَفْدُ؟)) قَالُوا: رَبِيعَةُ قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ - غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى.)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كَفَّارٍ مُضَرٍّ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَضَلَّ نَجْبَرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرَبَةِ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحَدَهُ، قَالَ: ((أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحَدَهُ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تَعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمْسَ)) وَنَهَاَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنِ الْحَتْمِ وَالذُّبَابِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُرْزَقَةِ وَقَالَ: ((أَحْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَأَيْكُمْ.)) مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَنُفِذَ لِلْبَحَارِيِّ.

گواہی دینا کہ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دے دو۔ آپ نے انھیں چار چیزوں سے منع کر دیا:

① ہرے سیاہ رنگ کے ٹھیکرے والا گھڑا جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

② کدو کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

③ پیالہ نما کڑی کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

④ تارکول والے برتن جن میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

متفق علیہ، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

تخریج ۸: صحیح بخاری (۵۳) صحیح مسلم (۱۷/۲۴)

فقہ الحادیث:

- ۱: حصولِ علم اور جنت میں جانے کا جذبہ کس قدر صادق ہے کہ ہر قسم کی آزمائش کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میلوں کا سفر طے کیا، اسی طرح معرفتِ حق کے بعد دوسرے تک پہنچانے کا جذبہ بھی لائقِ تحسین ہے۔ سبحان اللہ
- ۲: اس حدیث میں واضح ثبوت ہے کہ اعمالِ ایمان میں داخل ہیں۔ نبی ﷺ نے نماز، زکوٰۃ، روزوں اور مالِ غنیمت کی ادائیگی کو ایمان میں سے قرار دیا ہے۔ اس فرمانِ نبوی کے سراسر برعکس گمراہ فرقہ مرجیہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اعمالِ ایمان سے خارج ہیں!!
- ۳: سلام و کلام کے بعد مہمانوں کو خوش آمدید کہنا صحیح ہے۔ نیز شہادت سے بچنے میں ہی احتیاط ہے۔
- ۴: نبی ﷺ کی احادیث یاد کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچانا جنت میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس حدیث سے محدثین کرام کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے۔
- ۵: سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں تین باتوں سے منع کیا تھا، اب میں تمہیں ان کے بارے میں حکم دیتا ہوں، میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا، اب ان کی زیارت کو چلے جایا کرو، یقیناً ان کی زیارت میں عبرت اور نصیحت ہے۔ میں نے تمہیں چمڑے کے برتنوں کے علاوہ کئی برتنوں میں پینے سے روکا تھا، تو (اب) ہر قسم کے برتنوں میں پی سکتے ہو لیکن کوئی نشہ آور چیز مت پیو۔ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد استعمال کرنے سے روکا تھا، اب اُسے کھا سکتے ہو اور اپنے سفر میں اُس سے فائدہ اٹھاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن ابی داؤد: ۳۶۹۸ واللفظ لہ)
- اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ منسوخ ہے۔ واللہ اعلم
- ۶: بعض اوقات مومن کمزور بھی ہو سکتا ہے، مگر اسے ہر حال میں کتاب و سنت پر ڈٹا رہنا چاہئے۔

(سیدنا) عبادہ بن الصامت (البدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد صحابہ کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ آپ نے فرمایا: میری اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہیں کرو گے۔ نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اپنے آگے پیچھے بہتان گھڑ کر نہ پھیلاؤ گے، معروف میں نافرمانی نہ کرو گے جس نے ان احکامات کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ اور جو شخص ان گناہوں میں (شرک کے علاوہ) مبتلا ہوا تو اگر دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہی اُس کے لئے کفارہ ہے اور جو شخص ان گناہوں کا مرتکب ہوا، پھر اللہ نے دنیا میں اس پر پردہ ڈال لے رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے تو وہ اسے معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے۔ پس ہم نے ان امور پر آپ (ﷺ) کی بیعت کر لی۔ متفق علیہ

[۱۸] وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: ((بِأَعْيُنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ.))
فَبِأَعْيُنِهِ عَلَى ذَلِكَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

تصريح: صحیح بخاری (۱۸) صحیح مسلم (۱۷۰۹/۴)

فقہ الحلیہ:

- ۱: اس حدیث میں وارد شرائط بیعت کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ دیکھئے سورۃ الممتحنہ آیت: ۱۲
- ۲: شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑا (اکبر الکبائر) گناہ شرک ہے، جس کی مغفرت نہیں ہے۔ باقی گناہ اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
- ۳: جس شخص پر دنیا میں (اسلامی حکومت کی طرف سے) حد یا تعزیر قائم ہو جائے تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مسند احمد (۲۱۴/۵، ۲۱۵) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۳۲۸/۸، ۳۲۹) ومرعاۃ المفاتیح (۷۷۱) والموسوعة الحدیثیہ (۱۹۲/۳۶-۱۹۳)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ توبہ بھی ضروری ہے، مگر راجح یہی ہے کہ اقامت حد ہی کفارہ ہے۔ واللہ اعلم مستدرک الحاکم (۳۶۱/۱۰۴) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا أَدْرِي أَلْحُدُودُ كَفَّارَاتٌ لِأَهْلِهَا أَمْ لَا.)) مجھے معلوم نہیں ہے کہ حدود سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے یا نہیں۔ (دسنده صحیح و صحیحہ الحاکم علی شرط الشیخین ووافقه الذہبی) ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو بعد میں حدود کے کفارات ہونے کی اطلاع بذریعہ وحی دے دی گئی تھی۔

۴: کتاب وسنت کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں بیعت صرف دو قسم کی ہے: (۱) نبی کی بیعت (۲) خلیفہ کی بیعت یا درہے کہ جو صوفی حضرات اپنے پیروں کی بیعت وغیرہ کرتے رہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ یہی صوفیانہ بیعتوں والے کبھی خلیفہ اور کبھی خلیفہ مجاز اور کبھی مہدی وغیرہ کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ اسی طرح پارٹیوں کی بیعتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، یہ سب بیعتیں بدعت یعنی مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو صوفیوں، حزبیوں اور خارجیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اور (سیدنا) ابو سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ عید گاہ تشریف لے گئے تو آپ (ﷺ) نے عورتوں کے پاس تشریف لا کر فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقے کرو کیونکہ میں نے تمہاری (عورتوں کی) اکثریت کو (جہنم کی) آگ میں دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگیں: کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ (ﷺ) نے فرمایا: تم لعن (وطعن) بہت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا جو عقل و دین کے نقصان (کمی) کے باوجود عقل مند مرد کی عقل کو اچک کر پاگل کر دے۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: یہ اس کی عقل کا نقصان ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا جب عورت کو حیض ہو تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ (ﷺ) نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔ متفق علیہ

[۱۹] وعن أبي سعيد الخدری، قال: خرج رسول الله ﷺ في أضحیٰ أو فطر إلى المصلی فمر علی النساء، فقال: ((یا معشر النساء! تصدقن، فإني أرى تنکن أكثر أهل النار)) فقلن: وبم یارسول الله؟ قال: ((تکثرن اللعن، وتکفرن العشیر، مارأیت من ناقصات عقل و دین أذهب للب الرجل الحازم من إحداهن)) قلن: ما نقصان دیننا وعقلنا؟ یا رسول الله! قال: ((ألیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟)) قلن: بلی قال: ((فذلك من نقصان عقلها)) قال: ((ألیس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟)) قلن: بلی. قال: ((فذلك من نقصان دینها)) متفق علیہ.

تشریح: صحیح بخاری (۳۰۴) صحیح مسلم (۸۰/۱۳۲)

فقہ الحدیث:

۱: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں پر بحیثیت مجموعی برتری حاصل ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ مرد عورتوں پر نگران ہیں۔ (سورۃ النساء: ۳۴)

۲: نماز دین اسلام کا ایک (یعنی دوسرا) بنیادی رکن ہے، چونکہ نماز عمل کا نام ہے، لہذا ثابت ہوا کہ نماز اعمال دین (یعنی ایمان) میں سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ اور اللہ تمہارے ایمان (یعنی نمازیں) ضائع نہیں کرے گا۔

(سورۃ البقرہ: ۱۲۳)

۳: عورت ایام حیض میں نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ اس کے لئے دین کے یہ دونوں کام، اس حالت میں ممنوع ہیں۔ دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ ایام حیض گزرنے کے بعد وہ روزوں کی قضا تو کرے گی، لیکن نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

۴: آپ ﷺ نے کب عورتوں کو جہنم میں دیکھا تھا؟ اس کا ذکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے سورج گرہن والی نماز کے دوران میں عورتوں کو جہنم میں دیکھا تھا۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۰۵۲) صحیح مسلم (۱/۹۰۷) و أضواء المصباح (۱۲۸۲)

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر آدمی کو بہتر (۷۲) حوریں اور سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد سے دو عورتیں ملیں گی۔

(مسند ابی یعلیٰ بحوالہ النہایہ فی الفتن والملاحم/۱۷۷ ج ۱۹۸ تحقیقی، و تحقیق ثانی ج: ۵۳، والمطلوبات للطبرانی ج: ۳۶/۱ المعجم الکبیر ۲۵/۶۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ہوں گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے، اس کا راوی اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ضعیف الحفظ (تقریب التہذیب: ۴۴۲)

اس روایت کی سند متصل نہیں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لا یصح“ صحیح نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی ۱/۲۷۸ و سندہ صحیح)

۵: اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدمی ہے۔ یعنی ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ﴾ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں [کی گواہی پیش کرو۔] (سورۃ البقرہ: ۲۸۲)

تنبیہ: جن امور کا تعلق خاص عورت سے ہے مثلاً بچے کو دودھ پلانا وغیرہ تو اس میں ایک عورت کی گواہی بھی مقبول ہے اور اسی طرح قبول روایت میں ایک ثقہ عورت کی گواہی مقبول ہے۔

۶: مسلمان کا مسلمان پر لعنت بھیجا حرام ہے، اگرچہ جس پر لعنت بھیجی جا رہی ہے وہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں ایک شرابی پر کسی نے لعنت بھیجی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لا تلعنوه)) اس پر لعنت نہ بھیجو۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۰)

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ متعین زندہ کافر پر بھی لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کافر مر جائے اور اس بات کا یقینی ثبوت ہو کہ وہ

کافر پر مرے تو پھر اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے، جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ کافروں پر لعنت بھیجنا بالاجماع جائز ہے۔

کسی متعین انسان کا نام لئے بغیر عام لعنت بھیجی جاسکتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے شرابی اور سودی پر لعنت بھیجی ہے۔
دیکھئے سنن ابی داؤد (۳۶۷۵) صحیح مسلم (۱۵۹۷، ۱۵۹۸)

[۲۰] وعن أبي هريرة ، قال: قال رسول الله ﷺ: ((قال الله تعالى: كذبنى ابن آدم ولم يكن له ذلك، وشممني ولم يكن له ذلك؛ فأما تكذيبه إياي فقوله: لن يعيدني كما بدأني، وليس أول الخلق بأهون علي من إعادته - وأما شتمه إياي فقوله: اتخذ الله ولدًا، وأنا الأحد الصمد الذي لم ألد ولم أولد، ولم يكن لي كفوًا أحد))

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ جائز نہیں تھا، اور اس (ابن آدم) نے مجھے گالیاں دیں، حالانکہ اس کے لئے یہ جائز نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: جس طرح اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے اس طرح دوبارہ (پیدا کر کے) نہیں لوٹائے گا۔ حالانکہ میرے لئے دوبارہ پیدا کرنا پہلے پیدا کرنے سے مشکل نہیں ہے (یعنی میرے لئے پہلے پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا دونوں آسان ترین ہیں) رہا اس (ابن آدم) کا مجھے گالیاں دینا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو) بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں اکیلا بے نیاز ہوں، نہ کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا ہے اور میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ [اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔]

تخریج: صحیح بخاری (۴۹۷۴)

[۲۱] وفي رواية عن ابن عباس: ((وأما شتمه إياي فقوله: لي ولد، وسبحاني أن اتخذ صاحبة أو ولدًا)) رواه البخاري.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی روایت میں آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا: اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: میرا (خدا کا) بیٹا ہے، حالانکہ میری شان پاک ہے، نہ میری کوئی بیوی ہے اور نہ میرا کوئی بیٹا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۲۲۸۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: عیسائی پوسی حضرات یہ کہتے پھرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے۔ آپ اولاد آدم میں سے، اور داود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔
- صلیب کے پجاری عیسائی حضرات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے اور سمجھنے کی وجہ سے خدا کو گالیاں دیتے ہیں۔
- ۲: مشرک شرک کرتا ہے اور اپنے شرک کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کو گالیاں دیتا ہے۔
- ۳: تمام اہل اسلام اور متبعین انبیاء کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ قیامت کے بعد تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے گا اور اللہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔ جو شخص اس عقیدے کا انکار کرتا ہے وہ اپنے خالق و مالک، اللہ تبارک و تعالیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہے، اور یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا سمجھنے والا شخص کائنات کا بدترین کافر ہے۔
- ۴: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جنہیں احادیث قدسیہ کہتے ہیں۔ یہ احادیث تقریباً ایک سو سے زیادہ ہیں۔ حدیث قدسی اور قرآن مجید میں یہ فرق ہے کہ حدیث قدسی وحی غیر منلو ہے جو الہام، خواب یا فرشتے کے ذریعے سے بالمعنی یا باللفظ آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے بتائی گئی ہے، جبکہ قرآن مجید سارے کاسارا وحی منلو ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا ہر لفظ، اللہ کا کلام ہے اور نبی ﷺ تک متواتر ہے۔
- نیز دیکھئے مرعاة المفاتیح (۸۳/۱)
- ۵: اللہ رب العزت کتنا بے نیاز ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی دنیا میں ڈھیل دے رہا ہے، جو اسے گالیاں دیتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ ڈھیل ان لوگوں کی موت تک ہے۔ مرنے کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ دکھ دینے والے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔
- ۶: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے، بس الفاظ میں معمولی اختلاف ہے۔ ہر ایک نے جو سنا ہے وہ یاد رکھا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ایک روایت میں ایک چیز کا ذکر ہو اور دوسری میں ذکر نہ ہو تو عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔
- ۷: روایت بالمعنی بھی جائز ہے۔

[۲۲] وعن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: (سيدنا) ابو هريره (رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور (حالانکہ) میں زمانہ (یعنی زمانے کا خالق) ہوں۔ اختیار میرے ہی ہاتھ میں ہے، رات اور دن کو میں ہی تبدیل کر رہا ہوں۔ متفق علیہ .

الدھر ، بیدی الأمر ، أقلب الليل والنهار))

تخریج: صحیح بخاری (۳۸۲۶ واللفظ لہ) صحیح مسلم (۲/۲۲۴۶)

فقہ الحدیث:

- ۱: اللہ کو تکلیف دینے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔
 - ۲: مطلقاً زمانے کو برا کہنا، یعنی گالیاں وغیرہ دینا ممنوع ہے، کیونکہ زمانے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اس سے یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ اعتراض کرنے والا زمانے کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے۔ معاذ اللہ
 - ۳: دہریہ عقائد والے کفار زمانے کو برا کہتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول منقول ہے: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ یعنی ہمیں صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ (سورۃ الجاثیہ: ۲۴) انہی کی پیروی کرتے ہوئے بعض جاہل عوام زمانے کو برا کہہ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ ایسی حرکتوں سے کلی اجتناب کرنا چاہئے۔ ہر انسان پر فرض ہے کہ وہ ان تمام کاموں سے بچے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔
 - ۴: صرف ایک اللہ ہی مدبر اور متصرف ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ جو لوگ اس کے شریک بنا لیتے ہیں، ان شریکوں سے اللہ پاک ہے۔
 - ۵: بعض روایتوں میں زمانے کی مذمت بھی آئی ہے، مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ ((لایأتی علیکم زمان إلا والذی بعده أشرم منه)) تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد والا زمانہ اس کی بہ نسبت زیادہ شر والا (خراب) ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶۸)
- ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اچھا زمانہ ہو یا بظاہر برا زمانہ، سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں زمانے کو برا نہیں کہا گیا اور نہ گالیاں دی گئی ہیں۔

(سیدنا) ابو موسیٰ الأشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایذا (تکلیف) کی باتیں سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں۔ (عیسائی اور مشرکین) یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، پھر (اس کے باوجود) اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور عافیت (صحت) میں (بھی) رکھتا ہے۔ متفق علیہ

[۲۳] وعن أبي موسى الأشعري ، قال : قال رسول الله ﷺ : ((ما أحد أصبر على أذى يسمعه من الله ، يدعون له الولد ، ثم يعافيهم ويرزقهم)) متفق عليه .

تخریج: صحیح بخاری (۷۳۷۸) مسلم (۲۸۰۴/۲۹)

فقہ الحدیث:

- ۱: اللہ کے صبر کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہونے کے باوجود کافروں اور مشرکوں کو ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو سب کافروں اور مشرکوں کو آن واحد میں تہس نہس کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَمْدُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ اور وہ انھیں ڈھیل دیتا ہے تو وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۵)

۲: اللہ کو ایذا اور تکلیف دینے سے مراد مشرکین کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کی اولاد ہے۔ یعنی مشرکین اپنے شرک کی وجہ سے اپنے رب کو ناراض کر دیتے ہیں۔

۳: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا فروں اور مشرکوں کو بھی رزق و خوشیاں دیتا ہے، لیکن مرنے کے بعد ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ مرنے کے بعد رزق اور خوشیاں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لاتے ہیں، شرک و کفر نہیں کرتے، قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

۴: صبر کرنا بہترین عمل ہے۔ رب کریم فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُوقِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر (بہترین بدلہ) بے حد و حساب دیا جائے گا۔ (سورہ الزمر: ۱۰)

۵: سب گناہوں سے بڑا گناہ شرک ہے۔ مشرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا توابدی جہنمی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (سورۃ المائدہ: ۷۲)

[۲۴] وعن معاذ، قال: كنت ردف رسول الله ﷺ على حمار، ليس بيني وبينه إلا مؤخرة الرحل، فقال: ((يا معاذ! اهل تدري ما حق الله على عباده؟ وما حق العباد على الله؟)) قلت: الله ورسوله أعلم. قال: ((فإن حق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئاً، وحق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئاً)) فقلت: يا رسول الله! أفلا أبشر به الناس؟ قال: ((لا تبشروهم فيتكلوا)) متفق عليه.

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (عفیر نامی) گدھے (کے کجاوے) پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی ہی تھی۔ پس آپ (ﷺ) نے فرمایا: اے معاذ! کیا تجھے پتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس بے شک، اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کریں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو کسی چیز میں (بھی) شرک نہیں کرتا، تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنادوں؟ آپ نے فرمایا: انھیں بشارت نہ دو ورنہ وہ اسی پر توکل کر لیں گے۔ متفق علیہ

تشریح: صحیح بخاری (۲۸۵۶) صحیح مسلم (۴۹، ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: صرف اللہ ہی کی عبادت کرنا اور ہر قسم کے شرک سے مکمل اجتناب انتہائی اہم مسئلہ اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اس عظیم الشان عقیدے پر اہل توحید ساری زندگی ثابت قدم رہتے ہیں اور ہر وقت کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔
- ۲: اللہ تعالیٰ کا اہل توحید سے یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اگر بعض موحدین کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا تو بعد میں ایک دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں جہنم سے نکال کر ابدی جنت میں داخل فرمائے گا۔
- ۳: ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے سے افضل انسان کا کما حقہ احترام کرے۔ تمام معاملات میں اپنے آپ کو اس سے برتر ثابت کرنے کے بجائے، اسے اپنے آپ پر ترجیح دے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر، چاہے وہ عوام میں سے ہو یا طلباء میں سے، یہ لازم ہے کہ علمائے حق کا احترام و ادب کرے۔
- ۴: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ نیک اعمال کرنا چھوڑ دیں۔ اسی وجہ سے اسے عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کی غلط فہمی، فتنے اور دیگر مضر اثرات کے خوف کی وجہ سے بعض نصوص صحیحہ کا عام لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے اور اگر بیان کیا جائے تو ان کی صحیح تشریح اور مفہوم بھی سمجھا دینا چاہئے۔
- ۵: اللہ کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق اس کی عبادت کی جائے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے۔ اگر اعمال صالحہ کو ترک کر کے اور کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی عبادت کی جائے تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی وزن نہیں ہے، جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔
- ۶: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے باوجود یہ حدیث کیوں بیان کی تھی؟ اس کا ذکر آنے والی حدیث (۲۵) کے تحت آ رہا ہے۔ والحمد للہ

(سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سواری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معاذ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔

[۲۵] وعن أنس عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ، ومعاذ ردیفہ علی الرحل ، قال: ((يامعاذ!)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك - قال: ((يامعاذ!)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك - ثلاثاً - قال قال: ((مامن أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، صدقاً من قلبه إلا حرمه الله على النار.)) قال: يا رسول الله! أفلا أخبر به الناس فيستبشروا؟ قال: ((إذا يتكلموا.)) فأخبر بها معاذ

عند موتہ تأثماً - متفق علیہ .

ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جو کوئی بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اللہ اس پر (جہنم کی) آگ حرام کر دیتا ہے۔

انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں؟ تاکہ وہ خوش ہو جائیں! آپ نے فرمایا: تو وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔

یہ حدیث (سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے بیان کی تھی۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۱۲۸) صحیح مسلم (۳۲/۵۳) ودارالسلام (۱۲۸)

فقہ الحلالیث:

۱: سیدنا معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے یہ حدیث بیان فرمادی تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من کتم علماً تلجم بلجام من نار یوم القیامة)) جو شخص علم چھپائے گا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۹۵، الموارد: ۹۵)

۲: علماء کرام نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ سیدنا معاذ (رضی اللہ عنہ) نے یہ حدیث چند خاص لوگوں کے سامنے بیان کی تھی، اور حدیث میں ممانعت عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی ہے، یا یہ کہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم

۳: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا زبانی اقرار کافی نہیں، بلکہ دلی یقین کے ساتھ اس کا اقرار اور اس پر عمل بھی ضروری ہے۔

۳: احادیثِ نبویہ کا بیان کرنا دین وایمان میں سے ہے۔

۴: کوئی اہم بات بتانے کے لئے سامعین کو اچھی طرح متوجہ کرنا مسنون ہے، تاکہ وہ پوری یکسوئی اور توجہ کے ساتھ سن لیں۔

(سیدنا) ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ سفید کپڑے میں سوئے ہوئے تھے۔ پھر میں (دوبارہ) آیا تو آپ جاگ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور پھر اسی پر فوت ہو جاتا ہے تو وہ (ضرور) جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے پوچھا: اگرچہ وہ

[۲۶] وعن أبي ذر قال: أتيت النبي ﷺ وعليه ثوب أبيض وهو نائم ثم أتيتهُ وقد استيقظ فقال: ((مامن عبدٍ قال لا إله إلا الله ، ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة .)) قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: ((وإن زنى وإن سرق)) قلت: وإن زنى وإن

زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ ابوذکری ناک خاک آلود ہو جائے۔ (سیدنا) ابوذکری (رضی اللہ عنہ) جب یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے تھے: اگرچہ ابوذکری ناک خاک آلود ہو جائے۔ متفق علیہ

سرق؟ قال: ((وإن زنى وإن سرق)) قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: ((وإن زنى وإن سرق على رغم أنف أبي ذر)) وكان أبو ذر إذا حدث بهذا قال: وإن رغم أنف أبي ذر. متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۵۸۲۷) صحیح مسلم (۹۴/۱۵۴) وترقیم دارالسلام: ۲۷۳، ۲۷۴
فقہ الحلالیث:

۱: معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن آخر کار رب کریم کی مغفرت سے ضرور جنت میں جائے گا۔ جنت میں جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گناہ کا کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو گناہ معاف فرمادے اور اگر چاہے تو سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کر دے، لہذا گناہ گار ابدی جہنمی نہیں ہے۔

۲: یہ حدیث خوارج و معتزلہ کا رد ہے، کیونکہ وہ زنا اور چوری کرنے والے کو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں۔

۳: ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب زانی زنا کرتا ہے تو وہ (اس وقت) مومن نہیں ہوتا، اور جب چوری کرتا ہے تو (اس وقت) وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۴۵، صحیح مسلم: ۱۰۵۷۱ و أضواء المصباح: ۵۳)

لہذا ہر مومن پر لازم ہے کہ تمام کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے ہمیشہ اجتناب کرے۔

۴: تصدیق کے لئے بات دھرانا جائز ہے۔

(سیدنا) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، اور بے شک (سیدنا) عیسیٰ (ابن مریم علیہا السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اس کی بندی

[۲۷] وعن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله ﷺ: ((من شهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله، وأن عيسى عبد الله ورسوله وابن أمته وكلمته ألقاها إلى مريم، وروح منه، والجنة حق والنار حق. أدخله الله الجنة على ما كان من العمل)) متفق عليه.

(مریم علیہا السلام) کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس (اللہ) نے مریم (علیہا السلام) کی طرف القاء کیا اور اس کی (پیدا کردہ) روح ہیں۔ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے، تو اللہ سے (ضرور) جنت میں داخل کرے گا، چاہے اس کے اعمال جیسے بھی رہے ہوں۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۳۴۳۵) صحیح مسلم (۲۸/۱۴۰)

فقہ الحدیث:

۱: معلوم ہوا کہ ارکان اسلام و شرائط ایمان کی بہت سی شائیں ہیں، جو قرآن و حدیث میں بیان کر دی گئی ہیں۔ ان سب پر ایمان لانے کے بعد ہی اللہ کے فضل سے آدمی جنت میں داخلے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جو شخص شرائط و ارکان ایمان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دے تو ایسا شخص جنت میں داخلے کا حقدار نہیں بلکہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنمی ہے۔

۲: اس حدیث پاک میں یہود و نصاریٰ کا بیک وقت رد کیا گیا ہے۔ یہودی حضرات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول نہیں مانتے اور عیسائی حضرات انھیں اللہ کا بندہ نہیں مانتے، بلکہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ”عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

۳: ”کلمۃ اللہ“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلمے ”کُنْ“ سے باپ کے بغیر پیدا فرمایا ہے۔

”روح منہ“ کا مطلب ”اللہ کی پیدا کردہ اور پھونکی ہوئی روح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ اور اسی نے تمہارے لئے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور

جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی (کے پیدا کرنے) میں سے ہے۔ (الانبیاء: ۱۳)

جو مطلب ”جمیعاً منہ“ میں ”منہ“ کا ہے وہی مطلب ”روح منہ“ میں ”منہ“ کا ہے۔

۴: اس صحیح حدیث سے معتزلہ و خوارج کا رد ہوتا ہے، جو کبیرہ گناہ کرنے والوں کو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں۔

۵: مشہور جلیل القدر تابعی حسن بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ ”عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے (سب

اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے) اللہ کی قسم وہ اب اللہ کے پاس زندہ ہیں، جب وہ نازل ہوں گے، تو سب لوگ آپ پر

ایمان لے آئیں گے۔“ (تفسیر طبری ۱۴۶/۱۷۱ و سندہ صحیح)

اسی پر خیر القرون کا اجماع ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم الناصری علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہوں گے جیسا کہ صحیح

حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے کشف الاستار عن زوائد الہمز ۱۴۲/۱۴۱ھ ۳۳۹۶ و سندہ صحیح، اور الحدیث حضور: ۲، ۳، ۴، ۶)

ابوالحسن الاشعری (متوفی ۳۲۴ھ) اپنی مشہور کتاب ”الابانۃ“ میں لکھتے ہیں: ”وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰی أَنَّ اللَّهَ رَفَعَ عِيسَىٰ اِلٰی

السماء“ اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ بے شک اللہ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

(ص ۳۴ باب ذکر الاستواء علی العرش)

۶: اس حدیث میں قرآن مجید، آخرت اور دیگر ارکانِ ایمان و شرائطِ ایمان کا ذکر نہیں ہے، جب کہ دوسرے دلائل میں ان کا ذکر موجود ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اگر بعض دلائل میں کسی چیز کا ذکر موجود ہو اور دوسرے دلائل میں موجود نہ ہو تو عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

۷: جنت اور جہنم حق ہیں اور دونوں موجود ہیں، لہذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ جنت و جہنم کا وجود نہیں وہ باطل اور گمراہی پر ہے۔

[۲۸] وعن عمرو بن العاص، قال: أتيت النبي ﷺ، فقلت: ابسط يمينك فلأبأبئك، فبسط يمينه، قال: فقبضت يدي، فقال: ((مالك يا عمرو؟)) قلت: أردت أن اشترط. فقال: ((تشرط ماذا؟)) قلت: أن يغفر لي. قال: ((أما علمت يا عمرو! أن الإسلام يهدم ما كان قبله، وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها، وأن الحج يهدم ما كان قبله!)) رواه مسلم. والحدیثان المرویان عن أبي هريرة، قال: ((قال الله تعالى: أنا أغنى الشركاء عن الشرك)) والآخر: ((الكبرياء ردائي.)) سنذکر ہما فی باب الریاء و الکبر إن شاء الله تعالیٰ .

اور (سیدنا) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: آپ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں، تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا۔ پس میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ نے پوچھا: اے عمرو! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: ایک شرط طے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم کیا شرط رکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ کہ میری مغفرت (بخشش) ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تجھے پتہ نہیں کہ اسلام (قبول کرنا) سابقہ (تمام گناہ) ختم کر دیتا ہے اور ہجرت اپنے گذشتہ (تمام گناہ) ختم کر دیتی ہے اور حج اپنے اگلے (تمام گناہ) ختم کر دیتا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے دو حدیثیں مروی ہیں:

(۱) قال الله تعالى: أنا أغنى الشركاء عن الشرك
(۲) الكبرياء ردائي، انھیں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب الریاء و الکبر میں ذکر کریں گے۔ دیکھئے (ح ۵۳۱۵، ۵۱۱۰)

تصحیح: صحیح مسلم (۱۲/۱۹۲، بطولہ)

فقہ الحدیث:

۱: ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی زندگی میں آپ کی اور آپ کی وفات کے بعد اولوالامر (امراء) کی بیعت دائیں ہاتھ سے کی جاتی

تھی۔ سیدنا عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں: ”نرون کفی هذه، فأشهد أنني وضعتها على كف محمد ﷺ“، تم میری ہتھیلی دیکھتے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے (سیدنا) محمد ﷺ کی ہتھیلی پر (بیعت کے لئے) رکھا تھا۔

(مسند احمد ۱۸۹/۴ ج ۸۳۲ ۷۸۳۲۷۸۳۲، وأخطأ من أعله، وأوردته الضياء في المختار ۵۹/۹)

لہذا صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ جائز و مشروع بلکہ افضل ہے۔ دیوبندیوں کے ایک بڑے عالم محمود حسن گنگوہی صاحب ایک شخص کے استفسار پر مصافحہ کے بارے میں کہتے ہیں: ”ایک ہاتھ سے بھی صحیح ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی، دونوں قول کو کب الدرر ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہیں“ (ملفوظات فقیر الامت ج ۷ ص ۲۳)

صحیح بخاری میں ہے کہ ”وصافح حماد بن زيد ابن المبارك بیدیه“ اور حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔ (کتاب الاستئذان باب الاخذ باليدین قبل ج: ۶۲۶۵)

لہذا اگر کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ عام مرفوع احادیث سے استنباط کرتے ہوئے صرف ایک (دائیں) ہاتھ سے ہی مصافحہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

فائدہ: ثابت البنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کنا إذا أتينا أنس بن مالك، فإذا رآنا دعا بدهن طيب، فيمسح به يديه ليصافح به إخوانه“، ہم جب (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے پاس آتے، جب وہ ہمیں دیکھتے تو خوشبودار تیل منگواتے پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر ملتے تاکہ اس (خوش بودار تیل) کے ساتھ اپنے بھائیوں سے مصافحہ کریں۔

(کتاب الزهد لابن حاتم الرازی ص ۶۷ و سندہ صحیح)

اسی روایت کی دوسری سند میں ثابت البنانی رحمہ اللہ سے آیا ہے کہ ”أن أنسًا كان إذا أصبح دهن يده بدهن طيب لمصافحة إخوانه“ بے شک جب صبح ہوئی تو (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ پر خوشبودار تیل لگاتے تاکہ اپنے بھائیوں سے مصافحہ کریں۔ (الادب المفرد للبخاری: ۱۰۱۳ و سندہ حسن)

اس مسئلے میں تشدد کرنا صحیح نہیں ہے۔ جس کی جو تحقیق ہے وہ اس پر عمل کر لے، ان شاء اللہ عند اللہ ماجور ہوگا۔

(نیز دیکھئے الادب المفرد للبخاری: ۹۷۳ و سندہ حسن)

۲: اگر کوئی (دار الحرب والا) کافر سچے دل سے مسلمان ہو جائے تو اس کے پہلے (سابقہ) سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حج اور ہجرت سے سارے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ اور حق دار تک اس کا حق لوٹانا ضروری ہے۔

۳: سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ درخواست کہ ان کی مغفرت ہو جائے، ان کی فضیلت کی زبردست دلیل ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ((ابنا العاص مؤمنان عمرو و هشام.))

عاص کے دونوں بیٹے: عمرو (بن العاص) اور ہشام (بن العاص رضی اللہ عنہما) مومن ہیں۔ (مسند احمد ۲۰۲/۲ ج ۳۰۲۹ و سندہ حسن)

الفصل الثاني

[۲۹] عن معاذ ، قال : قلت يا رسول الله ! أخبرني بعمل يدخلني الجنة ، ويباعدني من النار . قال : ((لقد سألت عن أمر عظيم ، وإنه ليسير على من يسره الله تعالى عليه : تعبد الله ولا تشرك به شيئاً ، وتقيم الصلاة ، وتؤتي الزكاة ، وتصوم رمضان ، وتحج البيت)) .

ثم قال : ((ألا أدلك على أبواب الخير؟ الصوم جنة ، والصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار ، وصلاة الرجل في جوف الليل))

ثم تلا : ﴿ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ حتى بلغ ﴿ يَعْمَلُونَ ﴾ ثم قال : ((ألا أدلك برأس الأمر وعموده وذروة سنامه ؟))

قلت : بلى يا رسول الله ﷺ ! قال : ((رأس الأمر الإسلام ، وعموده الصلاة ، وذروة سنامه الجهاد))

ثم قال : ((ألا أخبرك بملاك ذلك كله ؟))

قلت : بلى يا نبي الله ! فأخذ بلسانه فقال : ((كف عليك هذا)) فقلت : يا نبي الله ! وإنا لمؤاخذون بما نتكلم به ؟ قال : ((ثكلتك أمك يا معاذ ! وهل يكب الناس في النار على وجوههم أو على مناخرهم ، إلا حصائد ألسنتهم ؟))

رواه أحمد ، والترمذي ، وابن ماجه .

(سیدنا) معاذ (بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور (جہنم کی) آگ سے دُور کر دے۔ آپ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے فرمایا: یقیناً تو نے بڑی (اہم) بات کے بارے میں پوچھا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ اسے آسان فرمائے تو اُس کے لئے (بہت) آسان ہے۔ اللہ کی عبادت کر اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اور (اللہ کے) گھر کا حج کر۔ پھر آپ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے فرمایا: کیا میں تجھے خیر کے دروازے نہ بتا دوں؟ روزہ ڈھال ہے، گناہوں کو صدقہ اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور آدمی کا آدھی رات کو (نفل) نماز پڑھنا۔ پھر آپ نے (یہ آیات) تلاوت فرمائیں: ﴿ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا نَّوْمًا رَّزَقْنَاهُمْ يَنْفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً ۚ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ اُن کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف و امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُن کے لئے کونسی (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں جن میں اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ بدلہ ہے اُس کا جو یہ اعمال کرتے تھے۔ (سورۃ السجدہ: ۱۶، ۱۷)

پھر آپ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے فرمایا: کیا میں تجھے تمام اُمور کا سر،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ستون اور کوہان کی چوٹی نہ بتادوں؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! ضرور بتائیں، آپ (ﷺ) نے فرمایا: امور (دین) کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا: کیا میں تجھے ان سب امور کی اصل بنیاد نہ بتادوں؟ میں نے کہا: ضرور بتائیں یا نبی اللہ! تو آپ نے اپنی زبان (مبارک) پکڑ کر فرمایا: اسے روک لے، میں نے پوچھا: ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا ان کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے) زبانی (فضول) باتیں ہی لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں منہ یا تھنوں کے بل گراتی ہیں۔

اسے احمد (بن حنبل ۲۳۱/۵ ح ۲۲۳۶۶) ترمذی (۲۶۱۶) نے وقال: هذا حديث حسن صحيح) اور ابن ماجہ (۳۹۷۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اس حدیث کے راوی ابو اہل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ (تابعی کبیر) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اٹھارہ سال کے نوجوان تھے۔ ابو اہل مدلس نہیں ہیں لہذا سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت اتصال پر محمول ہے۔ بعض الناس کا اسے منقطع قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ابو اہل تک سند حسن لذاتہ ہے۔ قاری عاصم بن ابی النجو حسن الحدیث ہیں، جمہور محدثین کرام نے ان کی توثیق کی ہے۔ عاصم بن ابی النجو پر بعض محدثین کی جرح جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ راویان حدیث کی دو قسمیں ہیں: ۱: جن کی جرح و تعدیل میں کوئی اختلاف نہیں، اتفاق و اجماع ہے، مثلاً سعید بن المسیب، سعید بن جبیر اور امام زہری وغیرہم بالا جماع ثقہ ہیں۔ محمد بن مروان السدی، ثور بن ابی فاخثہ اور حماد بن الجعد وغیرہم بالا جماع مجروح ہیں۔ ۲: جن راویوں کی جرح و تعدیل میں محدثین کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ ایسے راویوں کے بارے میں عام و خاص اور جمع و تطبیق کی عدم موجودگی میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں دین اسلام کے اہم ارکان اور افعال خیر کا ذکر ہے۔

۲: زبان کی حفاظت اہم ترین مسئلہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ((من يضمن لي ما بين لحييه و ما بين رجليه، أضمن له الجنة)) جو شخص مجھے زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۳۷۴ و أضواء المصباح: ۲۸۱۳)

ایک روایت میں آیا ہے: ((إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله، لا يلقي لها بالاً، يهوي بها في جهنم)) بندہ (اپنے رب) اللہ کی خوشنودی کی ایسی بات کہہ دیتا ہے، جس کا اسے خیال بھی نہیں ہوتا تو اللہ اس کے درجے (بہت) بلند کر دیتا ہے، اور بندہ (اپنے رب) اللہ کی ناراضی کی بات کہہ دیتا ہے جس کا اسے خیال بھی نہیں ہوتا تو اسے اس کی وجہ سے جہنم میں گرایا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۳۷۴، ۶۳۷۵ و صحیح مسلم: ۵۰/۲۹۸۸ و أضواء المصباح: ۲۸۱۳)

۳: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔ آپ کو نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف معلم بنا کر بھیجا تھا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ربہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) اگر وہ سیدھے راستے پر بھی (جارہا) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو“

(کتاب الزہد لامام وکعب ۱/۳۰۰ ح ۷۱ و سندہ حسن، الحدیث حضور: ۹ ص ۲۴)

معلوم ہوا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کو تقلید سے منع کرتے اور کتاب و سنت کی پیروی کا حکم دیتے تھے، لہذا تقلید کرنے والے لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

۴: نماز دین کا ستون ہے اور جہاد اس کی کوہان ہے۔ یاد رہے کہ کتاب و سنت کی دعوت دینا اور اہل باطل کا رد کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ والحمد للہ

۵: اللہ کا خوف اور جنت کی طمع و حصول کا خیال رکھتے ہوئے عبادت کرنا بالکل صحیح ہے۔

[۳۰] وعن أبي أمامة قال قال رسول الله ﷺ: (من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان.) رواه أبو داود.

(سیدنا) ابو امامہ (صدیق بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض کرے اور اللہ کے لئے (اپنا مال) دے اور اللہ کے لئے (اپنا مال) روک لے تو یقیناً اُس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

اسے ابو داود (۴۶۸۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔

اسے طبرانی نے بھی المعجم الکبیر میں یحییٰ بن الحارث عن القاسم عن أبي أمامة رضي الله عنه کی سند سے روایت کیا ہے۔

(۷۷۳۷ ح ۲۰۸/۸)

① یحییٰ بن الحارث الدیماری: ثقہ ہیں، دیکھئے تقریب التہذیب (۷۵۲۲)

② قاسم بن عبدالرحمن ابو عبدالرحمن الدمشقی صاحب ابی امامہ: صدوق حسن الحدیث ہیں، جمہور محدثین نے انھیں ثقہ، صدوق وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔ توثیق و تعریف کرنے والوں کے نام مع حوالہ درج ذیل ہیں:

یحییٰ بن معین (روایۃ الدوروی: ۵۱۲۰، سوالات ابن الجندی: ۵۱۴، ۵۱۷) ترمذی (۴۲۸، ۲۳۴۷) یعقوب بن سفیان الفارسی (المعرفة والتاریخ ۲/۴۵۶۲) بخاری (سنن ترمذی: ۳۱۹۵، ۳۱۷۲ و علی الترمذی الکبیر ۱/۵۱۲) عبدالرحمن بن یزید بن جابر (التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۱۵۹ و سندہ قوی، البخاری بری من التدلیس) ابن شاپین (الثقات: ۱۱۵۰) العجلی (التاریخ: ۱۵۰۵) قال: ”شامی تابعی ثقہ یکتب حدیثہ و لیس بالقوی“ یعنی وہ سعید بن جبیر وغیرہ کی طرح القوی نہیں ہیں بلکہ عجمی کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔ (الحاکم (المستدرک ۲/۸۳۲ صحیح لہ) الذہبی (الکاشف ۲/۳۳۷ و قال: ”صدوق“) البوصیری (صحیح لہ فی زوائد ابن ماجہ: ۱۵۹۷ و وثقہ) المنذری (دیکھئے مسند احمد ۲/۲۶۱ و ۳/۲۲۶ و الموسوعۃ الحدیثیہ ۱/۳۶ و ۵۸۹/۲۲۲۲۸ التزغیب والترہیب للمنذری ۳/۹۹۶ و ۴/۳۰) بیہقی (دیکھئے المعجم الکبیر ۸/۲۷۹ و ۱۳/۹۱۳ و مجمع الزوائد ۴/۳۳) ابن حجر العسقلانی (تقریب التہذیب: ۵۴۷۰ و قال: ”صدوق یغرب کثیراً“ ثقہ و صدوق عند الجمہور، راوی پر ”یغرب کثیراً“ کوئی جرح قادح نہیں ہے۔ ان کے علاوہ درج ذیل علماء سے بھی توثیق و تعریف مروی ہے: ابو حاتم الرازی، یعقوب بن شیبہ، ابواسحاق الحرابی اور ابراہیم بن یعقوب الجوزی۔ (دیکھئے تہذیب الکمال، نسخہ مضعفہ ۲/۲۶ و تہذیب التہذیب ۱/۳۱۸، ۳۱۹)

قاسم مذکور پر درج ذیل علماء سے جرح مروی ہے:

احمد بن حنبل، الغلابی، العقیلی، ابن الجوزی، ابن حبان اور زبلی (نصب الرایہ ۱/۶۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ میراوی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہیں لہذا حسن الحدیث ہیں۔

تنبیہ: حافظ بیہقی لکھتے ہیں: ”وہو ضعیف عند اکثرین“

اور وہ (قاسم ابو عبدالرحمن) جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۱/۹۶)

یہ قول تین وجہ سے غلط ہے:

۱: تحقیق کے بعد یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ قاسم مذکور جمہور کے نزدیک موثق ہیں۔

۲: حافظ بیہقی بذات خود انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ کما تقدم آنفاً.

۳: عینی حنفی نے کہا: ”والقاسم بن عبد الرحمن وثقه الجمهور و ضعفه بعضهم“ (عمدة القاری ۱/۴۶ و ۱۱۰۳)

فقہ الحلالیہ:

۱: ثابت ہوا کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، لہذا مرجیہ کا عقیدہ باطل ہے۔

۲: اپنا مال و دولت صرف انہی مصارف پر خرچ کرنا چاہئے جو کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔

۳: کتاب و سنت کے مخالف کاموں پر اپنا مال و دولت کبھی خرچ نہیں کرنا چاہئے ورنہ ایمان میں کمی واقع ہو جائے گی۔

۴: اہل بدعت اور مجرمن سے بغض رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۵: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اللہ کے لئے محبت کرنا بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

[۳۱] ورواہ الترمذی عن معاذ بن أنس مع
تقدیم وتأخیر وفيه : ((فقد استكمل إيمانه))
اور اسے ترمذی (۲۵۲۱) نے (سیدنا) معاذ بن انس (رضی اللہ عنہ)
سے تقدیم و تاخیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ
بھی ہیں: پس اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۱۶۴۲) اور ذہبی نے شیخین کی شرط (!) پر صحیح کہا ہے۔ اسے ”ہذا حدیث منکر“ کہنا غلط ہے۔

[۳۲] وعن أبي ذر قال قال رسول الله ﷺ :
((أفضل الأعمال الحب في الله والبغض في الله))
اور ابوداؤد۔
(سیدنا) ابوزر (جندب بن جناده الغفاری رضی اللہ عنہ) سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال میں سب
سے افضل عمل، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے۔
اسے ابوداؤد (۲۵۹۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۱: یزید بن ابی زیاد ہاشمی الکوفی ضعیف (راوی) ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۷۱) و سوالات البرقانی للدارقطنی (۵۶۱)
وتفسیر ابن کثیر (۹۸۲/۴، ۱۱۶/۴) و مجمع الزوائد (۷۱۵) اور المحلی لابن حزم (۲۸۴/۷)
احمد بن ابی بکر البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے کہا: ”ضعفه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف کہا۔ (زوائد ابن ماجہ: ۲۱۱۶)
امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”ضعیف الحدیث“ وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

(الکامل لابن عدی ۲۷۹/۷ والنسخة المحققة ۱۶۳۹ و سندہ صحیح)

۲: یزید بن ابی زیاد مدلس ہے، دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۳/۱۱۲) و جامع التحصیل للعلانی (ص ۱۱۲) والمدلسین لابن زرعہ
ابن العراقی (۷۴) والمدلسین للسبوطی (۶۷)

یہ روایت ”عن“ سے ہے، سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ اگر مدلس راوی، غیر صحیحین میں عن سے روایت کرے تو یہ روایت
ضعیف ہوتی ہے۔

دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (درسی نسخہ ج ۱ ص ۳۱، ۳۲ تحت ج ۱۵)

۳: یزید بن ابی زیاد کا حافظ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو چکا تھا۔
دیکھئے سنن الدار قطنی (۲۹۴/۱ ح ۱۱۱۸) والکجر وحنین لابن حبان (۱۰۰/۳)

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خالد بن عبداللہ اور یزید بن عطاء (لیکن الحدیث) نے یزید بن ابی زیاد کے اختلاط سے پہلے اس سے احادیث سنی ہیں، لہذا یہ سند اختلاط کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

☆ یزید بن عطاء (ضعیف) عن یزید بن ابی زیاد والی روایت مسند احمد میں ہے۔

(دیکھئے ۱۴۶/۵ ح ۱۳۰۳ بلفظ: إن أحب الأعمال إلى الله)

۴: اس روایت میں "رجل" راوی مجہول ہے، لہذا یہ سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

شواہد کی بحث و تحقیق:

۱: لیث (بن ابی سلیم) عن عمر وبن مرة عن معاوية بن سوید بن مقرن عن البراء بن عازب (عن رسول الله ﷺ قال: "إن أوثق عرى الإيمان أن تحب في الله وتبغض في الله")

(مسند احمد ۲۸۶/۲ ح ۱۸۵۲۴ و مسند الطیالسی: ۷۷۷ و شعب الإيمان للبیہقی ۱۴۱ و التمهید لابن عبد البر ۱۷۱/۲۳۱)

یہ سند ضعیف ہے، لیث بن ابی سلیم کو جمہور (محدثین) نے ضعیف کہا ہے۔

دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوہری (۲۳۰) قال: وقد ضعفه الجمهور وهو مدلس

مصنف ابن ابی شیبہ (۲۲۹/۱۳، ۴۱/۱۱) و کتاب الإيمان لابن ابی شیبہ (۱۱۰) میں اسی سند سے معاویہ بن سوید کا واسطہ گر گیا

ہے، یہ سند بھی لیث کی وجہ سے ضعیف ہے، شعب الإيمان (۱۳) میں مروی ایک دوسری ضعیف سند بھی ہے۔

۲: کتاب الزهد للإمام وکیع (۶۰۰/۲ ح ۳۲۹) میں ایک مرسل روایت ہے، جس کا راوی ابوالیسع المکفوف مجہول الحال ہے۔
اگر یہ راوی ثقہ بھی ہوتا تو بھی یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (دیکھئے مسند احمد ۲۷۷/۲)

اس میں زبان بن فائد ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۸۵)

۴: عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۱۵/۱۱ ح ۱۱۵۳۷، شرح الیوم للبیہقی ۱۳/۵۳، ۵۴ ح ۳۲۶۸)

اس کی سند حنش یعنی حسین بن قیس الرجبی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۱۳۳۲) و قال: متروک

۵: عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (الحاکم فی المستدرک ۲۸۰/۲ ح ۳۷۹۰، والطیالسی فی مسندہ: ۳۷۸، والطبرانی فی الکبیر ۲۷۱/۲ ح ۱۰۵۳۱، والاوسط

۲۴۱/۵ ح ۲۴۷۶ والصغیر ۳۲۲/۲ ح ۶۱۲ و ابن عبد البر فی التمهید ۱۷۱/۲۳۰)

من طریق عقیل بن یحیی الجعدي عن أبي إسحاق السبيعي عن سوید بن غفلة عن ابن مسعود به الخ عقیل الجعدي: منکر الحدیث ہے۔ (دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری: ۲۹۲ تحقیقی)

اور ابواسحاق السبعمی مدلس تھے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین ۹۱/۳ صحیح ابن حبان ۱۶۱/۱ نسخہ محققہ) المعجم الکبیر (۲۱۱/۱۰، ۲۱۲، ح ۱۰۳۵۷) میں اس کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

”حدثنا إسحاق بن إبراهيم أبي حسان الأنماطي: ثنا هشام بن عمار: ثنا الوليد بن مسلم: حدثني بكير بن معروف عن مقاتل بن حيان عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبيه عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ: ((يا ابن مسعود!)) قلت: لبيك ثلاثا، قال: ((هل تدرين أي عرى الإيمان أوثق؟)) قلت: الله ورسوله أعلم، قال: ((الولاية في الله والحب في الله والبغض في الله...)) اس روایت کے ایک راوی ولید بن مسلم مدلس تھے، آپ تدلیس تسویہ کرتے تھے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۶: ۷۷) تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ آخر تک سماع مسلسل کی تصریح کرے۔ اس روایت میں سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔

ہشام بن عمار آخری عمر میں کچھ تغیر (اختلاط) کا شکار ہو گئے تھے (دیکھئے الکواکب البیرات فی معرفۃ من اختلف من الرواة اثقات ص ۸۲) اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسحاق الانماطی نے ان سے اختلاط سے پہلے احادیث سنی تھیں، لہذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۶: عن عمرو بن الجوح بن أبي النضر (مسند احمد ۳/۲۳۰)

اس کی سند ضعیف ہے، رشدین بن سعد ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۴۲) اور سند منقطع ہے۔ ابونصور کی عمرو بن الجوح سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۷: عن معاذ بن انس الجحفي بن أبي النضر (مسند احمد ۳/۲۳۸)

اس کی سند ضعیف ہے، زبان بن فائدہ ضعیف ہے۔ دیکھئے شاہد نمبر ۳

☆ وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ”من أعطى الله تعالى ومنع الله وأبغض الله وأنكح الله فقد استكمل إيمانه“ جو اللہ کے لئے (مال) دے اور اللہ کے لئے روک دے، اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے، اور اللہ کے لئے نکاح کر دے تو اس کا ایمان مکمل ہے (مسند احمد ۳/۲۴۰ ح ۲۳۷۵۷ واللفظ له وسنن الترمذی: ۲۵۲۱) وقال: ”هذا حديث منكر“ اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے، منکر نہیں ہے، لیکن اسے حدیث مشکوٰۃ کا شاہد بنانا صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ ”أفضل الأعمال“ راجح اپنے تمام شواہد قریبہ و شواہد بعیدہ کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن نہیں ہے، لہذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حسن لغیرہ روایت بذات خود حجت نہیں ہوتی بلکہ ضعیف ہی رہتی ہے۔

فائدہ: اس روایت کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روایت مذکورہ میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ایمان میں سے ہے۔ دیکھئے أضواء المصباح (ح ۳۰)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حدثنا ابن نمير عن مالك بن مغول عن زبيد عن مجاهد قال: أوثق

عری ایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، مجاہد (تابعی و مفسر قرآن) نے فرمایا: ایمان کے مضبوط ترین حلقے (دو) ہیں، اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا۔ (کتاب الایمان: ۱۱۱، وسندہ صحیح)

[۳۳] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : (سيدنا) ابو هريره (رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلى الله عليه وسلم) من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من أمنه الناس على دما نهم وأموالهم . رواه الترمذي والنسائي .
 (۲۶۲۷) وقال: هذا حديث حسن صحيح (اور نسائی (۱۰۴/۸، ۱۰۵، ۱۰۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۸۰) حاکم (المستدرک ۱۰/۲۲) احمد بن حنبل (المسند ۹/۲۷۷ ح ۸۹۳۱) اور محمد بن نصر المروزی (تعظیم قدر الصلوٰۃ ۲/۵۹۹، ۶۰۰ ح ۶۳۷) نے لیث بن سعد عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حکیم عن أبي صالح ذكوان عن أبي هريرة رضي الله عنه کی سند سے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا: ”هذا حديث حسن صحيح“ ابن حبان نے صحیح قرار دیا، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ اس روایت کے ایک راوی محمد بن عجلان مدلس ہیں۔ دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۳/۹۸، المرتبة الثالثة) وجامع التحصيل للعلائی (ص ۱۰۹) والمدلسین لابی زرعة ابن العرقی (۵۶) والمدلسین للسيوطی (۵۰) والمدلسین للحکمی (ص ۵۲) وقصيدة الذہبی وقصيدة ابی محمود المقدسی والثقات لابن حبان (۳/۸۶۷، ۳۸۷) والتدليس في الحديث للدميني (۳/۱۴۵)

یہ روایت ”عن“ سے ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

اب اس روایت کے بعض شواہد کا مختصر ذکر پیش خدمت ہے:

۱- ((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده .)) (صحیح البخاری: ۱۰/۶۳، ۴۰، وأضواء المصباح: ۶)

۲- ((المؤمن من أمنه الناس على دما نهم وأموالهم .))

(ابن ماجہ: ۳۹۳۳ بلنظیر المؤمن من أمنه الناس على أموالهم وأنفسهم“ وسندہ صحیح وصحیح ابن حبان، الموارد: ۲۵، والحاکم ۱/۱۰۱، علی شرطہما)

”أنفسهم“ اور ”دما نهم“ کا مطلب ایک ہی ہے، لہذا ان شواہد کے ساتھ محمد بن عجلان کی روایت صحیح ہے۔ والحمد للہ

[۳۴] وزاد البيهقي في شعب الإيمان برواية فضالة: ((والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله. والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب.))

(سیدنا) فضالہ (بن عبید بن جراح) کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا): اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے میں، اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں سے دوری اختیار کرے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان (۱۱۱۲۳) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن ماجہ (۳۹۳۲) اور احمد بن حنبل (۲۱۶/۲۱۷۸ ح ۲۳۴۵۸) نے بھی روایت کیا ہے، اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے دیکھئے حدیث سابق (۳۳)

اس حدیث کے راوی ابو ہانی حمید بن ہانی ثقہ و صدوق تھے۔ والحمد لله

فقہ الحدیث:

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف کفار سے جنگ کرنا ہی جہاد نہیں ہے، بلکہ نفس کو اللہ و رسول کی اطاعت اور کتاب و سنت پر قائم رکھنا بھی جہاد ہے۔ دُور کے کفار کی بہ نسبت اپنے نفس سے جہاد کرنا بڑا مشکل ہے۔ کفار سے تو بعض اوقات آمنا سامنا ہوتا ہے، جبکہ نفس ہر وقت آدمی سے برسر پیکار رہتا ہے۔ نفس یہی کہتا ہے کہ گرم بستر میں سوئے رہو ابھی بڑا وقت ہے، نماز پڑھ لیں گے۔ نفس کہتا ہے کہ مال و دولت کو خوب گن گن کر تجوریوں میں رکھو، اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا ورنہ مال کم ہو جائے گا اور تم فقیر و محتاج ہو جاؤ گے وغیرہ وغیرہ، خوش قسمت ہے وہ مجاہد جو اپنے نفس سے جہاد کر کے ہر وقت کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو کر اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ (دیکھئے مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۰۴)

۲۔ جو شخص دارالکفر سے ہجرت کر کے دارالاسلام آجائے اور پھر کتاب و سنت کی مخالفت اور قوم پرستی میں دن رات مصروف رہے، وہ اپنے آپ کو مہاجر نہ سمجھے۔ حقیقی مہاجر تو وہ شخص ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں سے مسلسل بچتا رہتا ہے، توبہ کرتا ہے اور دن رات کتاب و سنت پر عمل کرتا اور کرواتا رہتا ہے۔

۳۔ مسند احمد میں اس کی صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ (۲۱۶/۲۱۷۸ سند صحیح)

۴۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ شیخ عبدالحسن العباد المدنی فرماتے ہیں: ”اسلام اور ایمان کے الفاظ اگر اکٹھے ذکر کئے جائیں تو ان کے معنی میں فرق ہوتا ہے... اسلام، اللہ کے لئے سر تسلیم خم کر دینے اور فرماں برداری کا نام ہے۔ ایمان کی تفسیر باطنی امور سے کی گئی ہے اور یہ اس کے معنی سے مناسب ہے۔ (دل، زبان اور عمل سے) تصدیق و اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔ جب اسلام اور ایمان کا مفرداً (علیحدہ علیحدہ) ذکر کیا جائے تو ظاہری و باطنی امور کے دونوں معنی مراد ہوتے ہیں۔“

(شرح حدیث جبریل، عربی ص ۱۷، اردو ترجمہ از راقم الحروف ص ۲۴)

(سیدنا) انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عام طور پر) رسول اللہ ﷺ ہمیں جو بھی خطبہ دیتے تو (اس میں) یہ ارشاد فرماتے: جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں، اور جس کا عہد (ومعاہدہ) نہیں اس کا دین نہیں۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان (۳۳۵۴) میں روایت کیا ہے۔

[۳۵] وعن أنس رضي الله عنه قال: قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال: ((لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له.)) رواه البيهقي في شعب الإيمان .

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اسے بیہقی (السنن الکبریٰ ۶/۲۸۸، ۹۳۱ شعب الایمان) احمد (۳/۱۳۵ ح ۱۲۳۸۳) ابن ابی شیبہ (۱۱/۱۱) عبد بن حمید (المختب: ۱۱۹۸) اور البغوی فی شرح السنۃ (۵/۱ ح ۳۸) وقال: هذا حديث حسن) وغیر ہم نے ابو ہلال محمد بن سلیم الراسی عن قنادة عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے (۱) قنادة مدلس ہیں۔ [طبقات المدلسین لابن حجر ۹۲/۳، المرتبۃ الثالثہ] اور یہ سند معتن (عن سے) ہے۔ (۲) ابو ہلال الراسی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے جزء رفع الیدین کی تحقیق میں لکھا ہے کہ ”ابو ہلال محمد بن سلیم الراسی البصری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے۔ واللہ اعلم“ (ص ۵۵ تحت ح ۳۰) یہ تحقیق غلط ہے، صحیح یہی ہے کہ ابو ہلال مذکور ضعیف ہے، لہذا جزء والی عبارت کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جزء والی روایت سابقہ شاہد (جزء رفع الیدین: ۲۹) کی رو سے حسن ہے۔

والحمد لله

اب روایت مذکورہ کے چند شواہد کی مختصر تخریج پیش خدمت ہے:

۱: المغيرة بن زياد الثقفي عن أنس رضي الله عنه. إلخ (مسند احمد ۳/۲۵۱ ح ۱۱۳۶۳) مغیرہ بن زیاد مجہول الحال ہے۔ دیکھئے تعجیل المنفعة (ص ۴۱۰) وزبدۃ تعجیل المنفعة (للشیخ ابی الاشبال صغیر احمد شاعف بہاری المکی ص ۱۱۸) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

۲: مؤمل بن إسما عيل عن حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رضي الله عنه. إلخ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴، وسندہ صحیح) مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق تھے، لہذا اُن کی بیان کردہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی، باقی سند صحیح لذاتہ ہے۔

۳: سنان بن سعد الكندي عن أنس بن مالك أن النبي ﷺ قال: " لا إيمان لمن لا أمانة له، إلخ (صحیح ابن خزیمہ ۴/۵۱۴ ح ۲۳۳۵، وسندہ ضعیف) اس کے راوی سنان بن سعد جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحدیث ہیں، لیکن یزید بن ابی حبیب کی اُن سے روایات میں

کلام ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

درج بالا روایت شاہد نمبر ۲ کے ساتھ حسن ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحلوت:

۱: معلوم ہوا کہ جس شخص میں امانت اور عہد سرے سے موجود نہیں ہے۔ وہ ہر شخص کے ساتھ بلکہ اللہ ورسول کے ساتھ بھی خیانت اور بد عہدی ہی کرتا رہتا ہے تو ایسے شخص کا کوئی ایمان اور دین نہیں ہے۔ جو شخص بعض لوگوں کے ساتھ امانت اور پابندی عہد پر عمل کرتا ہے اور بعض کے ساتھ خیانت اور وعدہ خلافی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ”لا ایمان“ اور ”لا دین“ کا مخاطب نہیں ہے، بلکہ اس کی مذمت کے لئے دوسرے دلائل ہیں۔ ایسا شخص فاسق و فاجر اور ناقص الایمان ہے، جبکہ اول الذکر شخص میں ایمان سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

۲: اگر اسم نکرہ پر ”لا“ داخل ہو کر اسے نصب دے تو جنس کی نفی مراد ہوتی ہے۔

دیکھئے قطر الندی وبل الصدی (ص ۲۲۹) والکافیۃ فی الخو (ص ۱۱۵)

لہذا اس حدیث میں ایمان، امانت، دین اور عہد سب کی نفی جنس مراد ہے۔ بعض لوگ اسے نفی کمال پر محمول کرتے ہیں، اُن کا قول قواعد نحو کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ واللہ اعلم



الفصل الثالث

[۳۶] عن عبادة بن الصامت قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، حرم الله عليه النار.)) رواه مسلم.

(سیدنا) عباده بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دی (تو) اللہ نے اس پر (جہنم کی) آگ حرام قرار دی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۲۹/۴۷)

فقہ الحادیث:

- ۱: جو شخص لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں) اور محمد رسول اللہ (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کی گواہی دیتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے الا یہ کہ نواقض اسلام میں سے کوئی ناقض ثابت ہو جائے، جو اسے دائرہ اسلام سے باہر نکال دے۔ واللہ المستعان
- ۲: اہل توحید مسلمان جہنم میں کفار کی طرح ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اگر کوئی مسلم کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا تو بالآخر اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ والحمد للہ
- ۳: جو شخص زبان کے ساتھ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی گواہی نہیں دیتا وہ شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔
- ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((من قال: لا إله إلا الله صادقاً بها دخل الجنة)) جو شخص تصدیق کرتے ہوئے، لا الہ الا اللہ کہے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد ۴/۳۱۱ ج ۱۹۶۸ و ۱۹۶۹ سنہ صحیح)
- دوسری روایت میں آیا ہے: ((يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها قلبه فبشره بالجنة)) جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہے گا تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔ (صحیح مسلم: ۳۱/۵۲)
- ایک اور روایت میں ہے: ((من قال: لا إله إلا الله و كفر بما بعد من دون الله....)) جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے اُس (کی عبادت) کا انکار کرے... الخ (صحیح مسلم: ۲۳/۳۷)
- معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کے دلی وزبانی اقرار کے ساتھ شرک و کفر سے برأت کرنا بھی شرط ایمان ہے۔
- ۵: اس حدیث سے بھی ایمان کا قول و عمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ لا الہ الا اللہ (تصدیق کرتے ہوئے یقینی طور پر) جانتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۳۷] وعن عثمان رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة.)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۶/۲۳)

فقہ الحدیث:

- ۱: نجات صرف اللہ ورسول پر ایمان لانے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے پر ہی موقوف ہے۔ توحید و سنت کے بغیر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ توحید کو ماننے والا ہی جنتی ہے۔
- ۲: توحید سے پہلے اس کا علم ہونا اور پھر دل، زبان اور جسم سے اس کی تصدیق کرنا ہی ایمان ہے۔

(سیدنا) جابر (بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں۔ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز میں (بھی) شرک کرتا تھا تو آگ میں داخل ہوگا، اور جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز میں بھی شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۳۸] وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ: ((ثنتان موجبتان)) قال رجل: يا رسول الله! ما الموجبتان؟ قال: ((من مات يشرك بالله شيئاً دخل النار، ومن مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة.)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۹۳/۱۵۱)

فقہ الحدیث:

- ۱: شرک ایسا گناہ ہے جو تمام اعمال صالحہ کو جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت ہر دور میں شرک میں مبتلا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُوْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ اور لوگوں کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے (کا دعویٰ کرنے) کے باوجود شرک کرتی ہے۔ (سورۃ یوسف: ۱۰۶)

[۳۹] وعن أبي هريرة قال:

كنا قعوداً حول رسول الله ﷺ ومعنا أبو بكر وعمر رضي الله عنهما في نفر، فقام رسول الله ﷺ من بين أظهرنا، فأبطأ علينا، وخشينا أن يقطع دوننا، ففزنا فقمنا، فكنت أول من فرغ، فخرجت أتبعي رسول الله ﷺ، حتى أتيت حائطاً للأَنْصار لبني النجار، فساورت به، هل أجد له باباً؟ فلم أجد، فإذا ربيعٌ يدخل في جوف حائطٍ من بئر خارجةٍ - والربيع الجدول - قال: فاحتفرت فدخلت على رسول الله ﷺ.

فقال: ((أبو هريرة؟)) فقلت: نعم يا رسول الله! قال: ((ما شأنك؟)) قلت: كنت بين أظهرنا فقامت فأبطأت علينا، فخشينا أن تقطع دوننا، ففزنا، فكنت أول من فرغ، فأتيت هذا الحائط، فاحتفرت كما يحتفز الثعلب، وهؤلاء الناس ورائي. فقال: ((يا أبا هريرة!)) وأعطاني نعليه، فقال: ((اذهب بنعلي هاتين، فمن لقيك من وراء هذا الحائط يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها قلبه؛ فبشره بالجنة)) فكان أول من لقيت عمر نعلار رسول الله ﷺ بعثني بهما، من لقيت يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها قلبه، بشرته بالجنة، فضرب عمر بين ثديي، فخررت لإستي - فقال: ارجع يا أبا هريرة! فرجعت إلى رسول الله ﷺ فأجهشت بالبكاء، وركبني عمر، وإذا هو على أترتي، فقال رسول الله ﷺ:

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ دوسرے لوگوں میں (سیدنا) ابو بکر اور (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور آپ نے کافی دیر لگا دی۔ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہماری غیر حاضری میں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ ہم ڈر کر اٹھ کھڑے ہوئے، میں سب سے پہلے ڈرا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے انصاری قبیلے بنو نجار کے چار دیواری والے باغ کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کا دروازہ تلاش کیا مگر دروازہ نہ ملا، تاہم باہر کے کنویں سے باغ کے اندر ایک (بڑی) نالی جارہی تھی۔ میں سگرتے ہوئے اس نالی کے راستے سے باغ میں داخل ہو گیا تو آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: آپ ہمارے پاس تھے، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے تو کافی دیر ہو گئی۔ ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری غیر حاضری میں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ تو ہم سب گھبرا گئے۔ میں سب سے پہلے گھبرایا تھا پس میں اس چار دیواری والے باغ کے پاس پہنچا اور لومڑی کی طرح سگرتا کر آ گیا ہوں، لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اپنے جوتے دے کر فرمایا: اے ابو ہریرہ! میرے یہ دونوں جوتے لے کر جاؤ، پھر تمہیں اس باغ کے باہر جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ملے تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔

سب سے پہلے مجھے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ملے تو پوچھا: اے ابو ہریرہ! یہ جوتے کیا ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ

((مالك يا أبا هريرة ؟))

فقلت: لقيت عمر فأخبرته بالذي بعثني به،
فضرب بين ثديي ضربة خورت لإستي - فقال:
ارجع، فقال رسول الله ﷺ:

((يا عمر! ما حملك على ما فعلت؟))

قال: يا رسول الله! بأبي أنت وأمي، أبعثت أبا هريرة
بنعليك، من لقي يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها
قلبه بشره بالجنة؟ قال: ((نعم.)) قال: فلا تفعل،
فإني أخشى أن يتكل الناس عليها، فخلهم
يعملون - فقال رسول الله ﷺ: ((فخلهم.))
رواه مسلم .

کے جوتے ہیں۔ آپ نے مجھے یہ جوتے دے کر بھیجا ہے کہ
میں جس شخص سے ملوں جو دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ
الا اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اسے خوش خبری دے دوں کہ وہ جنتی
ہے۔ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے میری چھاتی پر مارا تو میں پیٹھ
کے بل گر گیا۔ انھوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! واپس چلے جاؤ، تو
میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گیا اور میں رونے کی وجہ
سے ہچکیاں لے رہا تھا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پیچھے پیچھے (تیز)
آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ!
تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میری عمر (رضی اللہ عنہ) سے
ملاقات ہوئی تو میں نے انھیں وہ بتا دیا جو آپ نے مجھے بتایا
تھا۔ پس انھوں نے میری چھاتی پر زور سے مارا حتیٰ کہ میں
پیٹھ کے بل گر پڑا اور کہا: واپس چلے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم نے یہ کام کیوں کیا
ہے؟ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر
قربان ہوں، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر
بھیجا (اور بتایا) کہ جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے لا الہ
الا اللہ کی گواہی دے تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو؟
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جی ہاں۔ انھوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے
کہا: آپ ایسا نہ کریں، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ
کر کے اعمال چھوڑ دیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے (ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے) فرمایا، پس انھیں چھوڑ دو۔
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تصحیح: صحیح مسلم (۳۱/۵۲)

فقہ الحدیث:

۱: اصل نجات دل سے یقین والے ایمان پر ہے۔ ایمان کے بعد ہی اعمال صالحہ اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتے ہیں۔

۲: نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی بظاہر گمشدگی پر وہ بہت پریشان ہوئے اور آپ کی تلاش میں چاروں طرف والہانہ انداز میں نکل کھڑے ہوئے۔ رضی اللہ عنہم أجمعین

۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابی ہیں۔ نبی ﷺ سے محبت اور آپ کی احادیث کا سماع و روایت آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔

۴: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں آسمان سے قرآن نازل ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے بھی آپ کے مشورے کو اہمیت دی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ والحمد للہ

۵: روایت کے ساتھ اگر قرآن بھی ہوں تو دلی اطمینان اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے نعلین (جوتے) دے کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

۶: اگر شکر و سبق یاد نہ کرے یا قابل تادیب حرکت کرے تو اسے عند الضرورت مارا پیٹا بھی جاسکتا ہے تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

۷: صرف لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کہہ لینے پر ہی اعتماد نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کلمہ طیبہ پر جسم و جان کے ساتھ پورا پورا عمل کرنا چاہئے۔

اس روایت میں مرجیہ کا رد ہے جو اعمال کو ایمان سے خارج قرار دیتے ہیں۔

۸: اگر کسی مکان کے مالک کی ناراضی کا خوف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس مکان میں عند الضرورت اضطراری حالت میں بغیر اجازت کے داخل ہونا جائز ہے۔

۹: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انتہائی طاقتور اور دلیر تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے علی الاعلان اُس کا اظہار کرتے تھے۔

۱۰: عوام الناس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر کی وجہ سے بعض آیات و احادیث صحیحہ کا بیان نہ کرنا جائز ہے تاکہ نا سمجھ لوگ ان سے غلط مفہوم مراد نہ لے لیں۔

[۴۰] وعن معاذ بن جبل قال قال لي رسول الله ﷺ ((مفتاح الجنة شهادة أن لا إله إلا الله)) رواه أحمد.

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابیاں لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔

اسے احمد (۲۴۲/۵ ح ۲۲۴۵۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اسے بزار (المحضر الخار ۱۰۴/۱ ح ۲۶۶۰) و کشف الاستار (ح ۲) طبرانی (الدعاء: ۱۴۷۹)

اور ابن عدی (اکال ۱۳۵۶/۲ دوسرا نسخہ ۶۰/۵) نے اسماعیل بن عیاش: ثنا ابن أبي حسين عن شهر بن حوشب عن معاذ بن جبل رضي الله عنه کی سند سے روایت کیا ہے۔ بزار نے کہا: ”وشهر بن حوشب لم يسمع من معاذ بن جبل“ اور شہر بن حوشب نے معاذ بن جبل سے (کچھ) نہیں سنا۔ (الحراز خزائن ۱۰۴/۷)

حافظ دمشقی لکھتے ہیں: ”وفيه انقطاع بين شهر ومعاذ وإسماعيل بن عياش روايته عن أهل الحجاز ضعيفة وهذا منها“ اور اس (سند) میں شہر (بن حوشب) اور معاذ کے درمیان انقطاع ہے۔ اسماعیل بن عیاش کی حجازیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے اور یہ ان (ضعیف) روایتوں میں سے ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۶۱)

تنبیہ: شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہیں۔ میری تحقیق میں جمہور محدثین نے انھیں ثقہ و صدوق قرار دیا ہے، لہذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ نیز دیکھئے ماہنامہ ”الحدیث“: ۷ ص ۲۵، اور عدد: ۶۳ ص ۳۷

[۴۱] وعن عثمان ، رضي الله عنه ، قال : إن رجلاً من أصحاب النبي ﷺ حين توفي حزنا عليه ، حتى كاد بعضهم يوسوس ، قال عثمان : و كنت منهم ، فبينما أنا جالس مر علي عمر ، وسلم فلم أشعر به ، فاشتكى عمر إلى أبي بكر رضي الله عنهما ، ثم أقبلتا حتى سلما علي جميعاً ، فقال أبو بكر : ما حملك علي أن لا ترد علي أخيك عمر سلامة؟ قلت : ما فعلت . فقال عمر : بلي ، والله لقد فعلت . قال : قلت : والله ما شعرت أنك مررت ولا سلمت . قال أبو بكر : صدق عثمان ، قد شغلك عن ذلك أمر . فقلت : أجل . قال : ما هو؟ قلت : توفي الله تعالى نبيه ﷺ قبل أن نسأله عن نجاة هذا الأمر . قال أبو بكر : قد سألته عن ذلك فقلت إليه وقلت له : بأبي أنت وأمي ، أنت أحق بها . فقال أبو بكر : قلت يا رسول الله ! ما نجاة هذا الأمر؟ فقال رسول الله ﷺ : ((من قبل مني الكلمة التي عرضت علي فردها ؛ فهي له

(سیدنا) عثمان (بن عفان) رضي الله عنه سے روایت ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کے صحابہ غمگین ہوئے حتیٰ کہ قریب تھا کہ بعض ان میں سے وسوسے کا شکار ہو جاتے۔ عثمان رضي الله عنه نے فرمایا کہ میں بھی ان میں سے تھا۔ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے عمر رضي الله عنه گزرے اور سلام کہا، پس مجھے پتا نہ چلا۔ عمر رضي الله عنه نے ابو بکر رضي الله عنه کے سامنے (میری) شکایت کی پھر وہ دونوں میرے پاس تشریف لائے اور مجھے سلام کہا۔ پھر ابو بکر رضي الله عنه نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ میں نے کہا: میں نے تو ایسا کام نہیں کیا۔ عمر رضي الله عنه نے کہا: ضرور، اللہ کی قسم انھوں نے ایسا ہی کام کیا ہے۔ (یعنی میرے سلام کا جواب نہیں دیا) میں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے آپ کے سلام اور آنے جانے کا پتا ہی نہیں چلا۔ ابو بکر رضي الله عنه نے فرمایا: عثمان نے سچ کہا، تجھے اس سے کسی بات نے مشغول کر دیا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی، اس سے پہلے کہ ہم آپ سے اس امر کی نجات کے بارے میں پوچھتے۔

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں کھڑا ہو گیا اور ان سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سب سے زیادہ اسی کے مستحق تھے۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس امر کی نجات کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جو کلام اپنے پچا پر پیش کیا تھا (یعنی لا الہ الا اللہ) جس نے اسے قبول کر لیا وہ نجات پا جائے گا۔
اسے احمد (۶۱/۲۰، ۲۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کی سند میں ایک راوی ”رجل من الأنصار من أهل الفقه“ مجہول الحال ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی۔ کسی کو، زمانہ تدوین حدیث میں ”من أهل الفقه“ اور ”غیر متہم“ کہنا توثیق نہیں ہوتی۔
مسند احمد (۶۱) اور مسند ابی یعلیٰ (ح ۱۰) مسند البزار (المحر الزخار ۵۶۱ ح ۴) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۶۹/۱) اور مسند ابی بکر الصدیق (ح ۱۴) میں ”من أهل الفقه“ ہے۔

جبکہ کشف الاستار (ح ۱) میں ”من أهل العقبة“ اور مجمع الزوائد (۱۴/۱) میں ”من أهل الثقة“ غلطی سے چھپ گیا ہے۔
حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی نے بغیر کسی تحقیق کے ”من أهل العقبة“ والے الفاظ کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ مذکورہ بالا حوالوں کی روشنی میں مردود ہے۔

تنبیہ: مرعاة المفاتیح (۱۱۳/۱) میں بھی بغیر تحقیق کے ”من أهل الثقة“ لکھ دیا گیا ہے اور پھر اس کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ حق وانصاف یہی ہے کہ یہ الفاظ اس روایت کی سند میں ثابت ہی نہیں ہیں۔ واللہ هو الموفق
مسند احمد (۱۷۷ ح ۳۷) میں بعض حدیث کا مختصر شاہد ہے جس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: ابو الحویرث عبدالرحمن بن معاویہ ضعیف ہے (نیل المقصود: ۱۱۰۵) اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد ۸/۱)

تنبیہ: دوبارہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قول راجح میں ابو الحویرث مذکور جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے، لہذا یہ وجہ ضعیف نہیں ہے۔

۲: سند منقطع ہے۔ محمد بن جبیر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، لہذا اس سند کو بوسیری اور سیوطی کا حسن قرار دینا غلط ہے۔

شاہد دوم: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بغیر، بعض حدیث کا شاہد مسند احمد (۲۸۱ ح ۱۸۷) میں ہے۔ اس کی سند بھی مجالد بن سعید

(ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

شہادہ سوم: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ، اس سیاق کے بغیر، بعض حدیث کا شاہد مسند احمد (۶۳۱ ج ۲۴۷) و مستدرک الحاکم (۳۵۱/۱) میں ہے، لیکن اس شاہد کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس سند میں سعید بن ابی عمرو بن اورق قنادہ بن دعامہ دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں، لہذا اس سند کو ”صحیح علی شرط الشیخین“ کہنا غلط ہے۔

شہادہ چہارم: مسند ابی یعلیٰ (۹۷) المسحر الزخار (ح ۵) مسند ابی بکر الصدیق للمروزی (ح ۸، ۷) اور شعب الایمان للبیہقی (۱۰۷ ج ۹۲) وغیرہ میں الزہری عن سعید بن المسیب عن عثمان عن ابی بکر کی سند سے مروی ہے۔ یہ سند بھی ضعیف ہے۔ زہری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ امام بخاری اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”ولا یصح فیہ سعید“ اس میں سعید کا لفظ صحیح نہیں ہے۔ (التاریخ الکبیر ۱۶۹)

آپ نے دیکھ لیا کہ اس متن والی یہ روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔ تاہم یہ بات بالکل صحیح و ثابت ہے کہ نجات کا دار و مدار سچے دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار ہے۔ بشرطیکہ آدمی ہر قسم کے شرک و کفر سے اعلان برأت کر لے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من مات وهو یعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة“ جو آدمی اس حالت میں مرے کہ وہ (سچے دل سے) جاننا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے (اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۶/۱۳۶)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذات خود سنی تھی۔ (دیکھئے صحیح مسلم ۲۶/۱۳۷)

تنبیہ بلوغ: روایت مذکورہ سے مشابہ قصہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی تھی۔ دیکھئے مسند احمد (۱۶۱ ج ۱۳۸۶) و عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (۱۱۰۰) و سندہ صحیح، و صحیح الحاکم علی شرط الشیخین (۳۵۱، ۳۵۰/۱) و وافقہ الذہبی (!)

شرک و کفر کرنے والا شخص اگر آخری وقت میں یہ کلمہ پڑھ لے اور شرک و کفر سے اعلان برأت کر دے تو نجات پالے گا۔

واللہ غفور رحیم

تنبیہ: بعض لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی اس غیر ثابت روایت کی تاویلات و تشریحات بھی کی ہیں لیکن جب روایت ہی ضعیف ہوگی تو ان تاویلات و تشریحات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[۴۲] وعن المقداد أنه سمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ((لا يبقى على ظهر الأرض بيت مدر ولا وبر إلا أدخله الله كلمة الإسلام، بعز عزيز وذلل

(سیدنا) مقداد (بن الاسود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: (عرب کی) زمین پر (شہروں اور دیہاتوں میں) کوئی گھریا خیمہ ایسا باقی

نہیں رہے گا جس میں کلمہ اسلام داخل نہ ہو، چاہے وہ عزت سے مانیں یا ذلت سے۔ جو لوگ عزت سے مانیں گے وہ اس کلمے والے (اور غالب) ہوں گے۔ اور جو ذلت سے مانیں گے تو وہ اہل کلمہ (مسلمانوں) کی اطاعت کریں گے۔ سارے کاسارادین اللہ ہی کے لئے ہوگا۔ اسے احمد (۶/۲۴۶ ح ۲۴۳۱۵) نے روایت کیا ہے۔

ذلیل، إمام یعزہم اللہ فیجعلہم من أهلہا، أویذلہم فیذینون لہا.)) قلت: فیکون الدین کلہ للہ. رواہ أحمد.

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (مواردالظمان: ۱۶۳۱، ۱۶۳۳، الاحسان: ۶۶۶۳، ۶۶۶۶، دوسرا نسخہ ۶۶۹۹، ۶۷۰۱) نے صحیح حاکم (۴/۴۳۰) اور ذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیرۃ العرب (عربستان مثلاً حجاز، عراق، شام، یمن وغیرہ) میں دین اسلام غالب ہو جائے گا۔ لوگ مسلمان ہو جائیں گے یا پھر جزیرہ دے کر زندگی گزاریں گے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ والحمد للہ

۲: اگر اس حدیث میں ”ظہر الأرض“ سے مراد ساری زمین لی جائے تو پھر اس کا وقوع ابھی باقی ہے۔ جب سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے تو ان کے دور میں ساری زمین پر اسلام غالب ہو جائے گا اور کفر تہس نہس ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

وہب بن منبہ (تابعی رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا کہ کیا لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں، لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں۔ اگر تو دندانوں والی چابی لے کر آئے گا تو دروازہ تیرے لئے کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔ اسے بخاری نے ترجمۃ باب میں (تعلیقاً قبل ح ۱۲۳۷) روایت (یعنی ذکر) کیا ہے۔

[۴۳] وعن وہب بن منبہ، قيل له: أليس لا إله إلا الله مفتاح الجنة؟ قال: بلى، ولكن ليس مفتاح إلا وله أسنان، فإن جئت بمفتاح له أسنان فتح لك، وإلا لم يفتح لك. رواه البخاري في ترجمة باب.

تصحیح: صحیح بخاری (تعلیقاً قبل ح ۱۲۳۷)

[۴۴] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((إذا أحسن أحدكم إسلامه، فكل حسنة يعملها تكتب له بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، وكل سيئة يعملها تكتب بمثلها حتى لقي الله)) متفق عليه.

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لائے تو ہر نیکی کرنے کے بدلے اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے پاس چلا جاتا (یعنی وفات پا جاتا) ہے۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۴۲) صحیح مسلم (۱۲۹/۲۰۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: رب کریم اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہر نیکی کے بدلے دس گنا ثواب عطا فرماتا ہے، بلکہ لوگوں کی نیتوں پر بعض نیکیوں کو سات سو گنا ثواب بھی عطا کر دیتا ہے۔
- ۲: گناہ گار کے نامہ اعمال میں گناہ کرنے کی وجہ سے صرف ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔
- ۳: جنت اور جہنم والے اعمال کا دار و مدار موت تک ہے۔ موت کے بعد اعمال تکلیفیہ (وہ اعمال جنہیں سرانجام دینے پر انسان مکلف، مامور یا مجبور ہے) منقطع ہو جاتے ہیں۔

[۴۵] وعن أبي أمامة أن رجلاً سأل رسول الله ﷺ: ما الإيمان؟ قال: ((إذا سرتك حسنتك وساءت سيئتك فأنت مؤمن))

قال: يا رسول الله! فما الإثم؟ قال: ((إذا حاك في نفسك شيً فدعه)) رواه أحمد.

(سیدنا) ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تمہیں تمہاری نیکی اچھی لگے اور برائی بری محسوس ہو تو پھر تم (کامل) مومن ہو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارے دل میں اگر کوئی چیز کھٹکے تو اسے چھوڑ دو۔

اس حدیث (کو احمد (بن حنبل رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب المسند ج ۵ ص ۲۵۱ ح ۲۲۵۱۹ میں) روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۷۶، الموارد: ۱۰۳) حاکم (المستدرک ۱/۱۴۱، ۱۳۲، ۹۹) بیہقی (شعب الایمان: ۴۶، ۵۷،

۶۹۹۰، ۶۹۹۱) ابن مندہ (کتاب الایمان: ۱۰۸۸) قاضی محمد بن سلامہ القضاعی (مسند الشہاب: ۴۰۲) عبدالرزاق (المصنف: ۲۰۱۰۴ نسخہ جدیدہ: ۲۰۲۷۳) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۷۵۳۹، المعجم الاوسط: ۳۱۰۷) نے یحییٰ بن ابی کثیر عن زید بن سلام عن ابی سلام (مطور) عن ابی امامہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر ثقہ ثبت ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۲/۶۲۳) دارقطنی نے فرمایا: ”معروف بالتدلیس“ آپ تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ (العلل الواردة ۱۱/۲۴۱ سوال: ۲۱۶۳)

زید بن سلام کے بھائی اور مطور ابو سلام کے پوتے معاویہ بن سلام (ثقة) نے کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے میرے بھائی زید بن سلام کی کتاب لی تھی۔ (تاریخ ابی زرعہ دمشقی: ۸۰۹ و سندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لم یلق یحییٰ بن ابی کثیر زید بن سلام، و قدم معاویہ بن سلام علیہم، فلم یسمع یحییٰ بن ابی کثیر، أخذ کتابہ عن أخیه ولم یسمعه، فدلّسه عنہ“ یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے ملاقات نہیں کی۔ معاویہ بن سلام ان کے پاس آئے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے (زید بن سلام سے) نہیں سنا، اس کی کتاب اس کے بھائی سے لے لی اور اس سے کچھ نہیں سنا پھر اس سے تدلیس کی۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۳۹۸۳)

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے کچھ نہیں سنا، بلکہ ان کی کتاب سے روایت کرتے تھے۔ کتاب سے روایت کرنا قول راجح میں صحیح ہے، بشرطیکہ کتاب کی سند میں طعن ثابت نہ ہو۔ یہاں تو واسطہ بین الکتب ثقہ ہے، لہذا یہ روایت زید بن سلام سے ثابت ہے اور باقی سند صحیح ہے۔ اس روایت کے صحیح مسلم (۲۵۵۳) اور سنن الترمذی (۲۱۶۵) قال: ”حسن صحیح غریب“ وغیرہما میں شواہد بھی ہیں۔

فقہ الحدیث:

۱: طیبی شارح مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ اگر آپ نیکی کر کے خوش ہوں کہ اس پر ثواب ملے گا اور گناہ کے بعد پریشان ہو جائیں (کہ اس پر عذاب ملے گا) تو یہ اللہ اور قیامت پر ایمان لانے کی علامت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۱۱۶۱، اکاشف عن حقائق السنن للطیبی ۱۹۲۱)

۲: اس حدیث میں ”فأنت مؤمن“ پس تم مؤمن ہو، سے مراد کامل الایمان ہے۔

۳: جن کاموں کی واضح حرمت شریعت میں مذکور نہیں ہے، لیکن ان کی حلت و حرمت میں شک رہتا ہے تو ایسے تمام مشکوک امور سے مکمل اجتناب کرنا ایمان کی علامت ہے۔

۴: جو امور شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنا باعثِ ثواب اور ایمان کی علامت ہے، چاہے دل پسند کرے یا نہ کرے۔

۵: جس طرح انسان میٹھی چیزوں کو پسند اور کڑوی چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح اہل ایمان کی دلی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ رہے منافقین، کفار اور گناہ گار لوگ تو یہ نیکیوں سے دوری اور برائیوں سے قربت و محبت اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح دل پر سیاہ دھبے لگتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک دن سارا دل ہی سیاہ ہو کر اپنے رب کا مکمل نافرمان بن جاتا ہے۔ یہی لوگ دنیا و آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

(سیدنا) عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس (اسلام کے ابتدائی زمانے میں) آیا تو پوچھا: اس دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک آزاد مرد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا کلام کرنا اور (غریب و امیر کو) کھانا کھلانا۔ میں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صبر اور فراخ دلی۔ میں نے پوچھا: کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے پوچھا: کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا اخلاق۔ میں نے پوچھا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: لمبے قنوت (قیام) والی۔ میں نے پوچھا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جسے تیرا رب ناپسند کرے تو اُسے چھوڑ دے۔ میں نے پوچھا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کا گھوڑا کاٹ دیا جائے اور اس کا اپنا خون بہا دیا جائے (یعنی شہید ہو جائے) میں نے پوچھا: (عبادت کے لئے) کون سا وقت افضل ہے؟

آپ نے فرمایا: رات کا آخری حصہ۔

اسے احمد (۴/۳۸۵ ج ۱۹۶۵۵) نے روایت کیا ہے۔

[۴۶] وعن عمرو بن عبسة قال: أتيت رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله! من معك على هذا الأمر؟ قال: ((حر و عبد)) قلت: ما الإسلام؟ قال: ((طيب الكلام و اطعام الطعام)) قلت: ما الإيمان؟ قال: ((الصبر و السماحة)) قال قلت: أي الإسلام أفضل؟ قال: ((من سلم المسلمون من لسانه و يده)) قال قلت: أي الإيمان أفضل؟ قال: ((خلق حسن)) قال قلت: أي الصلوة أفضل؟ قال: ((طول القنوت)) قال قلت: أي الهجرة أفضل؟ قال: ((أن تهجر ما كره ربك)) قال قلت: فأأي الجهاد أفضل؟ قال: ((من عقر جواده و أهريق دمه)) قال قلت: أي الساعات أفضل؟ قال: ((جوف الليل الآخر)) رواه أحمد .

تحقیق و تخریج: ۸ اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام احمد کے علاوہ ابن ماجہ (۲۷۹۴ مختصر أجداً) اور عبد بن حمید (المختب: ۳۰۰ مطولاً) نے حجاج بن دینار عن محمد بن ذکوان

عن شہر بن حوشب عن عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

① محمد بن ذکوان المصری الازدی: ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۸۷۱)

② یہ سند منقطع ہے۔ ابو حاتم الرازی نے فرمایا کہ شہر بن حوشب نے عمرو بن عبسہ سے (کچھ) نہیں سنا۔

(کتاب المرانیل لابن ابی حاتم ص ۸۹)

یہی بات ابو زرعا الرازی نے بھی فرمائی ہے۔

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے ”تسہیل الحاجۃ فی تحقیق سنن ابن ماجہ“ میں ابن ماجہ والی مختصر روایت ”أبي الجهاد أفضل؟ قال :

((من أهریق دمہ و عفر جو ادا))“ کو شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الحاجۃ قلمی ص ۲۲ ح ۲۷۹۴)

کیونکہ سنن ابی داؤد (۱۴۴۹) میں اس متن کا ایک حسن (لذاتہ) شاہد ہے۔

تنبیہ (۲): سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کے ابتدائی دور میں آئے اور اسلام قبول کر کے چلے گئے تھے، پھر اسلام کے غلبے اور جہاد کی برکات کے بعد مدینہ تشریف لائے۔ محمد بن ذکوان راوی نے اپنے

ضعف کی وجہ سے روایت کا متن گڈمڈ کر دیا ہے، جس میں بالکل ابتدائی دور میں جہاد اور نماز وغیرہ کا ذکر کر دیا ہے۔

تنبیہ (۳): جس روایت کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کے فوائد و فقہ الحدیث لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[۶۷] وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول : ((من لقي الله لا يشرك به شيئاً ويصلي الخمس ويصوم رمضان ، غفر له)) قلت : أفلا أبشرهم يا رسول الله ؟ قال : ((دعهم يعملوا)) رواه أحمد .

(سیدنا) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص (اس حالت میں) اللہ سے ملاقات کرے کہ وہ شرک نہ کرتا تھا، پانچ نمازیں پڑھتا اور رمضان کے روزے رکھتا تھا (تو) اسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو (یہ) خوش خبری نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: انھیں چھوڑو! وہ عمل کرتے رہیں۔

اسے احمد (۲۳۴/۵ ح ۸۷۲۳۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج : صحیح ہے۔

اس روایت کو ترمذی (۲۵۳۰) نے بھی زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ

سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عطاء بن یسار (تابعی رحمہ اللہ) کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لیکن صحیح بخاری (۷۴۲۳) و مسند احمد

(۳۳۵/۲، ۳۳۹) وغیرہ ہمارے اس حدیث کے شواہد ہیں، جن کی بنا پر یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔

نیز دیکھئے أضواء المصباح: ۲۵، ۲۷، ۲۹، الحدیث: ۱۷، ۴، ۵، الحدیث: ۱۸، ص ۳، ۲

اور انھیں (سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا: تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھے۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لئے وہی ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اسے احمد (۲۴۷/۵ ج ۲۲۴۸۱) نے روایت کیا ہے۔

[۴۸] وعنه أنه سأل النبي ﷺ عن أفضل الإيمان؟ قال: ((أن تحب لله و تبغض لله و تعمل لسانك في ذكر الله.)) قال: وما ذا يا رسول الله! قال: ((أن تحب للناس ما تحب لنفسك، و تكره لهم ما تكره لنفسك)) رواه أحمد .

تحقیق و تخریج: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند کے دوراوی ضعیف ہیں:

۱: رشید بن سعد ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۴۲)

۲: زبان بن فائد صالح اور عابد ہونے کے باوجود حدیث میں ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۷۵)

تنبیہ: الموسوعة الحديثية (ج ۳۶ ص ۴۴۵) میں اس ضعیف روایت کے کچھ شواہد مذکور ہیں، جو اس روایت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ والحمد للہ



باب الكبائر وعلامات النفاق

کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامات کا باب

الفصل الأول

[۴۹] عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رجل: يا رسول الله! أي الذنب أكبر عند الله؟ قال: ((أن تدعولله ندأ وهو خلقك)) قال: ثم أي؟ قال: ((أن تقتل ولدك خشية أن يطعم معك)) قال: ثم أي؟ قال: ((أن تزني حليلة جارك)) فأنزل الله تصديقها: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾ الآية، متفق عليه.

(سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کے ہاں کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو اللہ کا شریک بنا کر اُسے پکارے حالانکہ اس (اللہ) نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے پوچھا: پھر (اس کے بعد) کون سا (گناہ سب سے بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر کی وجہ سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر (رزق) کھائیں گے۔

اس نے پوچھا: پھر (اس کے بعد) کون سا (گناہ سب سے بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ (تعالیٰ) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے الہ (موجود) کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو ناحق قتل کرتے ہیں، جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ زنا کرتے ہیں۔ [الفرقان: ۶۸] آپ نے آخر تک آیت تلاوت فرمائی۔ متفق علیہ

تصحیح: صحیح بخاری (۶۸۶۱) صحیح مسلم (۸۶۱/۴۲)، ترمذی (۲۵۸)

فقہ الحدیث:

۱: ندظیر (مثل اور شریک) کو کہتے ہیں۔ (دیکھئے فتح الباری ۱۶۳۸ تحت ج: ۴۷۷)

اندا سے اللہ کے سوا آہلہ (معبودان باطلہ) مراد ہیں۔ (انہیابی غریب الحدیث لابن الاثیر ج ۵ ص ۳۵)

معلوم ہوا کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔ (لقمن: ۱۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ط﴾

بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ (النساء: ۱۱۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ط﴾ بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک

کیا تو یقیناً اللہ نے اس کے لئے جنت حرام قرار دی ہے اور اس شخص کا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہے۔ (المائدہ: ۷۲)

ان دلائل کے باوجود بہت سے لوگ شرک کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ شرک کرنے والے قیامت کے

دن اللہ کے سامنے کہیں گے: ﴿وَاللَّهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم مشرک نہیں تھے۔ (الانعام: ۲۳)

ارشاد ہوگا: دیکھو! یہ اپنے آپ پر کیسے جھوٹ بول رہے ہیں، اور جو (معبودانِ باطلہ) یہ لوگ گھڑتے تھے ان سے (آج) گم

ہو گئے ہیں۔ (الانعام: ۲۴)

۲: بے گناہ کا قاتل کبیرہ گناہ ہے اور خاص طور پر غربت یا نام نہاد غیرت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دینا بہت ہی بڑا گناہ ہے، جسے

اس حدیث میں شرک کے بعد دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے۔ دور جاہلیت میں بعض جاہل لوگ اپنی اولاد کو غربت یا جھوٹی عزت کی

بنیاد پر قتل کر دیتے تھے۔ موجودہ دور میں اسقاطِ حمل اور خاندانی منصوبہ بندی بھی قتلِ اولاد کے مترادف ہے۔

تنبیہ: اگر کسی شخص کی بیوی بیمار ہو یا اس کی موت یا شدید بیماری کا خوف ہو تو دوسرے دلائل کی رُو سے شوہر عزول کر سکتا ہے۔

(مثلاً دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۸/۱۴۳۰ اور ترمذی دارالسلام: ۳۵۶۱)

بعض صحابہ و تابعین سے اس کا جواز اور بعض سے کراہت ثابت ہے۔ دیکھئے موطأ امام مالک (ج ۲ ص ۵۹۵)، مصنف ابن ابی شیبہ

(ج ۴ ص ۲۱۷-۲۲۲) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۷ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

یاد رہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا ارشاد ہے: ((تزوجوا الولود فالولد فانی مکاثر بکم الأمم)) محبت کرنے والی اور زیادہ

بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میری امت (سب سے) زیادہ ہو۔

(ابوداؤد: ۲۰۵۰ و سندہ حسن، أضواء المصائب: ۳۰۹۱)

۳: زنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، لیکن اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا کئی گنا زیادہ جرم اور حرام ہے۔

۴: قرآن وحدیث ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، کیونکہ دونوں منزل من اللہ اور وحی ہیں۔ وحی میں تضاد وتعارض کبھی نہیں

ہوتا۔

۵: صحابہ کرام علم سیکھنے پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے۔

۶: سوال کرنا تقلید نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَسْأَلُوا أَهْلَ الدِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ اگر تم نہیں جانتے تو

اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھ لیا کرو۔ (النحل: ۴۳)

عالم و مفتی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو دلیل (کتاب و سنت اور اجماع) سے جواب دے۔

[۵۰] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((الكبائر الإشراف بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس)) رواه البخاري.

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (یہ) کبیرہ گناہ (ہیں): اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی (بے گناہ) نفس (جان) کو قتل کرنا اور ڈبونے والی (جھوٹی) قسم کھانا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۶۶۷۵)

[۵۱] وفي رواية أنس: ((وشهادة الزور بدل اليمين الغموس)) متفق عليه.

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ”ڈبونے والی قسم“ کے بجائے ”جھوٹی قسم“ کے الفاظ ہیں۔ یہ (حدیث) متفق علیہ ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۲۶۵۳) صحیح مسلم (۸۸/۱۴۴)

فقہ الحلیہ:

- ۱: اس حدیث میں سابقہ حدیث پر ایک کبیرہ گناہ ”جھوٹی قسم“ کے ذکر کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- ۲: ثقہ کی زیادت، اگر ثقہ راویوں یا اوثق کے سراسر خلاف نہ ہو تو مقبول ہوتی ہے۔
- ۳: احادیث صحیحہ کے الفاظ میں راویوں کا اختلاف چنداں مُضر نہیں ہوتا، بلکہ تمام روایات کو اکٹھا کر کے تمام الفاظ کے مشترکہ مفہوم پر ایمان و عمل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔
- ۴: عدم ذکر نفی ذکر کی حتمی دلیل نہیں ہوتا، بلکہ ذکر والی روایت کو تمام عدم ذکر والی روایتوں پر ہمیشہ ترجیح ہوتی ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو، لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ (سات چیزیں) کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس نفس (جان) کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سُد کھانا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، دو صفوں کے ملنے (کافروں سے جہاد) والے دن بھاگ جانا اور پاک دامن غافل عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانا۔ متفق علیہ

[۵۲] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((اجتنبوا السبع الموبقات)) قالوا: يا رسول الله! وما هنّ؟ قال: ((الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۲۷۶۶) صحیح مسلم (۱۳۵/۸۹)
فقہ الحلبیث:

۱: اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے:

(۱) شرک (۲) جادو (۳) قتل (۴) سُد (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدانِ جہاد سے بھاگنا (۷) اور پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

ان میں سے شرک اور قتل کا ذکر سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

۲: ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔

۳: اگر آدمی توبہ کے بغیر مر جائے تو اسے کبیرہ گناہ تباہ و برباد کر کے جہنم میں پھینک دیں گے، الایہ کہ شرک نہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم اور رحمت سے بخش دے۔

۴: جادو کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بسا اوقات جادو دائرۃ اسلام سے خروج کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

۵: یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا اُس کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کی جس قدر فضیلت ہے، اس کے مال کو ہڑپ کرنے پر وعید بھی اتنی شدید ہے۔

۶: غلبۃ اسلام کے لئے کافروں سے لڑائی کے وقت بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔

۷: اسلام عورتوں کو مکمل تحفظ دیتا ہے لہذا کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے، اور اسلام میں تہمت لگانے والے کے لئے سزا بھی موجود ہے۔

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے تو اس وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور لوٹنے والا جس وقت لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لوٹ رہا ہوتا ہے اُس وقت مومن نہیں ہوتا۔ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا خیانت کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ خبردار ان کاموں سے بچتے رہو، ان سے بچتے رہو۔ متفق علیہ

[۵۳] وعنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن ولا يغفل أحدكم حين يغفل وهو مؤمن فإياكم وإياكم)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۲۳۷۵) صحیح مسلم (۱۰۰/۵۷)

(سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی (بیان کردہ) روایت میں ہے: اور قتل کرنے والا قتل کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ عکرمہ (تابعی) نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس (گناہ گار) سے ایمان کس طرح نکل جاتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس طرح، اور اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے نکال لیں۔ ”پھر جب توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے“ اور اپنی انگلیاں دوبارہ ایک دوسرے میں داخل کر کے ملا لیں۔ ابو عبد اللہ (بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: یہ (گناہ کرنے والا شخص) کامل ایمان والا نہیں ہوتا اور نہ اس کے پاس نورِ ایمان ہوتا ہے۔ یہ (بیان کردہ) الفاظ (صحیح) بخاری کے ہیں۔

[۵۴] وفي رواية ابن عباس: ((ولا يقتل حين يقتل وهو مؤمن)) قال عكرمة: قلت لابن عباس: كيف ينزع الإيمان منه؟ قال: هلكذا، وشبك بين أصابعه ثم أخرجها، فإن تاب عاد إليه هلكذا، وشبك بين أصابعه. وقال أبو عبد الله: لا يكون لهذا مؤمناً تماماً ولا يكون له نور الإيمان. لهذا لفظ البخاري.

تخریج: صحیح بخاری (۶۸۰۹)

فقہ الحدیث:

۱: معلوم ہوا کہ ایمان کے بہت سے درجے ہیں، ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ چوری اور زنا وغیرہ کبیرہ گناہ

کرنے والے کا ایمان، گناہ کی حالت میں اس کے جسم سے نکل کر اس کے سر پر چھتری کی طرح بلند ہو جاتا ہے۔
ایمان نکلنے کے باوجود یہ شخص کافر نہیں ہوتا، بلکہ گناہ گار مسلمان ہی رہتا ہے، بشرطیکہ نواقض اسلام کا ارتکاب نہ کرے۔
۲: زنا، چوری اور مالِ غنیمت میں خیانت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔

تنبیہ: جو لوگ مدرسوں، مساجد، تنظیموں، جماعتوں اور رفاہی کاموں کے بہانے سے چندے کا مال کھا جاتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ انھیں سمجھ لینا چاہئے کہ ایک دن علیم بذات الصدور کے سامنے پیش ہو کر ذرے ذرے کا حساب دینا ہے۔ ایک شخص نے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر چرائی تھی تو وہی چادر جہنم کی آگ بن کر اُس کے جسم سے چٹ گئی تھی۔
۳: عالم کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو عام فہم مثالیں دے کر سمجھائے۔

[۵۵] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((آية المنافق ثلاث)) زاد مسلم: ((وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم)) ثم اتفقا: ((إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أؤتمن خان))
(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ متفق علیہ

صحیح مسلم (کی ایک روایت) میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: اگرچہ وہ روزے رکھے، نمازیں پڑھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلم ہے [تو پھر بھی منافق ہے۔]

(۱۱۰، ۱۰۹، ۵۹، ۱۰۹، ۲۱۳، ۲۱۴)

تخریج: صحیح بخاری (۳۳) صحیح مسلم (۵۹/۱۰۷، ۵۹/۱۰۷، ۲۱۱)

فقہ الحلیوت:

۱: اس حدیث (اور دیگر دلائل) سے صاف ظاہر ہے کہ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۲: اسلام کا دعویٰ کرنے والا منافق بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ اس کے منافقانہ قول و فعل سے ثابت ہو جاتا ہے۔

۳: ایمان کے بہت سے درجے ہیں۔

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جس (شخص) میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو تو اُس میں نفاق کی خصلت ہے حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے؟ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ (وعدہ) کرے تو غداری کرے اور جب لڑائی کرے تو گالیاں دے۔ متفق علیہ

[۵۶] وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ: ((أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا أؤتمن خان وإذا حدث كذب وإذا عاهد غدر وإذا خاصم فجر)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۳۲) صحیح مسلم (۵۸/۱۰۶)
فقہ الحلیہ:

- ۱: گالیاں دینا کبیرہ گناہ ہے۔
- ۲: سچا مسلمان کبھی غدار نہیں ہوتا۔
- ۳: اس حدیث میں منافق کی اہم اور مشہور چار خصلتیں بیان کی گئی ہیں، جبکہ کتاب و سنت میں اس کی مزید کئی عادات و اطوار کا ذکر ملتا ہے۔

(سیدنا عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی مثال دو ریوڑوں میں اس سرگرداں بکری کی طرح ہے جو کبھی ایک ریوڑ کی طرف (نر کے لئے) بھاگتی ہے اور کبھی دوسرے ریوڑ کی طرف بھاگتی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۵۷] وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: ((مثل المنافق كالشاة العائرة بين الغنمين، تعير إلى هذه مرة وإلى هذه مرة)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۷۸۳/۱۷)
فقہ الحلیہ:

- ۱: عملی نفاق کبیرہ گناہوں میں سے ہے جبکہ اعتقادی نفاق کفر ہے۔
- ۲: دو کشتیوں پر بیک وقت پاؤں رکھنے والا بالآخر ڈوب جاتا ہے۔ اسے اُس کا دو غلا پن ذرہ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔
- ۳: منافقین اصل میں حیوانات سے بھی بدتر ہیں۔

الفصل الثاني

[۵۸] عن صفوان بن عسال، قال: قال يهوديٌ لصاحبه: اذهب بنا إلى هذا النبي - فقال له صاحبه: لا تقل: نبي، إنه لو سمعك لكان له أربع أعين - فأتيا رسول الله ﷺ فسألاه عن آياتِ بيناتٍ، فقال رسول الله ﷺ: ((لا تُشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق، ولا تمشوا بيريءٍ إلى ذي سلطانٍ ليقتله، ولا تسحروا، ولا تأكلوا الرِّبَا، ولا تقذفوا محصنةً، ولا تولوا للفرار يوم الزحف، وعليكم خاصةً - اليهود - أن لا تعتدوا في السبت)) - قال: فقَبَلَا يديه ورجليه، وقالا: نشهد أنك نبي - قال: ((فما يمنعكم أن تتبعوني؟)) - قال: إن داود عليه السلام دعا ربّه أن لا يزال من ذريته نبي، وإنا نخاف أن تبعناك أن يقتلنا اليهود.

(سیدنا) صفوان بن عسال (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے کسی دوست سے کہا: آؤ اس نبی کے پاس جائیں، تو اس کے دوست نے کہا: (انہیں) نبی نہ کہو، کیونکہ اگر انہوں نے تجھے (یہ کہتے ہوئے) سُن لیا تو (خوشی سے) اُن کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے آیاتِ بینات کے بارے میں پوچھا (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وہ آیات یہ ہیں:) اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) جس جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو (۵) بے گناہ آدمی کو قتل کرانے کے لئے حاکم کے پاس نہ لے جاؤ (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ (۹) میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ (۱۰) اور اے یہودیو! تم خاص طور پر سبت (ہفتے) والے دن سرکشی نہ کرو۔ (صفوان رضی اللہ عنہ نے) کہا: ان دونوں (یہودیوں) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چومے اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: پھر تم میری اتباع کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: بے شک داود علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ اُن کی اولاد میں سے نبی آتے رہیں، لہذا ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم نے آپ کی اتباع کر لی تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔

رواه الترمذی، وأبو داود، والنسائی .
 اسے ترمذی (۲۷۳۳ وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“)
 ابوداود (?) اور نسائی (۱۱۱/۷ ح ۴۰۸۳) نے روایت کیا
 ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسے ترمذی و نسائی کے علاوہ ابن ماجہ (۳۷۰۵) احمد بن حنبل (۲۳۹/۴ ح ۱۸۰۹۲، ۱۸۰۹۴، ۲۴۰/۴ ح ۱۸۰۹۶) حاکم (۲۰۹/۱ ح ۲۱۵/۳) وغیرہم نے شعبۂ عن عمرو بن مرہ عن عبد اللہ بن سلمہ عن صفوان کی سند سے روایت کیا ہے۔ اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ شعبۂ بن الحجاج اور عمرو بن مرہ مشہور ثقہ راوی ہیں۔ مثلاً دیکھئے تقریب التہذیب (۵۱۱۲، ۲۷۹۰) عبد اللہ بن سلمہ پر درج ذیل علماء نے جرح کی ہے:

- ۱: البخاری، قال: لا ینابغ فی حدیثہ (التاریخ الکبیر ۹۹/۵)
 - ۲: ابو حاتم الرازی، قال: تعرف وتنکر (الجرح والتعدیل ۷۴/۵)
 - ۳: النسائی، قال: يعرف وينکر (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۴۷)
 - ۴: العقیلی، ذکرہ فی الضعفاء (الضعفاء الکبیر ۲۶۵/۲)
 - ۵: ابن الجوزی، ذکرہ فی الضعفاء (۲۰۳۸ ت ۱۲۵/۲)
 - ۶: ابو احمد الحاکم: حدیثہ لیس بالقائم (کتاب الکنی بحوالہ تہذیب التہذیب ۲۴۱/۵)
- درج ذیل علماء نے عبد اللہ بن سلمہ مذکور کی توثیق کی ہے:
- ۱: العجلی، قال: ثقة (کتاب التاریخ: ۸۱۹)
 - ۲: ابن عدی، قال: وأرجو أنه لا بأس به (اکمال ۱۴۸۷/۴)
 - ۳: ابن حبان، قال: یخطئ (الثقات ۱۲/۵)
- وصحیح حدیثہ (الاحسان: ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳)
- ۴: ابن خزیمہ، روی له فی صحیحہ (۲۰۸۰ ح)
 - ۵: ابن الجارود، روی له فی المنتقی (۹۴ ح)
 - ۶: ترمذی، صحح له (۱۴۶ ح)
 - ۷: البغوی، صحح له (شرح السنۃ ۲۴۱/۲ ح ۲۷۳)
 - ۸: الحاکم، صحح له (المستدرک ۵۲۱ ح، ۵۲۲ ح، ۵۲۳ ح، ۵۲۴ ح، ۵۲۵ ح، ۵۲۶ ح، ۵۲۷ ح، ۵۲۸ ح، ۵۲۹ ح، ۵۳۰ ح، ۵۳۱ ح، ۵۳۲ ح، ۵۳۳ ح، ۵۳۴ ح، ۵۳۵ ح، ۵۳۶ ح، ۵۳۷ ح، ۵۳۸ ح، ۵۳۹ ح، ۵۴۰ ح، ۵۴۱ ح، ۵۴۲ ح، ۵۴۳ ح، ۵۴۴ ح، ۵۴۵ ح، ۵۴۶ ح، ۵۴۷ ح، ۵۴۸ ح، ۵۴۹ ح، ۵۵۰ ح، ۵۵۱ ح، ۵۵۲ ح، ۵۵۳ ح، ۵۵۴ ح، ۵۵۵ ح، ۵۵۶ ح، ۵۵۷ ح، ۵۵۸ ح، ۵۵۹ ح، ۵۶۰ ح، ۵۶۱ ح، ۵۶۲ ح، ۵۶۳ ح، ۵۶۴ ح، ۵۶۵ ح، ۵۶۶ ح، ۵۶۷ ح، ۵۶۸ ح، ۵۶۹ ح، ۵۷۰ ح، ۵۷۱ ح، ۵۷۲ ح، ۵۷۳ ح، ۵۷۴ ح، ۵۷۵ ح، ۵۷۶ ح، ۵۷۷ ح، ۵۷۸ ح، ۵۷۹ ح، ۵۸۰ ح، ۵۸۱ ح، ۵۸۲ ح، ۵۸۳ ح، ۵۸۴ ح، ۵۸۵ ح، ۵۸۶ ح، ۵۸۷ ح، ۵۸۸ ح، ۵۸۹ ح، ۵۹۰ ح، ۵۹۱ ح، ۵۹۲ ح، ۵۹۳ ح، ۵۹۴ ح، ۵۹۵ ح، ۵۹۶ ح، ۵۹۷ ح، ۵۹۸ ح، ۵۹۹ ح، ۶۰۰ ح، ۶۰۱ ح، ۶۰۲ ح، ۶۰۳ ح، ۶۰۴ ح، ۶۰۵ ح، ۶۰۶ ح، ۶۰۷ ح، ۶۰۸ ح، ۶۰۹ ح، ۶۱۰ ح، ۶۱۱ ح، ۶۱۲ ح، ۶۱۳ ح، ۶۱۴ ح، ۶۱۵ ح، ۶۱۶ ح، ۶۱۷ ح، ۶۱۸ ح، ۶۱۹ ح، ۶۲۰ ح، ۶۲۱ ح، ۶۲۲ ح، ۶۲۳ ح، ۶۲۴ ح، ۶۲۵ ح، ۶۲۶ ح، ۶۲۷ ح، ۶۲۸ ح، ۶۲۹ ح، ۶۳۰ ح، ۶۳۱ ح، ۶۳۲ ح، ۶۳۳ ح، ۶۳۴ ح، ۶۳۵ ح، ۶۳۶ ح، ۶۳۷ ح، ۶۳۸ ح، ۶۳۹ ح، ۶۴۰ ح، ۶۴۱ ح، ۶۴۲ ح، ۶۴۳ ح، ۶۴۴ ح، ۶۴۵ ح، ۶۴۶ ح، ۶۴۷ ح، ۶۴۸ ح، ۶۴۹ ح، ۶۵۰ ح، ۶۵۱ ح، ۶۵۲ ح، ۶۵۳ ح، ۶۵۴ ح، ۶۵۵ ح، ۶۵۶ ح، ۶۵۷ ح، ۶۵۸ ح، ۶۵۹ ح، ۶۶۰ ح، ۶۶۱ ح، ۶۶۲ ح، ۶۶۳ ح، ۶۶۴ ح، ۶۶۵ ح، ۶۶۶ ح، ۶۶۷ ح، ۶۶۸ ح، ۶۶۹ ح، ۶۷۰ ح، ۶۷۱ ح، ۶۷۲ ح، ۶۷۳ ح، ۶۷۴ ح، ۶۷۵ ح، ۶۷۶ ح، ۶۷۷ ح، ۶۷۸ ح، ۶۷۹ ح، ۶۸۰ ح، ۶۸۱ ح، ۶۸۲ ح، ۶۸۳ ح، ۶۸۴ ح، ۶۸۵ ح، ۶۸۶ ح، ۶۸۷ ح، ۶۸۸ ح، ۶۸۹ ح، ۶۹۰ ح، ۶۹۱ ح، ۶۹۲ ح، ۶۹۳ ح، ۶۹۴ ح، ۶۹۵ ح، ۶۹۶ ح، ۶۹۷ ح، ۶۹۸ ح، ۶۹۹ ح، ۷۰۰ ح، ۷۰۱ ح، ۷۰۲ ح، ۷۰۳ ح، ۷۰۴ ح، ۷۰۵ ح، ۷۰۶ ح، ۷۰۷ ح، ۷۰۸ ح، ۷۰۹ ح، ۷۱۰ ح، ۷۱۱ ح، ۷۱۲ ح، ۷۱۳ ح، ۷۱۴ ح، ۷۱۵ ح، ۷۱۶ ح، ۷۱۷ ح، ۷۱۸ ح، ۷۱۹ ح، ۷۲۰ ح، ۷۲۱ ح، ۷۲۲ ح، ۷۲۳ ح، ۷۲۴ ح، ۷۲۵ ح، ۷۲۶ ح، ۷۲۷ ح، ۷۲۸ ح، ۷۲۹ ح، ۷۳۰ ح، ۷۳۱ ح، ۷۳۲ ح، ۷۳۳ ح، ۷۳۴ ح، ۷۳۵ ح، ۷۳۶ ح، ۷۳۷ ح، ۷۳۸ ح، ۷۳۹ ح، ۷۴۰ ح، ۷۴۱ ح، ۷۴۲ ح، ۷۴۳ ح، ۷۴۴ ح، ۷۴۵ ح، ۷۴۶ ح، ۷۴۷ ح، ۷۴۸ ح، ۷۴۹ ح، ۷۵۰ ح، ۷۵۱ ح، ۷۵۲ ح، ۷۵۳ ح، ۷۵۴ ح، ۷۵۵ ح، ۷۵۶ ح، ۷۵۷ ح، ۷۵۸ ح، ۷۵۹ ح، ۷۶۰ ح، ۷۶۱ ح، ۷۶۲ ح، ۷۶۳ ح، ۷۶۴ ح، ۷۶۵ ح، ۷۶۶ ح، ۷۶۷ ح، ۷۶۸ ح، ۷۶۹ ح، ۷۷۰ ح، ۷۷۱ ح، ۷۷۲ ح، ۷۷۳ ح، ۷۷۴ ح، ۷۷۵ ح، ۷۷۶ ح، ۷۷۷ ح، ۷۷۸ ح، ۷۷۹ ح، ۷۸۰ ح، ۷۸۱ ح، ۷۸۲ ح، ۷۸۳ ح، ۷۸۴ ح، ۷۸۵ ح، ۷۸۶ ح، ۷۸۷ ح، ۷۸۸ ح، ۷۸۹ ح، ۷۹۰ ح، ۷۹۱ ح، ۷۹۲ ح، ۷۹۳ ح، ۷۹۴ ح، ۷۹۵ ح، ۷۹۶ ح، ۷۹۷ ح، ۷۹۸ ح، ۷۹۹ ح، ۸۰۰ ح، ۸۰۱ ح، ۸۰۲ ح، ۸۰۳ ح، ۸۰۴ ح، ۸۰۵ ح، ۸۰۶ ح، ۸۰۷ ح، ۸۰۸ ح، ۸۰۹ ح، ۸۱۰ ح، ۸۱۱ ح، ۸۱۲ ح، ۸۱۳ ح، ۸۱۴ ح، ۸۱۵ ح، ۸۱۶ ح، ۸۱۷ ح، ۸۱۸ ح، ۸۱۹ ح، ۸۲۰ ح، ۸۲۱ ح، ۸۲۲ ح، ۸۲۳ ح، ۸۲۴ ح، ۸۲۵ ح، ۸۲۶ ح، ۸۲۷ ح، ۸۲۸ ح، ۸۲۹ ح، ۸۳۰ ح، ۸۳۱ ح، ۸۳۲ ح، ۸۳۳ ح، ۸۳۴ ح، ۸۳۵ ح، ۸۳۶ ح، ۸۳۷ ح، ۸۳۸ ح، ۸۳۹ ح، ۸۴۰ ح، ۸۴۱ ح، ۸۴۲ ح، ۸۴۳ ح، ۸۴۴ ح، ۸۴۵ ح، ۸۴۶ ح، ۸۴۷ ح، ۸۴۸ ح، ۸۴۹ ح، ۸۵۰ ح، ۸۵۱ ح، ۸۵۲ ح، ۸۵۳ ح، ۸۵۴ ح، ۸۵۵ ح، ۸۵۶ ح، ۸۵۷ ح، ۸۵۸ ح، ۸۵۹ ح، ۸۶۰ ح، ۸۶۱ ح، ۸۶۲ ح، ۸۶۳ ح، ۸۶۴ ح، ۸۶۵ ح، ۸۶۶ ح، ۸۶۷ ح، ۸۶۸ ح، ۸۶۹ ح، ۸۷۰ ح، ۸۷۱ ح، ۸۷۲ ح، ۸۷۳ ح، ۸۷۴ ح، ۸۷۵ ح، ۸۷۶ ح، ۸۷۷ ح، ۸۷۸ ح، ۸۷۹ ح، ۸۸۰ ح، ۸۸۱ ح، ۸۸۲ ح، ۸۸۳ ح، ۸۸۴ ح، ۸۸۵ ح، ۸۸۶ ح، ۸۸۷ ح، ۸۸۸ ح، ۸۸۹ ح، ۸۹۰ ح، ۸۹۱ ح، ۸۹۲ ح، ۸۹۳ ح، ۸۹۴ ح، ۸۹۵ ح، ۸۹۶ ح، ۸۹۷ ح، ۸۹۸ ح، ۸۹۹ ح، ۹۰۰ ح، ۹۰۱ ح، ۹۰۲ ح، ۹۰۳ ح، ۹۰۴ ح، ۹۰۵ ح، ۹۰۶ ح، ۹۰۷ ح، ۹۰۸ ح، ۹۰۹ ح، ۹۱۰ ح، ۹۱۱ ح، ۹۱۲ ح، ۹۱۳ ح، ۹۱۴ ح، ۹۱۵ ح، ۹۱۶ ح، ۹۱۷ ح، ۹۱۸ ح، ۹۱۹ ح، ۹۲۰ ح، ۹۲۱ ح، ۹۲۲ ح، ۹۲۳ ح، ۹۲۴ ح، ۹۲۵ ح، ۹۲۶ ح، ۹۲۷ ح، ۹۲۸ ح، ۹۲۹ ح، ۹۳۰ ح، ۹۳۱ ح، ۹۳۲ ح، ۹۳۳ ح، ۹۳۴ ح، ۹۳۵ ح، ۹۳۶ ح، ۹۳۷ ح، ۹۳۸ ح، ۹۳۹ ح، ۹۴۰ ح، ۹۴۱ ح، ۹۴۲ ح، ۹۴۳ ح، ۹۴۴ ح، ۹۴۵ ح، ۹۴۶ ح، ۹۴۷ ح، ۹۴۸ ح، ۹۴۹ ح، ۹۵۰ ح، ۹۵۱ ح، ۹۵۲ ح، ۹۵۳ ح، ۹۵۴ ح، ۹۵۵ ح، ۹۵۶ ح، ۹۵۷ ح، ۹۵۸ ح، ۹۵۹ ح، ۹۶۰ ح، ۹۶۱ ح، ۹۶۲ ح، ۹۶۳ ح، ۹۶۴ ح، ۹۶۵ ح، ۹۶۶ ح، ۹۶۷ ح، ۹۶۸ ح، ۹۶۹ ح، ۹۷۰ ح، ۹۷۱ ح، ۹۷۲ ح، ۹۷۳ ح، ۹۷۴ ح، ۹۷۵ ح، ۹۷۶ ح، ۹۷۷ ح، ۹۷۸ ح، ۹۷۹ ح، ۹۸۰ ح، ۹۸۱ ح، ۹۸۲ ح، ۹۸۳ ح، ۹۸۴ ح، ۹۸۵ ح، ۹۸۶ ح، ۹۸۷ ح، ۹۸۸ ح، ۹۸۹ ح، ۹۹۰ ح، ۹۹۱ ح، ۹۹۲ ح، ۹۹۳ ح، ۹۹۴ ح، ۹۹۵ ح، ۹۹۶ ح، ۹۹۷ ح، ۹۹۸ ح، ۹۹۹ ح، ۱۰۰۰ ح)

۹: الذہبی، صحیح له (تلخیص المستدرک ۱۵۲/۴، ۱۰۷)

۱۰: البیہقی، قال فی حدیثہ: ”رواہ الطبرانی وإسناده حسن“ (مجمع الزوائد ۲۹۲/۹)

☆ یعقوب بن شبیبہ، قال: ثقة (تہذیب الجہذیب ۲۳۱/۵ بغیر سند)

☆ ابن اسکن، صحیح له (التلخیص الحجیر ۱۳۹/۱ ح ۱۸۴)

☆ عبدالحق الاشبیلی، صحیح له (التلخیص ۱۳۹/۱)

۱۱: حافظ ابن حجر، قال: ”والحق أنه من قبیل الحسن یصلح للحجة“

اور حق یہ ہے کہ وہ حسن کی قسم (کے راویوں) میں سے ہے جو کہ حجت بنانے کے لائق ہے۔ (بخاری ۳۲۳/۱)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن سلمہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی ہیں، لہذا ان کی حدیث حسن کے درجے سے قطعاً نہیں گرتی۔ جمہور محدثین کرام کا ان کی بیان کردہ حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ عمرو بن مرہ کا عبداللہ بن سلمہ سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے، لہذا اس سند پر اختلاط کا الزام مردود ہے۔ سنن دارقطنی میں ہے کہ شعبہ نے عبداللہ بن سلمہ کی ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

”ما أحدث بحديث أحسن منه“ میں اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی حدیث بیان نہیں کرتا۔ (۱۱۹/۱ ح ۲۳۳)

معلوم ہوا کہ شعبہ کے نزدیک عمرو بن مرہ کا عبداللہ بن سلمہ سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

ابن خزیمہ نے صحیح سند کے ساتھ امام شعبہ سے نقل کیا: ”هذا حديث ثلث رأس مالي“ یہ حدیث میرے سرمائے کا تیسرا حصہ ہے۔ (۲۰۸/۱ ح ۲۰۸)

تنبیہ: سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ سنن ابی داؤد میں نہیں ملی۔ !!

فقہ الحدیث:

۱: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عام یہودی علماء کو یہ معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی اور رسول ہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ معلوم ہوا کہ صرف دل میں کسی بات کا یقین کر لینا اس بات کی حتمی دلیل نہیں ہے کہ ایسا شخص اب مومن ہو گیا ہے، بلکہ دلی یقین کے ساتھ زبانی اقرار اور جسمانی عمل ضروری ہے۔

۲: اس حدیث میں جن نو آیتوں (اور دسویں بات) کا ذکر ہے، یہ دس احکام ہیں جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔

سورہ بنی اسرائیل (۱۰۱) میں جن نو آیات (نشانیوں) کا ذکر آیا ہے وہ ان کے علاوہ نشانیاں ہیں۔

ابوالحسن علی بن احمد الواحدی (متوفی ۴۶۸ھ) فرماتے ہیں: مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ان نو نشانوں سے مراد یہ ہے:

(۱) طوفان (۲) ٹڈی دل (۳) جوئیس (۴) مینڈک (۵) خون (۶) عصا (۷) موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ (۷) بارش نہ برسنے والے سال (۹) اور پھلوں میں کمی۔ دیکھئے الوسیط (ج ۳ ص ۱۳۰)

ان نشانوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ان میں سے کئی نشانیاں وہ عذاب ہیں جو فرعونوں پر بھیجے گئے۔ نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۴/۱۷۷)

۳: بہت سے لوگ حق تسلیم نہ کرنے کے لئے جعلی عذر تراشنے اور جھوٹ بولنے سے ذرا بھی نہیں شرماتے ورنہ یہودیوں کی اپنی تسلیم کردہ مجرّف تو رات میں لکھا ہوا ہے کہ ”میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔“ (استثناء: ۱۸: ۱۶: ۱۸۴)

لہذا آلِ داود والی بات نہ رہی بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں سے آخری نبی آچکا مگر یہودی حضرات جھوٹ بولنے اور کفر سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

۴: ہاتھ چومنا تو دوسری روایات سے بھی ثابت ہے۔ عاصم بن بہدلہ نے کہا کہ جب ابو وائل (شقیق بن سلمہ تابعی) سفر سے آتے تو میرا ہاتھ چومتے۔ (التقبیل والمعانقۃ لابن الاعرابی تحقیق: ۵: وسندہ صحیح) عبد الرحمن بن رزین وغیرہ تابعین نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوما۔

(التقبیل والمعانقۃ: ۳۶: وسندہ حسن، طبقات ابن سعد ۶/۳۰۶، مسند احمد ۴/۵۴، ۵۵، الادب المفرد للبخاری: ۳۷۳ وقال الالبانی: حسن الاسناد)

یزید بن الاسود (تابعی) نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوما۔ (التقبیل والمعانقۃ: ۳۷: وسندہ صحیح)

لیکن دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاؤں چومنا منسوخ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا۔

(دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳، مسند احمد ۴/۳۸۱، صحیح ابن حبان، الموارید: ۲۹۰، وسندہ حسن)

[۵۹] وعن أنس ، قال : قال رسول الله ﷺ : (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

((ثلاث من أصل الإيمان : الكفُّ عن من قال : لا إله إلا الله ، لا تكفّره بذنّب ، ولا تخرجه من الإسلام بعمل - والجهاد ماضٍ مذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخرُ هذه الأمة الدّجال ، لا يبطله جور جائر ، ولا عدل عادلٍ - والإيمان بالأقدار)) رواه أبو داود .

① جو شخص لا الہ الا اللہ کہے، اُس سے رُک جانا، تو اُس کے کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کر اور نہ اسے اس کے کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے نکال۔

② میرے نبی بنائے جانے سے لے کر اس وقت تک جہاد جاری رہے گا جب تک اس امت کا آخری حصہ دجال سے جنگ کرے گا (اور) اسے (جہاد کو) کسی ظالم کا ظلم یا عادل کا انصاف ختم نہیں کرے گا۔

③ اور تقدیر پر ایمان لانا۔ اسے ابو داود (۲۵۳۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند یزید بن ابی نضہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱۵ ص ۱۰

[۶۰] وعن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: ((إذا زنى العبدُ خرج منه الإيمان ، فكان فوق رأسه كالظلّة ، فإذا خرج من ذلك العمل رجع إليه الإيمان .)) رواه الترمذي، وأبو داود.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پھر وہ ایمان اس کے سر پر چھتری کی طرح (سایہ فگن) ہو جاتا ہے۔ جب وہ یہ عمل کر لیتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔ اسے ترمذی (بعدح: ۲۶۲۵ معلقاً بغير سند) اور ابوداؤد (۴۶۹۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن مندہ (الایمان: ۵۱۹) اور حاکم (۲۲۱ ج ۵۶) نے سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے، اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: ایمان کے مختلف درجے ہیں۔
- ۲: کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔
- ۳: یہ حدیث خوارج پر رد ہے۔



الفصل الثالث

[۶۱] عن معاذ، قال: أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات، قال: ((لا تشرك بالله شيئاً وإن قتلت وحرقت، ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمداً، فإن من ترك صلاة مكتوبة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله، ولا تشر بن خمراً فإنه رأس كل فاحشة، وإياك والمعصية، فإن بالمعصية حل سخط الله، وإياك والفرار من الزحف وإن هلك الناس، وإذا أصاب الناس موت وأنت فيهم، فاثبت، وأنفق على عيالك من طولك، ولا ترفع عنهم عصاك أدباً وأخفم في الله)) رواه أحمد.

(سیدنا) معاذ (بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں (پر عمل کرنے) کی وصیت فرمائی: (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کرو اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ (۲) اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تمہیں تمہارے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم دے دیں۔ (۳) فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دی تو اس سے اللہ کا ذمہ اٹھ گیا۔ (۴) اور شراب نہ پیو کیونکہ یہ ہر بے حیائی کی بنیاد ہے۔ (۵) اور نافرمانی سے بچو کیونکہ نافرمانی سے اللہ کا غضب لازم ہو جاتا ہے۔ (۶) میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اگرچہ سارے لوگ ہلاک ہو جائیں (۷) اگر لوگوں کو مارنے والی وبا (طاعون وغیرہ) آجائے اور تم ان میں موجود ہو تو ثابت قدم رہو (۸) اپنے گھر والوں پر اپنے مال میں سے خرچ کرو (۹) ادب سکھانے والی لٹھی کو اپنے گھر والوں سے نہ اٹھاؤ۔ (۱۰) اور گھر والوں کو اللہ سے ڈراتے رہو۔

اسے احمد (۲۳۸/۵ ج ۲۲۴۲۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۶ ص ۱۳

[۶۲] وعن حذيفة، قال: إنما النفاق كان على عهد رسول الله ﷺ، فأما اليوم، فإنما هو الكفر، أو الإيمان۔ رواه البخاري.

(سیدنا) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نفاق تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، آج کل تو کفر یا ایمان ہی ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۷۱۱۳)

فقہ الحدیث:

- ۱: نبی ﷺ کے زمانے میں جب اسلام کو چاروں طرف سے خطرہ تھا اس وقت منافقین کی پکڑ دھکڑ نہیں کی گئی اور نہ انھیں قتل کیا گیا تا کہ لوگ یہ نہ کہتے پھریں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں، اب یہ رخصت اور نرمی باقی نہیں رہی کیونکہ اسلام غالب ہو گیا۔ اب تو کفر یا اسلام ہی باقی رہ گیا ہے۔
- ۲: نفاق گناہ کبیرہ ہے۔ خلیفۃ المسلمین اگر مناسب سمجھے تو منافقین کو سزا دے سکتا ہے۔



باب الوسوسة (دل میں پیدا ہونے والے) وسوسے کا باب الفصل الأول

[۶۳] عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے میری امت کے ان وسوسوں سے درگزر فرمایا ہے جو سینوں میں پیدا ہوتے ہیں، جب تک لوگ ان پر عمل نہ کریں یا زبانی اظہار نہ کریں۔ متفق علیہ۔

تشریح: صحیح بخاری (۲۵۲۸) صحیح مسلم (۳۳۱/۱۲۷)
فقہ الحدیث:

۱: طبی شارح مشکوٰۃ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وسوسے کی دو قسمیں ہیں:
اول: جو بغیر اختیار کے خود بخود دل میں پیدا ہو جاتا ہے، جس میں آدمی کا ذاتی ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ یہ وسوسہ تمام شریعتوں میں قابل معافی ہے۔
دوم: اپنے اختیار اور ذاتی ارادے کے ساتھ دل میں برائی کا تصور پیدا کرنا۔ یہ وسوسہ شریعت محمدیہ میں اس وقت تک قابل معافی ہے، جب تک اس وسوسے والا زبانی اظہار یا جسمانی عمل نہ کر دے۔ ۲: امت محمدیہ کو سابقہ امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

[۶۴] وعنه قال: جاء ناس من أصحاب رسول الله ﷺ إلى النبي ﷺ فسألوه: إنا نجد في أنفسنا ما يتعاطم أحدنا أن يتكلم به، قال: ((أوقد وجدتموه؟)) قالوا: نعم، قال: ((ذاك صريح الإيمان.)) رواه مسلم.

انھیں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے پوچھا: ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں محسوس کرتے ہیں، جنہیں ہم بیان کرنا بہت بڑا (گناہ یا غلط کام) سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا محسوس کر لیا ہے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں!
آپ نے فرمایا: یہ صریح ایمان ہے۔
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۳۲۰/۱۳۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: بُرے وسوسوں سے نفرت کرنا خالص ایمان کی نشانی ہے۔
- ۲: ذاتی و خفیہ مسائل کے لئے علمائے حق کی طرف رجوع کرنا تاکہ وہ کتاب و سنت کا حکم بتادیں، بالکل صحیح طریقہ ہے۔
- ۳: صحابہ کرام ایمان کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین
- ۴: بُرے وسوسوں سے بچنے کے لئے ہر وقت کتاب و سنت پر عمل اور اذکار صحیحہ و کلماتِ طیبہ میں مصروف رہنا چاہئے۔

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس شیطان آتا ہے تو کہتا ہے:
اسے کس نے پیدا کیا؟ اسے کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ وہ کہتا
ہے: تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب بات یہاں تک پہنچ
جائے تو استغفار کرنا چاہئے اور رُک جانا چاہئے۔ متفق علیہ

[۶۵] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((يَأْتِي
الشیطان أحدكم فيقول: من خلق كذا؟ من خلق
كذا؟ حتى يقول: من خلق ربك؟ فإذا بلغه
فليستعذ بالله ولينته.)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۳۲۷۶) صحیح مسلم (۳۲۵/۱۳۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: دلوں میں بُرے وسوسے ڈالنے والا شیطان ہے۔
- ۲: بُرے خیالات سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی اعوذ باللہ پڑھے، استغفار کرے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف طاری
کرے۔
- ۳: بُرے خیالات سے بچنے کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے، ورنہ عین ممکن ہے کہ یہ خیالات انسان کو کفر، شرک اور گناہ کی طرف
پھیر دیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے سوال (پر سوال) کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ کہا جائے گا: اللہ نے یہ مخلوق پیدا کی ہے، پس اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جو شخص یہ (شیطانی وسوسہ) محسوس کرے تو کہہ دے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ متفق علیہ

[۶۶] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((لا يزال الناس يتساءلون حتى يقال: لهذا خلق الله الخلق فمن خلق الله؟ فمن وجد من ذلك شيئاً فليقل آمنت بالله ورسوله.)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (؟) صحیح مسلم (۳۴۳/۱۳۴)

فقہ الحدیث:

- ۱: شیطانی سوالات اور غلط وسوسوں سے اپنے آپ کو ہر ممکن طریقے سے بچانا چاہئے۔
- ۲: ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ ۳: ایمان کی کمزوری کی بنا پر شیطانی وسوسوں کا حملہ ہوتا ہے، لہذا راسخ العقیدہ والا ایمان مسلمان بندے کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل رہنا چاہئے۔

(سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ ایک قرین (ساتھی) جنوں میں سے اور ایک قرین (ساتھی) فرشتوں میں سے مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی (دونوں قرین) ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! میرے ساتھ بھی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس (جن قرین) پر غلبہ دیا ہے، لہذا میں اُس سے سلامتی میں رہتا ہوں، وہ مجھے خیر کا ہی حکم دیتا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۶۷] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن وقرينه من الملائكة.)) قالوا: وإياك يا رسول الله؟! قال: ((وإياي ولكن أعاني عليه فأسلم فلا يأمرني إلا بخير)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۸۱۴/۶۹)

فقہ الحدیث:

- ۱: ہر انسان پر دو قرین مقرر و مسلط کئے گئے ہیں، ایک قرین فرشتہ ہے جو اس کے دل میں نیکی اور خیر کی باتیں ڈالتا ہے اور دوسرا

قرین جن (شیطان) ہے، جو اس کے دل میں شر اور نافرمانی کی باتیں ڈالتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور شیطان بُرائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جس راستے پر چلنا چاہے، چلے لیکن یاد رہے کہ نیکی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جنت اور بُرائی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جہنم ہے۔

۲: نبی کریم ﷺ اپنے قرین پر غالب تھے، لہذا وہ آپ کو نیکی ہی کی ترغیب دیتا تھا۔ اُمتِ محمدیہ، اہل ایمان اللہ کے فضل و کرم سے شیطان (قرین) کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

جس کا جتنا ایمان مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی شیطان کے شر اور وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

۳: اس حدیث میں ”فَأَسْلَمَ“ کا لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے:

۱۔ ”فَأَسْلَمَ“ پس میں (اس سے) سلامتی میں رہتا ہوں۔

۲۔ ”فَأَسْلَمَ“ پس وہ مسلمان ہو گیا ہے۔

یہ لفظ دونوں طرح صحیح ہے اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ آپ ﷺ کا قرین مسلمان بھی ہو گیا تھا اور وہ آپ کو نیکی کی ترغیب ہی دیتا تھا۔

۴: ”مَا“ کا لفظ یہاں عموم کے معنی میں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے عموم ہی سمجھا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس عموم کی تردید نہیں فرمائی۔

لغت میں ”مَا وَمِنْ“ کو عموم کے لئے قرار دیا گیا ہے اور عموم سے بعض افراد کو اس وقت ہی خارج قرار دیا جاسکتا ہے جب کوئی صریح دلیل یا قرینہ صارفہ موجود ہو۔

۵: جنات انسانوں پر، اللہ کے اذن کے ساتھ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

[۶۸] وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ : (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

((إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم)) ﷺ نے فرمایا: انسان (کے جسم) میں شیطان اس طرح

دوڑتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے۔ متفق علیہ .

تصحیح بخاری (؟) صحیح مسلم (۲۳/۲۱۷، ترقیم دار السلام: ۵۶۷۸)

فتاویٰ الحدیث:

۱: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انسان کے جسم میں جن داخل ہو سکتا ہے اور اسے طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

۲: یہ روایت صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔ بخاری (۲۰۳۸) اور مسلم (۲۱۷۵) نے اس مفہوم کی روایت سیدہ صفیہ بنت حمی رضی اللہ عنہا سے بیان کر رکھی ہے۔

[۶۹] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((ما من بني آدم مولود إلا يمسه الشيطان حين يولد، فيستهل صارخاً من مس الشيطان، غير مريم وابنها)) متفق عليه.

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اولادِ آدم میں سے جو بھی پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش کے وقت شیطان اُسے چھوتا ہے۔ پھر وہ اس چھوئے جانے کی وجہ سے چیختا ہے، سوائے مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام) کے۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۳۴۳۱) صحیح مسلم (۲۳۶۶/۱۴۶)

فقہ الحدیث:

۱: پیدائش کے وقت (پیدا ہونے والے پر مکلف) شیطان اسے چھوتا ہے جس کی وجہ سے عام طور پر بچہ چیخ اٹھتا ہے۔

۲: عمران کی بیوی اور مریم کی والدہ نے دعا کی تھی: ﴿وَأَنىٰ أَعِيذُهَا بِكَ وَذَرَبْتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ اور (اے اللہ!) میں اسے (مریم کو) اور اس کی ذریت کو شیطانِ رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (ال عمران: ۳۶)

اس دعا کی برکت سے اللہ نے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان کے لمس (چھونے) سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح انبیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے لمس سے محفوظ رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ﴾ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندے۔ (الحجر: ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے چھونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ والحمد للہ

[۷۰] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((صياح المولود حين يقع نزعة من الشيطان)) متفق عليه.

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نومولود بچے کا (پیدائش کے وقت) چیخنا شیطان کے چھونے سے ہوتا ہے۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (؟) صحیح مسلم (۲۳۶۷/۱۴۸)

فقہ الحدیث:

۱: اس روایت کی تشریح کے لئے دیکھئے حدیث سابقہ: ۶۹

۲: یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ملی، بلکہ ہمارے علم کے مطابق صحیحین میں سے صحیح مسلم ہی میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ لوگوں کو فتنوں میں ڈالنے کے لئے (شیطانوں کے) چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک قریب ترین درجے والے (شیطان) سب سے زیادہ فتنہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ (پھر) اُن میں سے ایک (سردار شیطان) آکر (ابلیس کو) بتاتا ہے کہ ”میں یہ یہ کر کے آیا ہوں۔“ ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک (شیطان) آکر کہتا ہے کہ ”میں شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال کر آیا ہوں۔“ ابلیس اسے اپنے نزدیک کرتا ہے اور سینے سے لگا کر کہتا ہے: ”جی ہاں! تو نے (بڑا) کام کیا ہے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۷۱] وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ: ((إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجي أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئاً - قال: ثم يجي أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته قال: فيدنيه منه ويقول: نعم أنت)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۸۱۳/۶۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: ان تمام صحیح روایات سے ابلیس، شیاطین اور جنوں کا وجود اور اُن کا انسانوں پر اثر انداز ہونا ثابت ہوتا ہے۔
- ۲: بڑا شیطان ابلیس جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ کسی سمندر پر اپنا تخت بچھا کر بیٹھا ہوا ہے۔
- ۳: دو مسلمانوں کے درمیان جدائی پر شیطان بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔
- ۴: شیطانِ اعظم کے بہت سے ماتحت (جنوں اور انسانوں میں سے) اس زمین پر دن رات شیطانی احکامات پر عمل پیرا ہیں۔

اور انھی (سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان (ابلیس) اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں (اہل ایمان) نمازی اُس کی عبادت کریں، لیکن وہ انھیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۷۲] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الشيطان قد أيس من أن يعبد المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم.)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۸۱۲/۶۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: یہ حدیث اس سلسلے میں بہت واضح ہے کہ صحابہ کرام شرک نہیں کریں گے اور واقعاً ایسا ہی ہوا۔ کسی صحابی سے بھی اسلام لانے کے بعد شرک ثابت نہیں ہے۔ والحمد للہ
- ۲: اس حدیث میں صحابہ کرام کی باہمی لڑائیوں مثلاً جنگِ جمل اور جنگِ صفین کی طرف اشارہ ہے۔
- ۳: یہ کہنا کہ بعض امتِ مسلمہ میں یا جزیرہ عرب میں قیامت تک شرک واقع نہیں ہوگا، بے دلیل دعویٰ ہے، جس کے لئے بعض احادیث کے مفہوم میں رد و بدل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جبکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ امتِ مسلمہ کے بعض افراد میں شرک کا وقوع ہوگا، مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تقوم الساعة حتى تضرب أليات نساء دوس علی ذی الخلصة.))

اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی جب تک دوس (قبیلے) کی عورتیں جسم مزکاتے ہوئے ذوالخلصہ (قبیلہ دوس کے بت اور طاغوت) کا طواف نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری: ۱۱۶۷ و صحیح مسلم: ۲۹۰۶)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جزیرہ عرب میں قیامت سے پہلے شرک کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتى تعبد قبائل من أمتي الأوثان)) اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں گے۔ (سنن ابی داؤد: ۴۲۵۲ و سندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ میں بعض لوگ شرک کریں گے۔

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما أخاف عليكم أن تشرکوا)) مجھے یہ ڈرن نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۴۳ و صحیح مسلم: ۲۲۹۶)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

”أي علي مجموعكم ، لأن ذلك قد وقع من البعض أعاذنا الله تعالى“ یعنی بالاجماع تم شرک نہیں کرو گے، کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض (امتوں) سے ہوا ہے۔ اللہ ہمیں پناہ میں رکھے۔ (فتح الباری: ۲۱۱۳)

نووی نے کہا: ”وأنها لا ترتد جملة“ اور بے شک وہ (امت) بالاجماع مرتد نہیں ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج ۲ ص ۲۵۰)

یعنی حنفی نے کہا: ”معناه علي مجموعكم لأن ذلك قد وقع من البعض والعياذ بالله تعالى“ اس کا معنی یہ ہے کہ تم بالاجماع شرک نہیں کرو گے، کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۷)

کرمانی نے کہا: ”وأنها لا ترتد جملة وقد عصمها من ذلك“ اور وہ (امت) بالاجماع مرتد نہیں ہوگی اور یقیناً اس (اللہ) نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ (شرح صحیح البخاری للکرمانی ج ۱۲۳ ص ۱۳۴۶ و ۱۲۶۷)

قسطلانی نے کہا: ”أي ما أخاف علي جميعكم الإشرک بل علي مجموعكم لأن ذلك قد وقع من بعض“

یعنی مجھے تم سب (امتوں) کا بالا جماع شرک کرنے کا خوف نہیں، کیونکہ بعض لوگوں سے اس (شرک) کا وقوع ہوا ہے۔

(قسطانی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۴۰)

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں: ”یعنی آپ کو اس کا خدشہ نہیں تھا کہ پوری امت مشرک ہو جائے گی، سو بعض لوگوں کا مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جانا اس حدیث کی پیش گوئی کے خلاف نہیں ہے۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۳۸)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ پوری امت کبھی بالا جماع شرک نہیں کرے گی۔ تاہم ایسا ہوگا کہ بعض امتی شرک کریں گے لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں شرک واقع نہیں ہوگا، ان کا قول (صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی صحیح حدیث اور شارحین حدیث کی تصریحات اور خود بریلوی تحقیقات کے بھی خلاف ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۳۹ تا ۵۶) میں شائع شدہ محترم ابوالسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ کا تحقیقی مضمون: ”امت مصطفیٰ ﷺ اور شرک“ اس مضمون کا مطالعہ بے حد مفید ہے اور اس سے دور جدید میں مبتدعین بریلویہ کے تمام شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ والحمد للہ



الفصل الثاني

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں اپنے دل میں کسی چیز کا خیال کرتا ہوں، لیکن اس کے بارے میں بتانے کے بجائے (جل کر) کوئلہ بن جانا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: حمد وثنا اللہ کے لئے ہے، جس نے (شیطان کی) اس بات کو وسوسے تک (محدود) رکھا ہے۔
اسے ابوداؤد (۵۱۱۲) نے روایت کیا ہے۔

[۷۳] عن ابن عباس: أن النبي ﷺ جاءه رجل فقال: إني أحدث نفسي بالشيء لأن أكون حُمَّمَةً أحب إليّ من أن أتكلم به - قال: ((الحمد لله الذي ردّ أمره إلى الوسوسة)) رواه أبو داود.

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد کے علاوہ احمد بن حنبل (۲۳۵/۱ ح ۲۰۹۷) عبد بن حمید (المختب: ۷۰۱) نسائی (الکبریٰ ۱۰۵۰۴، عمل الیوم واللیلۃ: ۶۶۸) طحاوی (معانی الآثار ۲۵۲/۲) ابن حبان (الاحسان: ۱۴۷) بیہقی (شعب الایمان: ۳۳۱، ۳۳۲) اور ابن مندہ (الایمان: ۳۳۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ اہل حق کے دلوں میں بھی شیطان مسلسل وسوسے ڈالنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔
- ۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان کے اعلیٰ ترین درجوں پر فائز تھے۔ وہ شیطانی وسوسوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔
- ۳: ”حُمَمَةٌ“ جلے ہوئے کوئلے کو کہتے ہیں۔
- ۴: اللہ کے فضل و کرم پر الحمد للہ کہنا چاہئے۔

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بنی آدم پر شیطان کا اثر ہوتا ہے اور فرشتے کا اثر (بھی) ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر (بطور وسوسہ) یہ ہے کہ وہ اُس کے ساتھ بُرائی کے وعدے کرتا ہے اور حق

[۷۴] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((إن للشيطان لَمَمَةً بآدم، وللملك لَمَةً، فأما لَمَةُ الشيطان فإيعاد بالشر وتكذيب بالحق، وأما لَمَةُ المَلَك فإيعاد بالخير وتصديق بالحق، فمن

جھٹلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ فرشتے کا اثر یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر کے وعدے کرتا ہے اور تصدیقِ حق کی ترغیب دیتا ہے۔ جو شخص ایسی کیفیت سے دوچار ہو تو اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جو شخص دوسری (شیطانی) کیفیت محسوس کرے تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگے۔ پھر آپ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اسے ترمذی (۲۹۸۸) نے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث ”غریب“ ہے۔

وجد ذلك فليعلم أنه من الله فليحمد الله ، ومن وجد الأخرى فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم))
ثم قرأ ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾
رواه الترمذی وقال: هذا حديث غريب .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اسے ترمذی کے علاوہ نسائی (الکبریٰ: ۱۱۰۵۱) اور ابن حبان (الاحسان: ۹۹۳ دوسرا نسخہ: ۹۹۷) نے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت کے بنیادی راوی عطاء بن السائب آخری عمر میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ دیکھئے نہایت الاغتباط بمن رمی من الرواة بالاختلاط (۷۱) اور الکواکب النیرات (ص ۳۱۹) ابو حاتم الرازی نے کہا: ”اختلط بأخرة“ وہ (عطاء بن السائب) آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (علل الحدیث ۲۲۲۲/۲۲۲۲/۲۲۲۰) عطاء بن السائب کے اختلاط سے پہلے درج ذیل راویوں نے ان سے روایت سنی ہے:

(۱) شعبہ (۲) سفیان الثوری (۳) حماد بن زید (۴) حماد بن سلمہ عند الجہور (۵) ہشام الدستوائی عند ابی داؤد (۶) سفیان بن عیینہ (۷) ایوب السخنی (۸) زبیر (۹) زائدہ بن قدامہ (۱۰) اعمش۔ دیکھئے الکواکب النیرات مع الشرح (ص ۳۱۹ تا ۳۳۵)

روایت مذکورہ کے راوی ابو الاحوص سلام بن سلیم کا عطاء بن السائب سے سماع قبل از اختلاط ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ (۱): سنن الترمذی کے قدیم قلمی نسخے میں ”هذا حدیث حسن غریب“ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۱۹۴

تنبیہ (۲): یہ روایت بعض ضعیف سندوں سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ (ایک دوسرے سے) پوچھتے (یا اپنے دل میں تصوراتی سوالات کرتے) رہیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا: اللہ نے یہ مخلوقات پیدا کی ہیں، پس اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب وہ ایسا کہہ دیں تو کہو: اللہ ایک ہے،

[۷۵] وعن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال: ((لا يزال الناس يتساءلون حتى يقال: هذا خلق الله والخلق، فمن خلق الله؟ فإذا قالوا ذلك فقولوا: الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد، ثم ليتفل عن يساره ثلاثاً وليستعذ بالله

من الشيطان الرجيم)) رواه أبو داود، وسنذكر حديث عمرو بن الأحوص في باب خطبة يوم النحر إن شاء الله تعالى!

اللہ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اس کا کوئی شریک نہیں، پھر بائیں طرف تین دفعہ تھکا دینا چاہئے اور اللہ سے شیطانِ مردود کی پناہ مانگی چاہئے۔ اسے ابو داود (۲۲۷۲ مختصراً) نے روایت کیا ہے اور (سیدنا) عمرو بن الاحوص (رضی اللہ عنہ) والی حدیث ہم خطبہِ یوم النحر کے باب (ح ۲۶۷۰) میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔

اسے نسائی (الکبریٰ: ۱۰۴۹، عمل الیوم واللیلۃ: ۶۶۱) ابن السنی (۶۲۷ دوسرا نسخہ: ۶۲۸) ابن ابی عاصم (السنۃ: ۶۵۳ دوسرا نسخہ: ۶۶۵) اور ابن عبدالبر (المقہد ۱۴۶/۷ من حدیث ابی داود) نے ”محمد بن إسحاق بن یسار: حدثني عتبة بن مسلم مولیٰ بني تميم عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه“ کی سند سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار اگر سماع کی تصریح کریں تو صدوق حسن الحدیث ہیں، خواہ احکام ہوں یا تاریخ و معاری۔

راقم الحروف نے ان کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ [نیز دیکھئے الحدیث حضور: ص ۱۸-۴۳]

عتبہ بن مسلم سے لے کر آخر تک سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: شیطانی وسوسوں پر انسان کا کنٹرول نہیں ہے، اگر ایسے وسوسے اس کے دل میں آئیں تو اسے چاہئے کہ فوراً اللہ سے دعا کرے کہ وہ اسے شیطانِ مردود کے وسوسوں سے بچائے۔ اسے بائیں طرف تھکا کرنا بھی چاہئے تاکہ اس شیطانی وسوسے کا اثر زائل ہو جائے۔

۲: فضول سوالات سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

۳: سیدنا عمرو بن الاحوص (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تمہارا خون، تمہارا مال اور عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں، جیسے آج (حج اکبر) کا دن اس شہر (مکہ) میں حرام ہے۔ خبردار! جو شخص بھی ظلم کرتا ہے تو وہ صرف اپنے آپ پر ہی ظلم کرتا ہے اور کوئی بیٹا اپنے باپ کے بدلے یا باپ اپنے بیٹے کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ خبردار! شیطان مایوس ہو گیا ہے، کیونکہ اس شہر میں اس کی عبادت کبھی نہیں کی جائے گی، لیکن اس کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں گے جو ان اعمال میں اُس کی پیروی کریں گے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ پس وہ شیطان ان حقیر اعمال (چھوٹے گناہوں) پر بھی خوش ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۲۶۷۰، ابن ماجہ: ۳۰۵۵، الترمذی: ۲۱۵۹ صحیح وسندہ حسن)

الفصل الثالث

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ وہ کہیں گے: یہ اللہ ہے جس نے ہر چیز پیدا کی، پس اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

مسلم (۱۳۶/۲۱۷) کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: آپ کے اُمّتی پوچھتے رہیں گے: یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ وہ کہیں گے: یہ اللہ ہے جس نے مخلوق پیدا کی، پس اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

[۷۶] عن أنس قال قال رسول الله ﷺ: ((لن يبرح الناس يتساءلون حتى يقولوا: هذا الله خلق كل شيء فمن خلق الله عز وجل؟)) رواه البخاري.

ولمسلم: ((قال قال الله عز وجل: إن أمتك لا يزالون يقولون: ما كذا؟ ما كذا؟ حتى يقولوا: هذا الله خلق الخلق فمن خلق الله عز وجل؟))

تصريح: صحیح بخاری (۷۶۶)

(سیدنا) عثمان بن ابی العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے، میری نماز اور قراءت کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے، وہ مجھے وسوسے ڈالتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، جسے خنزب کہتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ محسوس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں طرف تین دفعہ تھکا دو۔ (سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے اس شیطان کو مجھ سے دُور کر دیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۷۷] وعن عثمان بن أبي العاص قال قلت: يا رسول الله! إن الشيطان قد حال بيني وبين صلاتي وبين قراءتي، يلبسها عليّ، فقال رسول الله ﷺ: ((ذاك شيطان يقال له خنزب فإذا أحسسته فتعوذ بالله منه، واتفل على يسارك ثلاثاً)) ففعلت ذلك فأذهب الله عني، رواه مسلم.

تصريح: صحیح مسلم (۲۲۰۳/۶۸)

فقہ الحدیث:

- ۱۔ نمازیوں پر جو شیطان مسلط ہے اُس کا نام خنزب ہے۔ غنیۃ الطالبین کی ایک موضوع (من گھڑت) روایت میں ”حدیث“ کا لفظ آیا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔
- ۲۔ شیطانی وسوسوں سے بچنے کے جو طریقے احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں، اُن پر عمل کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان وسوسوں سے محفوظ کر دے۔

[۷۸] وعن القاسم بن محمد: أن رجلاً سأله فقال: إني أهم في صلاتي فيكثر ذلك عليّ، فقال له: امض في صلاتك فإنه لن يذهب ذلك عنك حتى تنصرف وأنت تقول: ما أتممت صلاتي، رواه مالك.

قاسم بن محمد (بن ابی بکر رحمہ اللہ) سے کسی آدمی نے کہا: مجھے نماز میں کثرت سے وہم ہوتا ہے۔ قاسم نے کہا: اپنی نماز جاری رکھا کرو، کیونکہ یہ اوہام اس وقت تک جاری رہیں گے، جب تک تم نماز سے یہ کہتے ہوئے واپس چلو گے کہ میری نماز پوری نہیں ہوئی۔

اسے مالک (۱۰۰/۱ ج ۲۲۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند اس وجہ سے ضعیف ہے کہ اسے امام مالک نے سند کے بغیر روایت کیا ہے۔ یہ روایت بلاغات یعنی منقطع روایتوں میں سے ہے۔



باب الإيمان بالقدر

تقدیر پر ایمان کا باب

الفصل الأول

[۷۹] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ((كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة)) قال: ((وكان عرشه على الماء)) رواه مسلم .

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے (تمام) مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا... اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

اسے (امام) مسلم (۲۶۵۳/۱۶) و ترقیم دار السلام: (۶۷۷۸) نے روایت کیا ہے۔

تخریج الحديث: اس حدیث کو امام مسلم کے علاوہ امام عبد اللہ بن وہب المصری (کتاب الجامع: ۵۸۰، کتاب القدر: ۱۷) جعفر بن محمد الفریابی (کتاب القدر: ۸۴) ترمذی (السنن: ۲۱۵۶) و قال: حسن صحیح غریب) احمد (۱۶۹۲ ج ۱۶۵۷) عبد بن حمید (المختب: ۳۴۳) ابن حبان (الاحسان: ۶۱۰۵، دوسرا نسخہ: ۶۱۳۸) محمد بن الحسین الآجری (الشریعتہ ص ۱۷۶ ج ۱۳۴۳-۳۴۳۳) اور بیہقی (کتاب القضاء والقدر: ۱۲۸، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۷۴، ۳۷۵، دوسرا نسخہ ص ۴۷۷ کتاب الاعتقاد ص ۱۳۶) وغیر ہم نے ابو ہانی حمید بن ہانی عن ابی عبد الرحمن الحلی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید الحلی ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۷۱۲)

حمید بن ہانی ثقہ و صدوق ہیں۔ انھیں دارقطنی (سوالات البرقانی: ۹۵) ابن حبان (الثقات ۱۳۹۴) اور ابن شاپین (الثقات: ۲۷۵) نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام مسلم وغیرہ نے تصحیح کے ذریعے سے ان کی توثیق کی ہے، لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحديث:

۱: مقدار کی جمع مقادیر ہے۔ مقدار کا مطلب ہے ”عدد پیمائش، ناپ تول اور سائز میں مماثل شے، درجہ، حیثیت، تقدیر فیصلہ الہی“ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۲۸۳)

۲: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تقدیر برحق ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

”و مذهب السلف قاطبة أن الأمور كلها بتقدير الله تعالى“

اور تمام سلف (صالحین) کا مذہب یہی ہے کہ تمام امور اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ (فتح الباری ۱۱/۷۸ تحت ج ۶۵۹۴)
 ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقدار سے پیدا کیا ہے۔ (القر: ۳۹)
 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مشرکین قریش نے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کیا تو یہ
 (درج بالا) آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵۶، دار السلام: ۶۷۵۲)
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم کام کرتے ہو۔ (الصف: ۹۶)
 اس آیت کی تشریح میں امام بخاری فرماتے ہیں: پس اللہ نے خبر دی کہ تمام اعمال اور اعمال والے مخلوق ہیں۔
 (خلق افعال العباد ص ۲۵ ج ۱۱۷)

تقدیر پر دیگر آیات کے لئے دیکھئے کتاب الشریعۃ للآجری (ص ۱۷۲ تا ۱۵۰)
 متواتر معنی احادیث سے عقیدہ تقدیر ثابت ہے، جن میں سے بعض کا ذکر مشکوٰۃ المصابیح کے اس باب میں ہے۔
 امام مالک فرماتے ہیں: ”ما أضل من كذب بالقدر، لولم يكن عليهم فيه حجة إلا قوله تعالى: ﴿خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ
 كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ط﴾ لكفى بها حجة“ تقدیر کا انکار کرنے والے سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں ہے، اگر تقدیر کے بارے میں
 صرف یہی ارشاد باری تعالیٰ دلیل ہوتا کہ اس نے تمہیں پیدا کیا، پس تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن ہیں۔ (التغابن: ۲) تو
 کافی تھا۔ (کتاب القدر للفریابی: ۲۹۰ و سندہ صحیح، الشریعۃ للآجری ص ۲۲۷، ۲۲۷، ۵۰۸ و سندہ صحیح)

طاؤس تابعی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک جماعت کو پایا ہے، وہ کہتے تھے: ہر چیز تقدیر سے ہے۔
 (صحیح مسلم: ۲۶۵۵ و ترتیب دار السلام: ۶۷۵۱)
 امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابوسہیل بن مالک سے پوچھا: تقدیر کے ان منکروں کے بارے میں آپ کی کیا
 رائے ہے؟ انھوں نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ انھیں توبہ کرائی جائے، اگر وہ توبہ کر لیں (تو ٹھیک ہے) ورنہ انھیں تیرتغ کر دینا
 چاہئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: میری (بھی) یہی رائے ہے۔ (موطأ امام مالک ج ۲ ص ۷۰۰، ۷۳۰ و سندہ صحیح)
 قدریہ (تقدیر کے منکرین) کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری
 ہیں، (اللہ کی) قسم، اگر وہ احد پہاڑ کے برابر (بھی) سونا خرچ کر دیں تو تقدیر پر ایمان لائے بغیر (اللہ کے ہاں) قبول نہیں ہوتا۔
 (صحیح مسلم: ۸، دار السلام: ۹۳)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک بدعتی نے سلام بھیجا تو انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۱۵۲ و سندہ حسن وقال الترمذی: ”هذا حدیث حسن صحیح غریب“)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”العجز والکیس من القدر“ کمزوری اور ذہانت تقدیر سے ہے۔

(الشریعیۃ للآجری ص ۲۱۳ ج ۲۳۸ و سندہ صحیح)

اس طرح کے اور بھی بہت سے آثار ہیں جن سے تقدیر کا عقیدہ صاف ثابت ہوتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”من کفر بالقدر فقد کفر بالإسلام“

جس نے تقدیر کا انکار کیا تو اس نے اسلام کا انکار کیا۔ (الشریعہ ص ۲۱۷-۲۱۸ ج ۲۲۲ و سندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبداللہ بن عمرو دونوں قدریہ فرقے والوں پر لعنت بھیجتے تھے۔ (الشریعہ ص ۲۲۳-۲۲۴ ج ۲۲۲ و سندہ حسن)
امام لیث بن سعد المصری نے تقدیر کے منکر کے بارے میں فرمایا کہ نہ اس کی بیمار پرسی کی جائے اور نہ اس کے جنازے میں شامل ہوں۔ (الشریعہ لائبریری ص ۲۲۷-۲۲۸ ج ۲۲۲ و سندہ صحیح)

۳: امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہما اللہ نے فرمایا: ”کل شیء بقدر“ میں بقدر کا معنی ”کنسب و علم“ ہے یعنی لکھا اور اسے علم ہے۔ (کتاب القدر للفریابی: ۲۱۱ و سندہ صحیح)

۴: امام اہل سنت ابو عبداللہ احمد بن حنبل نے فرمایا: ”لا یصلی خلف القدریة والمعتزلة والجهمیة“

قدریہ، معتزلہ اور جہمیہ (گمراہ فرقے والوں) کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۸۳۳ و سندہ صحیح)

۵: فضل بن عیسیٰ الرقاشی نامی ایک قدری بدعتی شخص تھا، جس کے بارے میں امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لو ولد أخرس كان خیراً له“ اگر وہ گونگا پیدا ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔

(کتاب الضعفاء للبخاری: ۳۰۶ و سندہ صحیح، البحر والتعذیل: ۶۲۷ و سندہ صحیح)

یہ رقاشی ایک دن محمد بن کعب القرظی (تابعی) کے پاس آ کر تقدیر کے بارے میں کلام کرنے لگا تو امام قرظی نے اس سے کہا:

(خطبہ والا) تشہد پڑھ، جب وہ ”من ینہدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلل فلا ہادی له“ تک پہنچا تو انہوں نے اپنی لاٹھی اٹھا

کر رقاشی کے سر پر ماری اور فرمایا: اٹھ جا (دفع ہو جا) پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے (اپنی بصیرت اور تجربے سے) فرمایا: یہ آدمی

اپنی رائے سے کبھی رجوع نہیں کرے گا۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۹۶۲ و سندہ صحیح)

۶: تقدیر کے بارے میں شیخ عبدالحسن العباد المدنی نے بہترین بحث کی ہے، جس کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے اور وہ ”شرح

حدیث جبریل“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اس کتاب سے ماخوذ تقدیر کی بحث پیش خدمت ہے:

تقدیر پر ایمان

اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان کے بارے میں قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ

تقدیر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو قدر (تقدیر و مقدار) کے ساتھ پیدا کیا

ہے۔ [القم: ۴۹]

اور فرمایا ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ کہہ دو ہمیں تو وہی مصیبت پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔

[التوبة: ۵۱]

اور فرمایا ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۗ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ زمین میں اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے پہلے ہماری کتاب میں درج ہے، اللہ کے لئے یہ (بہت) آسان ہے۔ [الحدید: ۲۲]

رہی سنت (یعنی حدیث) تو امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں تقدیر کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں ایسی بہت سی احادیث ہیں جن سے تقدیر ثابت ہوتی ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے قوی مومن بہتر اور پسندیدہ ہے اور (ان) سب میں خیر ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اُس کی حرص کر، اللہ سے مدد مانگ اور عاجز نہ بن۔ اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہنا کہ اگر میں ایسے ایسے کرتا تو ایسا ہوتا۔ بلکہ یہ کہہ: اللہ کی یہی تقدیر ہے، اُس نے جو چاہا ہوا۔ کیونکہ لَوْ (اگر مگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۶۶۴]

طاوس (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہ فرماتے ہوئے پایا ہے کہ ہر چیز تقدیر سے ہے اور میں نے عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ (دماغی) عاجزی اور ذہانت بھی تقدیر سے ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۶۵۵]

عاجزی اور ذہانت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ تروتازہ کی تروتازگی، سُستی کی سُستی اور عاجزی سب تقدیر سے ہے۔ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ”اس کا معنی یہ ہے کہ عاجزی کی عاجزی اور ذہین کی ذہانت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے“

[شرح صحیح مسلم ۲۰۵/۱۶]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کا جنت و دوزخ میں ٹھکانا لکھا ہوا ہے (جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائے گا) تو لوگوں نے کہا! یا رسول اللہ! ہم اسی پر توکل کر کے بیٹھ نہ جائیں؟ تو آپ نے فرمایا: اعمال کرو، جو میسر ہیں (جنتی کے لئے جنت کے اعمال میسر کئے گئے ہیں لہذا اُسے چاہئے کہ وہ جنتیوں کے اعمال کرے) پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝﴾ سے لے کر ﴿لِلْعُسْرَى﴾ [سورۃ ایل: ۱۰، ۵] تک۔

[صحیح بخاری: ۲۹۴۵ و صحیح مسلم: ۲۶۴۷ عن علی رضی اللہ عنہ]

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بندوں کے نیک اعمال تقدیر میں ہیں اور انہی سے خوش قسمتی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے اور بندوں کے بُرے اعمال تقدیر میں ہیں اور ان سے بدبختی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی نے اسباب بنائے (اور) کوئی چیز بھی اللہ کی تقدیر، فیصلے، تخلیق اور ایجاد سے باہر نہیں ہے۔

(سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھاتا ہوں، اللہ کو یاد رکھو وہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب (ما فوق) (الاسباب) سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ، اور جان لے کہ اگر سب لوگ تجھے فائدہ پہنچانا

چاہیں تو تجھے صرف وہی فائدہ پہنچے گا جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف وہی نقصان پہنچ سکتا ہے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اٹھائے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

[سنن الترمذی: ۲۵۱۶، وقال: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ"]

تقدیر پر ایمان کے چار درجے ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے:

پہلا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کے بارے میں اللہ کا علم ازلی وابدی ہے۔ ہر چیز جو ہونے والی ہے، ازل سے اللہ کے علم میں ہے، اللہ کو کسی چیز کے بارے میں قطعاً جدید علم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پہلے سے ہی اُسے ہر چیز کا پورا علم ہے۔

دوسرا درجہ: ہر چیز جو واقع ہونے والی ہے اس کے بارے میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے، سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں، زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی ہیں۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ [صحیح مسلم: ۲۶۵۳، حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ]

تیسرا درجہ: اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ اللہ کے ملک میں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ جو اللہ نے چاہا تو ہوا اور جو نہیں چاہا تو نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا حکم صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ فرماتا ہے: كُنْ (ہو جا) تو ہو جاتا ہے [س: ۸۲] اور فرمایا ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ اور تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔ [التویر: ۲۹]

چوتھا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کا وجود اور تخلیق اللہ کی مشیت پر ہے، اس کے ازلی علم کے مطابق اور جو اُس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے، وہ اشیاء اور ان کے افعال اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے [الزمر: ۶۲] اور فرمایا ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم جو اعمال کرتے ہو انہیں (بھی) پیدا کیا ہے۔ [الطُّفَّت: ۹۶]

تقدیر پر ایمان، اُس غیب پر ایمان ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تقدیر میں جو کچھ ہے اس کا واقع ہونا لوگوں کو دو طرح سے معلوم ہو سکتا ہے:

1- کسی چیز کا واقع ہونا، جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تقدیر میں یہی تھا، اگر یہ تقدیر میں نہ ہوتا تو واقع ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا تو نہیں ہوتا۔

2- مستقبل میں ہونے والے واقعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں مثلاً دجال، یاجوج و ماجوج اور نزول عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) وغیرہ امور کے بارے میں آپ کی پیش گوئیاں، جو کہ آخری زمانے میں وقوع پذیر ہوں گی۔

[دجال ایک کانہ شخص کا لقب ہے جس کا ظہور قیامت سے پہلے ہوگا اور سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہا السلام اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ دیکھئے صحیح مسلم (ج ۲۸۹۷ و ترجمہ دار السلام: ۷۲۸-۷۲۷)]

[تنبیہ: سیدنا حسن بصری (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبل موت عیسیٰ، واللہ إنه الآن لحي عند الله ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون“ عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے (سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے) اللہ کی قسم اب آپ (عیسیٰ علیہ السلام) اللہ کے پاس زندہ ہیں جب وہ نازل ہوں گے تو سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے (تفسیر طبری ۱۴/۶ و سندہ صحیح) اسی پر خیر القرون کا اجماع ہے۔ یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے کشف الاستار عن زوائد الزوار (۱۴۲۲ھ ج ۳۳۹۶ و سندہ صحیح)]

یہ پیش گوئیاں اس کی دلیل ہیں کہ ان امور کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یہی اللہ کی تقدیر اور فیصلے میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی وہ پیش گوئیاں جو آپ نے اپنے زمانے کے قریب واقع ہونے والے امور کے بارے میں فرمائی ہیں۔ انھی میں سے وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ابو بکرہ (نفع بن الحارث) رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا، حسن (بن علی رضی اللہ عنہما) آپ کے پاس تھے۔ آپ ایک دفعہ ان کی طرف اور ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے ”میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا“

[صحیح بخاری: ۳۷۶۱]

رسول ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ (آپ کی وفات کے بہت بعد) اکتالیس ہجری (۴۱ھ) میں واقع ہوئی جب مسلمانوں میں اتفاق ہو گیا۔ اسے ”عام الجماعۃ“ (اتفاق کا سال) بھی کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ (سیدنا و محبوبنا) حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ بچپن میں نہیں مرے اور وہ اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک صلح کے بارے میں رسول ﷺ کی بیان کردہ پیش گوئی واقع نہ ہو جائے۔ یہ چیز تقدیر میں تھی جس کے وقوع سے پہلے صحابہ کرام کو اس کا علم تھا۔ ہر چیز کا خالق اور اس کی تقدیر بنانے والا اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ [الزمر: ۶۲]

اور فرمایا: ﴿وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ اور اس اللہ نے ہر چیز پیدا کی، پس اس نے ہر چیز کی تقدیر مقرر کی یعنی مقدر اس بنائیں۔ [الفرقان: ۲]

پس خیر و شر کی ہر چیز جو ہونے والی ہے اللہ کے فیصلے، تقدیر، مشیت اور ارادے سے ہوتی ہے۔ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے لمبی دعائیں یہ الفاظ بھی فرمائے: ((والخیر کلہ فی یدیک والشیر لیس إلیک)) ساری خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف (لے جانے والا) نہیں ہے (صحیح مسلم: ۷۷۱) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلے اور تخلیق کے مطابق شر واقع نہیں ہوتا۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ اللہ نے بغیر کسی حکمت اور فائدے کے محض شر پیدا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ مطلق شر کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ (دلائل عامہ کے تحت) عموم میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ [الزمر: ۶۲]

اور فرمایا ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو قدر (تقدیر و اندازے) سے پیدا کیا۔ [الزمر: ۶۹]

صرف اکیلے شرکے ساتھ اللہ کی طرف نسبت سے ادب سیکھنا چاہئے۔ اسی لئے جنوں نے اللہ کی طرف خیر کی نسبت کر کے ادب کا اظہار کیا تھا۔ انھوں نے شرکو مہول کے صیغے سے بیان کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے (جنوں کا قول نقل) فرمایا ﴿وَأَنَا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أَرِيدُ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ شَدًّا﴾

اور ہمیں پتا نہیں کہ کیا زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب ان کی ہدایت چاہتا ہے۔ [الحج: ۱۰]

تقدیر کے سابقہ چاروں درجوں میں اللہ کی مشیت اور ارادہ بھی ہے۔ مشیت اور ارادے میں فرق یہ ہے کہ کتاب و سنت میں مشیت کا ذکر تکوینی و تقدیری طور پر ہی آیا ہے۔ اور ارادے کا معنی کبھی تکوینی معنی اور کبھی شرعی معنی پر آتا ہے۔ تکوینی و تقدیری معنی

کے لئے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أُنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ﴾

اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی اگرچہ میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ [سود: ۳۳]

اور فرمایا ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۗ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾

پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو تنگ (حق کو نہ ماننے والا) کر دیتا ہے۔ [الانعام: ۱۲۵]

شرعی ارادے کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ [البقرة: ۱۸۵]

اور فرمایا ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنِيعَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اللہ اس کا ارادہ نہیں کرتا کہ تمہیں حرج میں ڈال دے لیکن وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر کرو۔ [المائدة: ۶]

ان دونوں ارادوں میں یہ فرق ہے کہ تکوینی ارادہ عام ہے چاہے اللہ تعالیٰ خوش ہو یا ناراض ہو۔ شرعی ارادہ صرف اسی کے بارے میں ہوتا ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔

تکوینی ارادہ واقع ہو کر ہی رہتا ہے اور دینی ارادہ اس آدمی کے حق میں واقع ہوتا ہے جسے اللہ توفیق دے۔ اور جسے وہ توفیق نہ دے تو وہ شخص اس سے محروم رہتا ہے۔ کچھ اور بھی کلمات ہیں جو تکوینی و شرعی معنوں میں آتے ہیں، انھی میں سے فیصلہ، تحریم، اذن، کلمات اور امر وغیرہ ہے۔

ابن القیم نے اپنی کتاب ”شفاء العلیل“ کے اثنبویں (۲۹) باب میں ان کو ذکر کیا ہے اور قرآن و سنت سے ان کے دلائل لکھے ہیں۔

ہر چیز جسے اللہ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اس کی تقدیر مقرر کی ہے اور اس کے وقوع کا فیصلہ کیا ہے تو اُس چیز نے ضرور بالضرور ہو کر رہنا ہے۔ نہ اس میں تغیر ہوتا ہے اور نہ تبدیلی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾ زمین اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے

پہلے ہم نے کتاب میں درج کردی ہے۔ [الحدید: ۲۲]

اور اس میں سے حدیث ہے ”قلم اُٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔“ [دیکھئے ص ۶۱/الاصول]
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۚ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُمُّ الْكِتَابِ ہے۔ [الرعد: ۳۹]

اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ آیت کریمہ شریعتوں سے متعلق ہے۔ اللہ شریعتوں میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے حتیٰ کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا، آپ کی شریعت نے سابقہ ساری شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس کی دلیل اس آیت میں ہے جو اس سے پہلے ہے ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی رسول بھی کوئی نشانی نہیں لاسکتا، ہر وقت کے لئے ایک کتاب ہے یعنی ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ [الرعد: ۳۸]

اور اس کی یہ تفسیر بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے وہ مقدراتیں مراد ہیں جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض کام فرشتوں کے ذریعے سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ابن القیم کی کتاب شفاء العلیل کے ابواب (۲، ۴، ۵، ۶) دیکھیں۔ ہر باب کے تحت انھوں نے لوح محفوظ کے علاوہ ایک خاص تقدیر بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ ”قضاء (تقدیر) کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں نیکی ہی کے ذریعے سے اضافہ ہوتا ہے“

[سنن الترمذی: ۲۱۳۹، اسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ لابانی: ۱۵۴]

یہ حدیث لوح محفوظ میں تغیر (وتبدیلی) کی دلیل نہیں ہے۔ یہ تو صرف اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے شر سے سلامتی مقدر میں رکھی ہے اور اس سلامتی کے لئے اسباب مقرر کئے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اللہ نے بندے سے شردور کر دیا۔ یہ دُوری اس فعل یعنی دعا کے سبب اس کے مقدر میں لکھی گئی تھی اور یہی مقدر تھا۔ اور اسی طرح یہ مقدر میں لکھا گیا کہ انسان کی عمر لمبی ہے اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا کہ درازنی عمر (فلاں) سبب سے ہوگی اور یہ نیکی وصلہ رحمی ہے۔ پس اسباب اور وجہ اسباب سبب اللہ کی قضا و قدر سے ہیں۔

آپ ﷺ کی حدیث ”اللہ جسے پسند کرتا ہے تو اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ یا اس کی عمر دراز کر دیتا ہے، پس صلہ رحمی کرو“ (صحیح البخاری: ۲۰۶۷ صحیح مسلم: ۲۵۵۷) کا بھی یہی مطلب ہے۔ ہر انسان کا وقت لوح محفوظ میں مقرر ہے۔ نہ آگے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۗ﴾ اور جب کسی نفس کا وقت آجائے تو اللہ سے مؤخر نہیں کرتا۔ [المؤمنون: ۱۱]

اور فرمایا ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۗ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۗ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ ہر اُمت کے لئے ایک

وقت ہے۔ جب ان کا وقت آجاتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتا ہے اور نہ آگے ہوتا ہے۔ [یونس: ۳۹]

اور جو آدمی مرتا یا قتل ہوتا ہے تو وہ اپنی اجل کی وجہ سے مرتا یا قتل ہوتا ہے۔ معتزلہ کی طرح یہ نہیں کہنا چاہئے کہ مقتول کی اجل

کاٹ دی گئی اور اگر وہ قتل نہ ہوتا تو دوسری اجل تک زندہ رہتا۔ کیونکہ ہر انسان (کے مرنے) کا ایک ہی وقت مقرر ہے۔ اس وقت

کے لئے اسباب مقرر ہیں، یہ بیماری سے مرے گا اور یہ ڈوبنے سے مرے گا اور یہ قتل ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔

تقدیر کے بہانے نیکی کے نہ کرنے اور گناہوں کے کرنے پر استدلال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جس نے گناہ کیا تو شریعت میں اس کی ایک مقرر سزا ہے۔ اگر اس نے اپنے گناہ کا یہ عذر پیش کیا کہ یہ اس کی قسمت میں تھا تو اسے شرعی سزا دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اس گناہ کی یہ سزا تیری قسمت میں تھی۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) اور موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) کے درمیان تقدیر پر بحث و مباحثہ ہوا تھا۔ یہ گناہ کرنے پر تقدیر سے استدلال والا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو اس مصیبت کا ذکر ہے جو مصیبت کے سبب واقع ہوئی۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ آدم اور موسیٰ نے بحث و مباحثہ کیا تو موسیٰ نے آدم سے کہا: تُو وہ آدم ہے جسے اس کی خطا (غرض) نے جنت سے نکال دیا تھا۔ تو آدم نے جواب دیا: تُو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ نے رسالت اور کلام کرنے سے نوازا۔ پھر تو مجھے اس چیز پر ملامت کرتا ہے جو اللہ نے میری پیدائش سے پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی؟ تو رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دو دفعہ فرمایا: پس آدم موسیٰ (علیہما السلام) پر غالب آگئے۔ [صحیح بخاری: ۳۴۰۹، صحیح مسلم: ۲۶۵۲]

ابن القیم نے اپنی کتاب ”شفاء العلیل“ میں اس حدیث پر بحث کے لئے تیسرا باب قائم کیا ہے۔ انھوں نے اس حدیث کی تشریح میں باطل اقوال کا (بطور رد) ذکر کیا اور وہ آیات ذکر کیں جن میں آیا ہے کہ مشرکین اپنے شرک پر تقدیر سے استدلال کرتے تھے۔ اللہ نے ان مشرکین کو جھوٹا قرار دیا کیونکہ وہ اپنے شرک و کفر پر قائم (اور ڈٹے ہوئے) تھے۔ انھوں نے جو بات کہی وہ حق ہے لیکن اس کے ساتھ باطل پر استدلال کیا گیا ہے۔ پھر انھوں نے اس حدیث کے معنی پر دو توجیہات ذکر کیں، پہلی توجیہ ان کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ہے اور دوسری ان کے اپنے فہم و استنباط سے ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں کہ ”جب آپ نے اسے پہچان لیا تو موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) اللہ اور اس کے اسماء و صفات کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر تھے، لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اُس خطا پر ملامت کریں جس سے خطا کرنے والے نے توبہ کر رکھی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے اسے (اپنے لئے) چُن لیا، راہنمائی کی اور خاص منتخب کر لیا۔ آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) اپنے رب کے بارے میں سب سے زیادہ پہچان رکھتے تھے کہ وہ مصیبت پر قضا و قدر سے استدلال کریں۔ بات یہ ہے کہ موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) نے آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) کو اُس مصیبت پر ملامت کی تھی جس کے سبب سے اولاد آدم کا جنت سے خروج اور دنیا میں نزول ہوا، جو آزمائش اور امتحان کا گھر ہے۔ اس کی وجہ اولاد آدم کے باپ (سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَام) کی لغزش ہے۔ پس انھوں نے لغزش کا ذکر بطور تنبیہ کیا، اس مصیبت اور آزمائش پر جو آدم عَلَيْهِ السَّلَام کی ذریت و اولاد کو حاصل ہوئی۔ اسی لئے موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے آدم عَلَيْهِ السَّلَام سے فرمایا: ”آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا“ بعض روایات میں ”حَيِّتْنَا“ (آپ نے ہمیں محروم کر دیا) کا لفظ آیا ہے۔ پس آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) نے مصیبت پر تقدیر سے استدلال کیا اور فرمایا: بے شک یہ مصیبت جو میری لغزش کی وجہ سے میری اولاد کو پہنچی میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی۔ تقدیر سے مصیبتوں میں استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن عیوب (اور گناہوں کے جواز) میں اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی آپ مجھے اس مصیبت پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے اتنے سال پہلے، میرے اور آپ کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی، یہ جواب ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) رحمہ اللہ کا ہے اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گناہ پر تقدیر سے استدلال بعض جگہ فائدہ دے سکتا ہے اور بعض جگہ

نقصان دہ ہے۔ اگر گناہ کے واقع ہونے کے بعد آدمی توبہ کرے اور دوبارہ یہ گناہ نہ کرے تو تقدیر سے استدلال کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آدم (ﷺ) نے (اپنی لغزش کے بعد) کیا۔ اس طریقے سے تقدیر کے ذکر میں توحید اور رب تعالیٰ کے اسماء و صفات کی معرفت ہے۔ اس کے ذکر سے بیان کرنے والے اور سننے والے کو نفع ہوتا ہے کیونکہ تقدیر (کے ذکر) سے کسی امر و نہی کی مخالفت نہیں ہوتی اور نہ شریعت کا ابطال ہوتا ہے۔ بلکہ محض حق کو توحید اور تبدیلی و قوت سے براءت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی توضیح اس سے (بھی) ہوتی ہے کہ آدم (ﷺ) نے موسیٰ (ﷺ) سے فرمایا:

”کیا آپ میرے اس عمل پر ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر میں لکھا ہوا تھا؟“ جب آدمی گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو وہ معاملہ اس طرح زائل اور ختم ہو جاتا ہے گویا یہ کام ہوا ہی نہیں تھا۔ پس اب اگر کسی ملامت کرنے والے نے اسے اس گناہ پر ملامت کیا تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقدیر سے استدلال کرے۔ اور کہے: ”یہ کام میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر میں تھا“ اس آدمی نے تقدیر کے ذریعے سے حق کا انکار نہیں کیا اور نہ باطل پر دلیل قائم کی ہے اور نہ ممنوع بات کے جواز پر حجت بازی کی ہے۔

رہا وہ مقام جس پر تقدیر سے استدلال نقصان دہ ہے وہ حال اور مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کوئی آدمی فعلِ حرام کا ارتکاب کرے یا کسی واجب (فرض) کو ترک کر دے، پھر کوئی آدمی اسے اس پر ملامت کرے تو پھر وہ گناہ پر قائم رہنے اور اصرار کرنے میں تقدیر سے استدلال کرے۔ یہ شخص اپنے استدلال سے حق کو باطل کرنا اور باطل کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے جیسا کہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت پر اصرار کرنے والے کہتے تھے ﴿كُوشَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا﴾ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے [الانعام: ۱۳۸] ﴿كُوشَاءَ الرَّحْمٰنِ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾ اگر رحمن چاہتا تو ہم ان (معبودانِ باطلہ) کی عبادت نہ کرتے۔ [الزخرف: ۲۰]

انھوں نے اپنے باطل عقائد کو صحیح سمجھتے ہوئے تقدیر سے استدلال کیا۔ انھوں نے اپنے (شرکیہ و کفریہ) فعل پر کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا نہ اس کے ترک کا ارادہ کیا اور نہ اس کے فاسد ہونے کا اقرار کیا۔

یہ اس آدمی کے استدلال کے سراسر مخالف ہے جس پر اُس کی غلطی واضح ہو جاتی ہے، وہ نادم (پشیمان) ہو جاتا ہے اور پکا ارادہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ غلطی نہیں کرے گا۔ پھر اس (توبہ) کے بعد اگر کوئی اسے ملامت کرے تو کہتا ہے: ”جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ کی تقدیر کی وجہ سے ہوا ہے۔“ اس مسئلے کا (بنیادی) نکتہ یہ ہے کہ اگر وجہ ملامت دُور ہو جائے تو تقدیر سے استدلال صحیح ہے اور اگر وجہ ملامت باقی رہے تو تقدیر سے استدلال باطل ہے...“ [شفاء العلیل ص ۳۶، ۳۵]

تقدیر کے بارے میں قدریہ اور جبریہ دونوں فرقے گمراہ ہوئے ہیں۔ قدریہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں، اللہ نے یہ افعال ان کی تقدیر میں نہیں لکھے ہیں۔ ان کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی حکومت میں بندوں کے جو افعال واقع ہوتے ہیں وہ اس کا مقدر (مقرر شدہ) نہیں ہیں۔ یہ بندے اپنے افعال پیدا کرنے میں اللہ سے بے نیاز ہیں اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خالق نہیں ہے بلکہ بندے اپنے افعال کے خالق ہیں۔ یہ عقیدہ بہت ہی باطل عقیدہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اور

بندوں کے افعال کا (بھی) خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ ذاتوں اور صفوں سب کا خالق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ کہہ دو کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا قہار (سب پر غالب) ہے۔ [الرعد: ۱۶]

اور فرمایا ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر وکیل (محافظ و نگران) ہے۔ [الزمر: ۶۲]

اور فرمایا ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم جو اعمال کرتے ہو انہیں (بھی) پیدا کیا ہے۔ [الصُّفَّت: ۹۶]

جبریہ (فرتے) نے بندوں سے اختیار چھین لیا ہے، وہ اس کے لئے کسی مشیت اور ارادے کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے اختیاری حرکات اور اضطراری حرکات کو برابر کر دیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان کی ساری حرکات اس طرح ہیں جس طرح کہ درختوں کی حرکات ہیں۔ کھانے والے، پینے والے، نمازی اور روزہ دار کی حرکات اس طرح ہیں جیسے رعشہ والے کی حرکات ہوتی ہیں، ان میں انسان کے کسب اور ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

اس طرح تو پھر رسولوں کے بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندے کے پاس مشیت اور ارادے کی طاقت ہے۔ اچھے اعمال پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت کی جاتی ہے اور اُسے سزا ملتی ہے۔ بندے کے اختیاری افعال اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں (نیکی و بدی کا مرتکب وہی ہوتا ہے) رہی اضطراری حرکات جیسے رعشہ والے کی حرکت تو یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ اس کا فعل ہے۔ یہ تو اس کی ایک صفت ہوتی ہے۔

اسی لئے تو فاعل کی تعریف میں نحوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ اسم مرفوع ہے جو اُس پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی حَدَث (فعل) صادر ہوتا ہے یا جس کا وہ قائم رہتا ہے یعنی اس کا صدور اس سے ہوتا ہے۔ حَدَث سے اُن کی مراد وہ اختیاری افعال ہیں جو بندے کی مشیت اور ارادے سے واقع ہوتے ہیں۔ قیام حدث سے ان کی مراد وہ اُمور ہیں جو مشیت کے تحت نہیں آتے جیسے موت، مرض اور ارتعاش (رعشہ) وغیرہ۔ پس اگر کہا جائے کہ زید نے کھایا، پینا، نماز پڑھی اور روزہ رکھا تو اس میں زید فاعل ہے جس سے حَدَث (فعل) حاصل ہوا ہے۔ یہ حَدَث کھانا، پینا، نماز اور روزے ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ زید بیمار ہوا، زید مر گیا یا اس کے ہاتھوں میں رعشہ ہوا تو یہ حَدَث زید کے (ارادی) فعل سے نہیں ہے بلکہ یہ اس کی صفت ہے جس کا صدور اُس سے ہوا ہے۔

اہل السنّت والجماعت اثبات تقدیر میں غالی جبریوں اور انکار کرنے والے قدریوں کے درمیان ہیں۔ انہوں نے بندے کیلئے مشیت کا اثبات کیا ہے اور رب کے لئے مشیت عام کا اثبات کرتے ہیں۔ انہوں نے بندے کی مشیت کو اللہ کی مشیت کے تابع قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۖ وَمَا تَشَاءُ ۚ وَنَا لَآ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ اس کے لئے جو تم میں سے سیدھا ہونا چاہے اور تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔ [التکویر: ۲۸، ۲۹]

اللہ کی حکومت میں جو وہ نہ چاہے ہو وہی نہیں سکتا۔

اس کے برخلاف قدر یہ کہتے ہیں کہ ”بندے اپنے افعال پیدا کرتے ہیں“ بندوں کو ان چیزوں پر عذاب نہیں ہو سکتا جن میں اُن کا کوئی ارادہ ہے اور نہ مشیت جیسا کہ جبر یہ کا قول ہے۔ اسی میں اُس سوال کا جواب ہے جو کہ بار بار کیا جاتا ہے کہ کیا بندہ مجبور محض ہے یا وہ (گُلی) باختیار ہے؟ تو (عرض ہے کہ) نہ وہ مطلقاً مجبور محض ہے اور نہ مطلقاً باختیار ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اعتبار سے باختیار ہے کہ اسے مشیت اور ارادہ حاصل ہے۔ اور اس کے اعمال اُسی کا کسب (کمائی) ہیں۔ نیک اعمال پر اسے ثواب ملے گا اور بُرے اعمال پر اسے سزا ملے گی۔ وہ ایک اعتبار سے مُسیر (مجبور) ہے۔ اس سے ایسی کوئی چیز صادر نہیں ہوتی جو اللہ کی مشیت، ارادے، تخلیق اور ایجاد سے خارج ہو۔

جو بھی ہدایت اور گمراہی (بندے کو) حاصل ہوتی ہے تو وہ اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ نے بندوں کے لئے خوش بختی کا راستہ اور گمراہی کا راستہ، دونوں واضح کر دیئے ہیں۔ اللہ نے بندوں کو عقل دی ہے جس سے وہ نفع اور نقصان کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ جو شخص خوش بختی کا راستہ اختیار کر کے اس پر چلا تو اسے یہ خوش بختی (جنت) کی طرف لے جائے گا۔ یہ کام بندے کی مشیت اور ارادے سے واقع ہوا ہے جو کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے تابع ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل و احسان ہے۔ جس شخص نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور اس پر چلا تو یہ اسے بد بختی (جہنم) کی طرف لے جائے گا۔ یہ کام بندے کی مشیت اور ارادے سے ہوا ہے جو کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے تابع ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عدل و انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِۙ ۝۱۰ وَّلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۱۱ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور اس کی دو راستوں (شر اور خیر) کی طرف راہنمائی نہیں کی؟ [البلد: ۸-۱۰]

اور فرمایا ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا﴾ ہم نے اسے راستہ دکھایا تاکہ وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکر بنے۔

[الذھر: ۳]

اور فرمایا ﴿مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِؕ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَّلِيًّا مَّرْشِدًا﴾ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ اس (شخص) کا ولی (مددگار) مرشد و ہدایت دینے والا نہیں پائیں گے۔ [الکھف: ۱۷]

ہدایتیں دو طرح کی ہیں: (۱) ہدایت دلالت و ارشاد، یہ ہر انسان کو حاصل ہے یعنی ہر انسان سے یہی مطلوب ہے کہ وہ ہدایت اسلام پر چلے (۲) ہدایت توفیق، یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔

پہلی ہدایت کی دلیلوں میں سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے ﴿وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اور بے شک آپ صراطِ مستقیم (سیدھے راستے) کی طرف راہنمائی کرتے ہیں [الشوریٰ: ۵۲] یعنی آپ ہر ایک کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ دوسری ہدایت کی دلیلوں میں سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اٰحْبَبْتَ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ آپ جسے (ہدایت دینا) چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ [القصص: ۵۶]

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں ہدایتیں اس ارشاد میں اکٹھی کر دی ہیں:

﴿وَاللَّهُ يَدْعُوَ إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ [یونس: ۲۵]

”اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، یعنی ہر ایک کو (بلاتا ہے)۔ مفعول کو عموم کے لئے حذف کیا گیا ہے اور یہ ہدایت دلالت و ارشاد ہے۔“ اور جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے، اس میں خصوصیت قائم کرنے کے لئے مفعول کو ظاہر کر دیا گیا ہے اور یہ ہدایت توفیق ہے۔

[۸۰] وعن ابن عمر، قال: قال رسول الله ﷺ: (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ عاجزی اور دانائی بھی تقدیر سے ہے۔ رواہ مسلم۔

تخریج: صحیح مسلم (۱۸/۲۶۵۵) و ترقیم دار السلام: (۶۷۵۱)

فقہ الحلیوت:

- ۱: عقیدہ تقدیر برحق ہے۔
- ۲: ہر چیز اپنے وجود سے پہلے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کے علم و مشیت میں ہے۔
- ۳: ہر مخلوق کو وہی چیز حاصل ہوتی ہے جو اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔
- ۴: صحیح حدیث موطاً الامام مالک (روایت بیہی ۲/۸۹۹۲ ح ۲۸۷، روایت عبد الرحمن بن القاسم متفقاً: ۱۸۷) میں بھی موجود ہے اور امام مالک کی سند سے امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کی ہے۔
- ۵: موطاً امام مالک اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے کہ طاؤس الیمانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر چیز تقدیر سے ہے۔“
- ۶: عاجزی سے مراد دنیاوی عاجزی یا بقول بعض: نافرمانی ہے اور دانائی سے مراد دنیاوی دانائی یا اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔ واللہ اعلم
- ۷: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”العجز والکیس بقدر“ عاجزی اور دانائی تقدیر سے ہے۔ (کتاب القدر للامام جعفر بن محمد الفریابی: ۳۰۴ و سندہ صحیح)
- ۸: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تقدیر کے منکر کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے۔ (دیکھئے کتاب السنۃ للخلال: ۹۲۸ و سندہ صحیح)

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے رب کے پاس (آسمانوں پر عالم ارواح میں) بحث و مباحثہ کیا تو آدم (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) پر غالب آئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے (آدم علیہ السلام سے) کہا: آپ وہ آدم ہیں، جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پیدا کردہ) روح پھونکی اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا، پھر آپ نے اپنی غلطی کی وجہ سے لوگوں کو (جنت سے) زمین پر اتار دیا؟ آدم (علیہ السلام) نے فرمایا: تم وہ موسیٰ ہو جسے اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ چنا اور تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تمہیں سرگوشی کے لئے (اللہ نے) اپنے قریب کیا، پس تمہارے نزدیک میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے اللہ نے تورات لکھی؟

موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: چالیس سال پہلے۔

آدم (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم نے اس میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ ”اور آدم نے اپنے رب کے حکم کو نالا تو وہ پھسل گئے“؟

موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: جی ہاں، (آدم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم مجھے اس عمل پر ملامت کرتے ہو جو میری پیدائش سے چالیس سال پہلے اللہ نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس آدم (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) پر غالب آئے۔

[۸۱] وعن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: ((احتج آدم وموسى عند ربهما، فحج آدم موسى؛ قال موسى: أنت آدم الذي خلقك الله بيده، ونفخ فيك من روحه، وأسجد لك ملائكته، وأسكنك في جنته، ثم أهبطت الناس بخطيئتك إلى الأرض؟ قال آدم أنت موسى الذي اصطفاك الله برسالته وبكلامه، وأعطاك الألواح فيها تبيان كل شيء، وقربك نجياً، فبكم وجدت الله كتب التوراة قبل أن أخلق؟ قال موسى: بأربعين عاماً. قال آدم: فهل وجدت فيها ”وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى“؟ قال: نعم، قال: أفنلو مني على أن عملت عملاً كتبه الله عليّ أن أعمله قبل أن يخلقني بأربعين سنة؟)) قال رسول الله ﷺ ((فحج آدم موسى .)) رواه مسلم.

تصريح: صحیح مسلم [۱۵/۲۶۵۲] [۶۷۴۳]

فقہ الحدیث:

۱: آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان یہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ عالم برزخ میں آسمانوں پر ہوا تھا۔ ایک دفعہ محدث ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر (متوفی ۱۹۵ھ) نے اس مناظرے والی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے پوچھا: آدم اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

”الفقه الأكبر“ نامی رسالے کے بارے میں ”لَا رَيْبَ فِيهِ“ کہنا انتہائی عجیب و غریب ہے۔
۳: تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔

۴: جو لوگ کہتے ہیں کہ ”ابھی تک جنت پیدا نہیں ہوئی“، ان کا قول باطل و مردود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم عَلَيهِ السَّلَام کو جنت میں رکھا تھا۔ اہل سنت کے نزدیک جنت اور جہنم دونوں پیدا شدہ ہیں اور دونوں ہمیشہ رہیں گی اور یہی عقیدہ حق ہے۔

۵: غلطی اور گناہ کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں:

اول: جو غلطی اور گناہ کرنے کے بعد سچے دل سے توبہ کرتے ہیں اور سخت پشیمان و نادم ہوتے ہیں اور آئندہ اصلاح کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

دوم: جو غلطی اور گناہ کرنے کے بعد بھی اسی پر ڈٹے رہتے ہیں، توبہ نہیں کرتے اور نادم و پشیمان بھی نہیں ہوتے اور نہ اصلاح ہی کی کوشش کرتے ہیں۔

اول الذکر کے لئے تقدیر سے استدلال کرنا جائز ہے اور ثانی الذکر کے لئے تقدیر سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شفاء العلیل لابن القیم (ص ۳۵، ۳۶) و شرح حدیث جبریل (عربی ص ۶۵-۶۷، اردو ص ۱۰۲ تا ۱۰۷) جو شخص گناہ اور کفر کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتا اور پھر تقدیر سے استدلال کرتا ہے تو یہ طریقہ مشرکین و کفار کا ہے۔ دیکھئے سورۃ الانعام (آیت: ۱۲۸) اور سورۃ النحل (آیت: ۳۵)

۶: صحیح مسلم والی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی مختصراً موجود ہے۔ (۷۱۵، ۴۷۳، ۳۲۰، ۹۷)

۷: بحث و مباحثہ میں فریق مخالف کے خلاف وہ دلیل پیش کرنا جسے وہ صحیح و برحق تسلیم کرتا ہے، بالکل صحیح ہے۔

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث سنائی اور آپ سچے اور تصدیق شدہ ہیں: یقیناً تم میں سے ہر ایک کی تخلیق ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی حالت میں رہتی ہے۔ پھر اسی طرح (چالیس دن) نمجد خون کا لوتھڑا، پھر اسی طرح (چالیس دن) گوشت کا ٹکڑا بنا ہوا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس چار باتوں کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجتا ہے تو وہ اس کا عمل، موت کا وقت، رزق اور بد قسمت ہوگا یا خوش قسمت لکھ دیتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے! تم میں سے کوئی آدمی جنتیوں کے

[۸۲] وعن ابن مسعود قال: حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق: ((إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يَجْمَعُ فِي بطنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نطفَةً، ثُمَّ يَكُونُ علقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مضغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ ملكًا بأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: فيَكْتَبُ عَمَلَهُ وَأجلَهُ ورزقَهُ وشقي أو سعيد، ثُمَّ ينفخُ فِيهِ الرُّوحَ، فوالذي لا إلهَ غِيرَهُ! إِنَّ أَحَدَكُم ليعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذراعٌ، فيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابَ، فيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النارِ فيَدْخُلُهَا. وَإِنَّ أَحَدَكُم ليعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النارِ حَتَّى مَا يَكُونُ

بینه و بینہا إلا ذراع ، فیسبق علیہ الكتاب ، فیعمل بعمل أهل الجنة فیدخلها)) متفق علیہ

سے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب کا لکھا ہوا اس پر غالب آتا ہے اور وہ جہنمیوں کے سے اعمال کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی آدمی جہنمیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب کا لکھا ہوا اُس پر غالب آتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے اعمال کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۶۵۹۲) صحیح مسلم (۲۶۴۳-۶۷۲۳)

فقہ الحلالیث:

- ۱: عقیدہ تقدیر برحق ہے۔
- ۲: کون خوش قسمت ہے اور کون بد قسمت؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور اس نے اپنے علم سے، اسے تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔
- ۳: سچی توبہ کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہذا کسی توبہ کرنے والے شخص کو سابقہ گناہوں اور غلطیوں پر ملامت نہیں کرنا چاہئے۔
- ۴: کفریہ عقائد و اعمال انسان کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے اسلامی عقائد و اعمال انسان کے جنت میں داخلے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔
- ۵: جن عقائد و اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کا اعتبار ہے، لہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا مانگنی چاہئے۔
- ۶: نبی کریم ﷺ ہر بات میں سچے اور امین تھے، چاہے نبوت سے پہلے کی زندگی تھی یا بعد کی، آپ ﷺ کے مخالفین بھی آپ کو سچا اور امین مانتے تھے۔
- ۷: جدید طبی تحقیقات نے اس حدیث کی تصدیق کر دی ہے، جس سے اہل ایمان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے۔
والحمد لله علی کل حال.
- ۸: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چار ماہ کے بعد بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اگر پانچ ماہ یا زیادہ مدت والا بچہ مُردہ پیدا ہو جائے یا پیدا ہوتے ہی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((والسقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرة والرحمة)) اور سقط (نا تمام بچہ جو اپنی میعاد سے پہلے گرجائے) کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد: ۳۱۸۰ و سنن صحیح، سنن الترمذی: ۱۰۳۱، وقال: ”حسن صحیح“، صحیح ابن حبان: ۶۹۷ والحاکم علی شرط البخاری ۳۶۳۱ ووافقه الذہبی)

اس حدیث کے راوی سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سقط کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۷ ح ۱۱۵۸۹ و سنن صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ناتمام مردہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی، نافع نے کہا کہ مجھے پتا نہیں کہ وہ زندہ پیدا ہو کر (مر گیا تھا) یا پیدا ہی مردہ ہوا تھا۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۷ ح ۱۱۵۸۲، و سنن صحیح)

مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر اس کی تخلیق پوری ہو جائے تو اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جائے گی، جس طرح بڑے آدمی کی پڑھی جاتی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۷ ح ۱۱۵۸۸، و سنن صحیح)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اپنی اولاد میں سے کسی کو بھی نماز جنازہ پڑھے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

(ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۷ ح ۱۱۵۹۰، و سنن صحیح)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”والعمل علیہ عند بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم وغيرهم ، قالوا: یصلی علی الطفل وإن لم یستهل بعد أن یعلم أنه خلیق وهو قول أحمد و إسحاق“ صحابہ کرام وغیر ہم میں سے بعض کا اسی پر عمل ہے، انھوں نے کہا: بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ وہ پیدا ہوتے وقت آواز نہ نکالے، یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اس کی تخلیق (مکمل) ہو چکی ہے اور احمد (بن حنبل) اور اسحاق (بن راہویہ) کا یہی قول ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۳۱)

جو علماء مردہ بچے کی نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں، ان کا قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک و ناقابل حجت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے پر نماز جنازہ میں درج ذیل دعا پڑھتے تھے: ”اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سَلَفًا وَ قَرَطًا وَ دُخْرًا“ اے اللہ! اسے امیرِ سامان، آگے چلنے والا اور ذخیرہ بنا دے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۱۰۳، و سنن حسن)

[۸۳] وعن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ الْعَبْدَ لِيَعْمَلْ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَيَعْمَلْ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ)).

(سیدنا) سهل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بندوں میں سے) ایک بندہ جہنمیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے اور وہ جنتی ہوتا ہے۔ ایک بندہ جنتیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے اور وہ جہنمی ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار خاتمے پر (ہی) ہے۔

تصحیح: صحیح بخاری (۶۶۰۷) صحیح مسلم (۱۱۲/۱۷۹) [۳۰۶]

فقہ الحدیث:

۱: جس کا خاتمہ بالخیر ہوگا وہی کامیاب اور اللہ کے فضل و کرم سے جنت کا حقدار ہے۔

- ۲: کفر و شرک سے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔
- ۳: اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے، والے الفاظ صحیح مسلم میں نہیں ہیں، بلکہ صرف صحیح بخاری میں ہیں۔
- ۴: تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت نیک اعمال اور صحیح عقیدے والا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ کب موت کا فرشتہ آ جائے اور دنیا سے روانگی ہو جائے۔
- ۵: تقدیر کا سہارا لے کر گناہ کا ارتکاب کرنا، عذر گناہ بدتر از گناہ کے مترادف ہے۔
- ۶: اللہ سے ہر وقت خاتمہ بالخیر کی دعا مانگنی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے دعا مانگنے والے کی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔
- ۷: اپنی نیکیوں پر کبھی فخر نہیں کرنا چاہئے۔
- ۸: مومن کی پوری زندگی خوف اور امید کے درمیان ہوتی ہے۔

[۸۴] وعن عائشة رضي الله عنها، قالت: دعني رسول الله ﷺ إلى جنازة صبي من الأنصار فقلت: يا رسول الله! طوبى لهذا، عصفور من عصفير الجنة، لم يعمل السوء ولم يدر كه. فقال: ((أو غير ذلك يا عائشة! إن الله خلق للجنة أهلاً، خلقهم لها وهم في أصلاب آبائهم وخلق للنار أهلاً خلقهم لها وهم في أصلاب آبائهم.)) رواه مسلم.

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک انصاری بچے کی (نماز) جنازہ (پڑھانے) کی دعوت دی گئی تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس بچے کے لئے خوش خبری ہو، یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، اس نے کوئی بُرائی نہیں کی اور نہ بُرائی کو پایا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: یا اس کے سوا ہے، اے عائشہ! اللہ نے جنت کے لئے جنتیوں کو اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی پیٹھوں میں تھے اور اللہ نے دوزخ کے لئے دوزخیوں کو اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی پیٹھوں میں تھے۔

تشریح: صحیح مسلم (۳۱/۲۶۶۲ [۶۷۸])

فقہ الحلیہ:

- ۱: کسی آدمی کے بارے میں قطعی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی؟ الایہ کہ جو قرآن و حدیث کی رو سے واضح ہو۔
- ۲: مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچوں کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ بچے اپنے جنتی والدین کے ساتھ جنتی ہیں۔ رہے کفار کے بچے تو راجح قول میں ان کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور کفار کے مردہ بچوں کی نماز جنازہ نہیں

پڑھنی چاہئے۔

۳: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مومنوں کی اولاد کے بارے میں پوچھا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ انھوں نے پوچھا: بغیر عمل کے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ جانتا ہے جو وہ اعمال کرنے والے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: مشرکین کی اولاد؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ ہے۔ انھوں نے پوچھا: بغیر عمل کے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ جانتا ہے، جو وہ اعمال کرنے والے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۴۷۱۳، وسندہ صحیح)

(سیدنا) علی (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے لئے اس کا جہنم والا ٹھکانا اور جنت والا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اپنے اس نوشتہ تقدیر پر ہی کیوں نہ توکل کر بیٹھیں اور عمل چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: عمل کرو، ہر ایک کے لئے وہی آسان کر دیا گیا ہے، جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو نیک بختوں میں سے ہے، اس کے لئے نیک بختی والے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اور جو بد بختوں میں سے ہے، اس کے لئے بد بختی والے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں: پس جس نے (اللہ کی راہ میں اپنا مال و متاع) دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور سب سے اچھی چیز (دین اسلام) کی تصدیق کی۔
الآیة (اللیل: ۶، ۵) متفق علیہ

[۸۵] وعن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((ما منكم من أحد إلا وقد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة)) قالوا : يا رسول الله ! أفلا نتكل على كتابنا وندع العمل ؟ قال : ((اعملوا ، فكل ميسر لما خلق له ، أما من كان من أهل السعادة فسييسر لعمل السعادة ، وأما من كان من أهل الشقاوة فسييسر لعمل الشقاوة))
ثم قرأ : ﴿ فَأَمَّا مَنْ أُعْطِيَ وَاتَّقَىٰ ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ ﴾ الآية . متفق عليه

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۶۲) صحیح مسلم (۶/۲۶۴۷)

فتنہ الحدیث:

۱: سورہ لیل کی باقی مشار ایہا آیات درج ذیل ہیں:

﴿ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْيُسْرَىٰ ۗ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۗ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۗ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْعُسْرَىٰ ۗ ﴾
پس ہم اسے عنقریب آسانی مہیا کریں گے، اور جس نے بخل کیا اور (ثواب و عذاب سے) بے پروا بنا اور سب سے اچھی چیز (دین اسلام) کو جھٹلایا تو، ہم عنقریب اس کے لئے تنگی (عذاب) آسان کر دیں گے۔ (اللیل: ۷-۱۰)

معلوم ہوا کہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر، تشریح، تصدیق اور بیان ہے۔

۲: صرف یہ کہنا کہ ہماری تقدیر میں جو لکھا ہوا ہے ہمیں ملے گا اور اس سے استدلال کرتے ہوئے نیک اعمال نہ کرنا غلط ہے۔ جنت میں داخلے کے لئے تین شرائط مقرر ہیں:

① ایمان (عقیدہ صحیحہ)

② نیک اعمال

③ اللہ کا فضل و کرم اور رحمت

پوری محنت اور ولولہ انگیز عزم سے شریعت پر عمل کریں اور اللہ سے امید رکھیں کہ وہ اپنے خاص فضل و کرم اور رحمت سے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا اور ساری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔

۳: جس مسئلے کا علم نہ ہو یا کوئی اشکال ہو تو علمائے حق سے پوچھ لینا چاہئے تاکہ آدمی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔

۴: قرآن و حدیث ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

۵: احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر آدمی کے لئے دو ٹھکانے لکھے ہوئے ہیں:

① جنت کا ٹھکانا

② جہنم کا ٹھکانا

دیکھئے صحیح بخاری (۴/۱۳۷) صحیح مسلم (۰/۷۷۷) اور أضواء المصباح (۱۲۶)

جو شخص صحیح عقیدے اور نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ ہر وقت اپنی خطاؤں پر نادم و تائب رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے جہنم کے ٹھکانے سے بچا کر جنت کے ٹھکانے میں داخل کر دیتا ہے۔

رہا کافر و مشرک اور بد بخت تو اسے جنتی ٹھکانا دکھا کر دور ہٹایا جاتا ہے اور جہنمی ٹھکانے میں داخل کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ افسوس و ندامت سے مسلسل عذاب کا مزہ چکھتا رہے۔ أعاذنا اللہ من غضبه ومن عذاب القبر ومن خزي يوم القيامة .

۶: اہل علم سے مسئلہ پوچھتے وقت ان کا نام نہیں لینا چاہئے، بلکہ عزت و احترام اور انتہائی ادب کے ساتھ سوال کر کے جواب کا انتظار کرنا چاہئے۔

۷: دنیا میں انسان کی اچھائی اور بُرائی کا فیصلہ اس کے ظاہری اعمال و عقائد کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے، رہے باطنی اعمال و عقائد تو ان سے صرف اللہ ہی باخبر ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے آدمی کے لئے زنا کا ایک حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ ضرور پائے گا۔ آنکھوں کا زنا نظر ہے اور زبان کا زنا کلام (بولنا) ہے۔ دل تمنا و خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق و تکذیب کرتی ہے۔ متفق علیہ صحیح مسلم (۲۱/۲۶۵۷) کی (دوسری) روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: آدمی کے لئے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پائے گا۔ آنکھوں کا زنا نظر ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے۔ زبان کا زنا کلام ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق و تکذیب کرتی ہے۔

[۸۶] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الله كتب على ابن آدم حظاً من الزنا أدرك ذلك لا محالة، فزنا العين النظر، وزنا اللسان النطق، والنفس تمنى وتشتهي والفرج يصدق ذلك ويكذبه)) متفق عليه .
وفي رواية لمسلم قال: ((كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة، العينان زنا هما النظر، والأذان زناهما الإستماع، واللسان زناه الكلام، واليد زناها البطش، والرجل زناها الخطأ، والقلب يهوى ويتمني ويصدق ذلك الفرج ويكذبه)).

تشریح: صحیح بخاری (۶۲۳۳) صحیح مسلم (۲۰/۲۶۵۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: جس چیز کا دیکھنا حرام ہے اس پر (دانستہ یا نادانستہ) نظر کا جانا زنا قرار دیا گیا ہے۔ جو نظر نادانستہ پڑ جائے اسے شریعت میں معاف کر دیا گیا ہے، مگر جو شخص جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے حرام چیز کو دیکھے تو وہ زنا کار اور مجرم ہے۔ اہل ایمان کا یہ طرز عمل ہوتا ہے کہ اگر ان کی نظر اچانک کسی ناپسندیدہ چیز پر پڑ جائے تو فوراً وہاں سے نظر ہٹا لیتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔
- ۲: جو اعمال گناہ اور نافرمانی کی طرف لے جاتے ہیں ان سے گلی اجتناب کرنا ضروری ہے۔
- ۳: فحش کلامی اور حرام چیزوں کا تذکرہ کرنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح بے حیائی اور ٹی وی وغیرہ پر فحش پروگرام دیکھنا اور موسیقی، گندے اور شرمگاہ کی سننا حرام ہے۔ کتاب و سنت کے مخالف جتنی چیزیں ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا فرض ہے۔
- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶)
- ۴: انسان کو ہر وقت اسی کوشش میں مگن رہنا چاہئے کہ کتاب و سنت پر دن رات عمل کرتا رہے اور تمام حرام و مکروہ امور سے ہمیشہ اجتناب کرتا رہے۔ اگر نادانستہ کسی حرام و مکروہ امر پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنے آپ کو بچائے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ غفور و رحیم ہے، اپنے فضل و کرم سے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔ ان شاء اللہ
- بد نصیب ہیں وہ لوگ جو دن رات کتاب و سنت کی مخالفت اور حرام امور میں مگن رہتے ہیں۔

[۸۷] وعن عمران بن حصين: أن رجلين من مزينة قالوا: يا رسول الله! أرأيت ما يعمل الناس اليوم ويكدهون فيه؟ أشيء قضى عليهم ومضى فيهم من قدر سبق، أو فيما يستقبلون به مما أتاهم به نبههم وثبتت الحجة عليهم؟ فقال: ((لا، بل شيء قضى عليهم ومضى فيهم)) وتصديق ذلك في كتاب الله عز وجل: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ قَالَتْ لَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(سیدنا) عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مزینہ (قبیلے) کے دو آدمیوں نے (رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر) عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ آج کل جو اعمال اور سخت محنتیں کرتے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان پر اس کا فیصلہ پہلے سے ہی قضا و قدر میں لکھا جا چکا ہے یا آئندہ مستقبل میں ہوگا، جیسے ان کے نبی تشریف لائے اور ان پر حجت قائم فرما دی؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس چیز کا فیصلہ پہلے سے ہی ہو چکا اور گزر چکا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ قَالَتْ لَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ﴾ اور نفس (کی قسم) اور جس نے اسے برابر بنایا پھر اس کے دل میں اس (نفس) کی بدکاری اور پرہیزگاری ڈال دی۔ (الشمس: ۷، ۸) اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تصحیح: صحیح مسلم (۱۰/۲۶۵۰)

فقہ الحدیث:

- ۱: معلوم ہوا کہ تقدیر پہلے سے مقرر شدہ ہے اور انسان مجبور محض نہیں، بلکہ اپنے اعمال میں خود مختار ہے۔
- ۲: حدیث اور قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

[۸۸] وعن أبي هريرة، قال قلت: يا رسول الله! إنني رجل شاب، وأنا أخاف على نفسي العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، كأنه يستأذنه في الإختصاص، قال: فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فقال النبي ﷺ: ((يا أبا هريرة! جف القلم بما أنت لاقٍ، فاخصص على ذلك

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نوجوان مرد ہوں اور مجھے اپنے آپ پر غلطی (زنا) کا ڈر ہے اور میرے پاس عورتوں سے شادی کرنے کی استطاعت (مال) نہیں ہے؟ (راوی نے کہا: گویا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصی ہو جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے تو میں

نے یہ بات دو بار اور سہ بار کہہ دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا:
اے ابو ہریرہ! تو جو کرنے والا ہے اس کے بارے میں (تقدیر
کا) قلم خشک ہو چکا ہے، اس پر اگر تم خصی ہونا چاہتے ہو تو
تمھاری مرضی ہے یا اسے چھوڑ دو۔
اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تصحیح: صحیح بخاری (۵۰۷۶)

فقہ الحلالیث:

- ۱: تقدیر میں جو لکھا ہوا ہے وہ ہو کر رہے گا۔
- ۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ وہ زنا نہیں کریں گے، بلکہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور یہ ہو کر رہا۔
- ۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انتہائی متقی اور متبع کتاب و سنت تھے۔ وہ ہر وقت ہر لحاظ سے اپنے آپ کو گناہوں اور غلطیوں سے بچانا چاہتے تھے۔
- ۴: نبی کریم ﷺ نے مردوں کو خصی ہو جانے سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۰۷۶، صحیح مسلم: ۱۴۰۴)
- ۵: لہذا اس حدیث میں ((فاختص)) کا لفظ زجر اور منع پر محمول ہے۔
- ۵: متقی شاگرد اگر غلط فہمی سے کوئی غلط سوال بھی کر دے تو استاد کو چاہئے کہ نرمی، تحمل اور حکمتِ عملی سے جواب دے۔

[۸۹] وعن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله ﷺ: ((إن قلوب بني آدم كلها بين أصبعين من أصابع الرحمن كقلب واحد، يصرفه كيف يشاء)) ثم قال رسول الله ﷺ: ((اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك)) . رواه مسلم

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام بنی آدم کے دل ایک دل کی طرح رحمن (اللہ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے انھیں پھیلتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك)) اے ہمارے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے۔
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تصحیح: صحیح مسلم (۲۶۵۴/۱۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: دلوں کو اللہ ہی نیکی یا بدی کی طرف پھیرتا ہے اور وہ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔
- ۲: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور انگلیاں اس کی صفت ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق سے قطعاً مشابہ نہیں ہے۔ اس صفت کا انکار کرنا یا اسے مخلوق سے تشبیہ دینا دونوں طرح باطل ہے اور یہ گمراہ لوگوں کا عقیدہ ہے، بلکہ صحیح عقیدہ صرف یہی ہے کہ قرآن وحدیث میں مذکور تمام صفات باری تعالیٰ پر تمثیل، تعطیل اور تکلیف کے بغیر ایمان لایا جائے۔ لیس کمثلہ شیء وهو السميع البصير.
- ۳: دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ ہی کے حکم، ارادے اور مشیت سے ہو رہا ہے۔

[۹۰] وعن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے (عام) جانور صحیح و سالم پیدا ہوتے ہیں۔ کیا تم ان میں سے کسی کا کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟

﴿فَطُرَتِ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ . متفق عليه .

پھر آپ فرماتے ہیں: ﴿فَطُرَتِ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی دینِ قیّم ہے۔ (الروم: ۳۰)

متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۵۸) صحیح مسلم (۲۲/۲۶۵۸)

فقہ الحدیث:

- ۱: دنیا کے عام انسان دینِ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شرک و کفر کا شائبہ تک نہیں ہوتا، لیکن ان کے والدین، رشتہ دار، دوست اور دوسرے لوگ انھیں کافر و مشرک بنا دیتے ہیں۔ اس کی تائید اس حدیثِ قدسی سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد (مسلم) پیدا کیا ہے اور شیطانوں نے آکر انھیں دین سے بھٹکا دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵)
- ۲: اسلام دینِ فطرت ہے۔
- ۳: دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ کافروں کے مرنے والے نابالغ بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

دیکھئے أضواء المصباح ج ۹۳

۴: بعض لوگ صحیح احادیث اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ یہ معتزلہ، خوارج، معطلہ، جہمیہ، روافض اور منکرینِ حدیث وغیرہ کہلاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے نظریات قرآن و حدیث اور سلف صالحین سے نہیں لئے بلکہ اہل باطلِ اخلاف سے لئے ہیں یا خود گھڑ لئے ہیں۔

سیدنا ابو موسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتائیں، آپ نے فرمایا:

(۱) اللہ نہیں سوتا (۲) اور نہ اس کے لئے سونا مناسب ہے۔
(۳) وہ میزان کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔ (۴) رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اس کے پاس پہنچتے یعنی حاضر کئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پہنچتے ہیں۔ (۵) اس کا حجاب نور ہے اور اگر وہ اپنے نور کے پردے کھول دے تو اس کی بصر و چمک جہاں تک پہنچے وہ ہر مخلوق کو جلادے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۹۱] و عن أبي موسى قال: قام فينا رسول الله ﷺ بخمس كلمات فقال: ((إن الله لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، ويخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار، وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه)) رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۱۷۹/۲۹۳)

فقہ الحدیث:

- ۱: اللہ کی بصر ساری کائنات کو محیط ہے۔ اس کی بصر، علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔
- ۲: اللہ جسے چاہتا ہے، نیکی کی توفیق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، گمراہیوں میں بھٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔ سب اسی کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔
- ۳: دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے، لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آخرت میں اہل ایمان اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ نیز ان لوگوں کے دعوے کی بھی نفی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ کو دیکھا ہے۔
- ۴: میزان حق ہے اور بندوں کے اعمال تو لے جائیں گے۔
- ۵: نیند اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں بلکہ اُسے تو اُوگھ بھی نہیں آتی۔ سبحان اللہ

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن رات خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ جب سے اس نے زمین و آسمان پیدا کئے اُس نے کیا کچھ خرچ کیا ہے؟ اس کے ہاتھ میں (جو خزانہ ہے اس میں) کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے جسے وہ جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ متفق علیہ

مسلم (۹۹۳/۳۶) کی روایت میں ہے کہ اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے اور ابن نمیر (ایک ثقہ راوی) کی روایت میں ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، دن رات خرچ کرنے سے اس (کے خزانے) میں کمی نہیں ہوتی۔

[۹۲] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : ((يد الله ملأى لا يغيضها نفقة ، سحاء الليل والنهار ، أريت ما أنفق مذخلق السماء والأرض ؟ فإنه لم يغيض ما في يده ، وكان عرشه على الماء ، ويبدد الميزان يخفض ويرفع)) متفق عليه .

وفي رواية لمسلم : ((يمين الله ملأى - قال ابن نمير ملآن - سحاء لا يغيضها شيء الليل والنهار))

تخریج: صحیح بخاری (۴۶۸۴) صحیح مسلم (۹۹۳/۳۷)
فقہ الحلیت:

- ۱: ساری کائنات اور ہر چیز کا خالق صرف ایک اللہ ہے۔ اگر وہ اپنی مخلوقات کو اپنے پیدا کردہ خزانوں میں سے بے انتہا بخش دے تب بھی اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی۔
- ۲: اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔
- ۳: اللہ کا ہاتھ اس کی صفت ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ منکرین صفات کا ہاتھ سے قدرت مراد لینا باطل ہے۔

انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے (نابالغ) بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جو اعمال وہ کرنے والے تھے انھیں اللہ جانتا ہے۔ متفق علیہ

[۹۳] وعنه ، قال : سئل رسول الله ﷺ عن ذراري المشركين ، قال : ((الله أعلم بما كانوا عاملين)) متفق عليه .

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۸۴) صحیح مسلم (۲۶/۲۶)

فتنہ الحدیث:

- ۱: مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ یہ تقدیر کا مسئلہ ہے، اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ دنیا میں کیا اعمال کرنے والے تھے۔
- ۲: مشرکین کے بچوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
- ۳: مشرکین کے بچوں کے بارے میں سکوت کرنا بہتر ہے۔
- ۴: نیز دیکھئے أضواء المصباح: ۸۴، ماہنامہ الحدیث حضور: ۳۳ ص ۶



الفصل الثاني

[۹۴] وعن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((إن أول ما خلق الله القلم، فقال له: اكتب فقال: ما أكتب؟ قال: اكتب القدر. فكتب ما كان وما هو كائن إلى الأبد.)) رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب إسناداً.

(سیدنا) عباده بن الصامت رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا پھر اسے کہا: لکھ! تو اس (قلم) نے کہا: میں کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: تقدیر لکھ، پس قلم نے جو ہوا ہے اور جو آئندہ ہوگا، لکھ دیا۔ اسے ترمذی (۲۱۵۵) نے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث سند کے لحاظ سے (حسن) غریب ہے۔

تحقیق الحدیث: سنن ترمذی والی یہ روایت عبدالواحد بن سلیم المالکی البصری کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عبدالواحد مذکور کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ضعیف (تقریب التہذیب: ۴۲۴۱)

لیکن اس روایت کے متن میں عبدالواحد منفر و نہیں ہے، بلکہ اس کے شواہد مسند احمد (۳۱۷/۵ ح ۲۲۷۰۵) کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۲-۱۰۶، ۱۰۸-۱۰۸) روضۃ العقلاء علاء بن حبان (ص ۱۵۷) سنن ابی داؤد (۴۷۰۰) اور مسند ابی یعلیٰ (۲۳۲۹) وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان شواہد میں بہترین وہ روایت ہے جسے ابویعلیٰ الموصلی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن أول شيء خلقه الله القلم وأمره فكتب كل شيء.))

بے شک اللہ نے جو پہلی چیز پیدا کی وہ قلم ہے اور اسے حکم دیا تو اس نے ہر چیز کو لکھ لیا۔

(مسند ابی یعلیٰ ج ۴ ص ۲۱۷ ح ۲۳۲۹ و سندہ صحیح)

ان شواہد کے ساتھ ترمذی کی مذکورہ بالا روایت بھی حسن یا صحیح ہے۔ والحمد للہ

فتاویٰ الحدیث:

۱: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔

۲: جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ کے نور کو پیدا کیا، ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے

بلکہ ان کا یہ عقیدہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وهومن الأدلة الظاهرة على بطلان الحديث المشهور ((أول ما خلق الله نور نبيك يا جابر!)) وقد جهدت في أن أقف على سنده فلم يتيسر لي ذلك.“

یہ حدیث ان واضح دلیلوں میں سے ہے جس سے (جہلاء کے درمیان) مشہور حدیث: ”اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔“ کے باطل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ میں نے اس (باطل) روایت کی سند تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن مجھے اس کی کوئی سند نہیں ملی۔ (تعلیق علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۴ تحت ح ۹۴)

اس بے اصل اور من گھڑت روایت کا وجود شیعوں کی من گھڑت کتاب اصول کافی (ج ۱ ص ۴۲ طبع دارالکتب الاسلامیہ تہران، ایران) میں موضوع سند کے ساتھ ملتا ہے۔

اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا

[فائدہ: صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ بعض لوگ ان احادیث صحیحہ کے برعکس یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات بنائی“

اس عقیدے پر کوئی دلیل قرآن، حدیث، اجماع یا آثارِ سلف صالحین میں موجود نہیں ہے اور اس سلسلے میں عباس رضوی وغیرہ کذاہین نے پندرہویں صدی ہجری میں امام عبدالرزاق کی طرف منسوب ”الجزء المفقود“ کے نام سے جو کتاب پیش کی ہے، یہ ساری کتاب من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب: جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی یعنی الجزء المفقود یا الجزء المصنوع۔

یہ کتاب ایک سو بیس (۱۲۰) صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد سے مطبوع ہے۔ بطور رد عرض ہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا:

”أَنَّ كِي نُبُوَّتِ اِن كِي اِبُوَّتِ هِي سَب كُو اَمَامِ
اُمِّ الْبَشَرِ عَرُوسِ اِنْحِيَسِ كِي پَسْرِ كِي هِي“

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۷۵)

اس کے حاشیے میں لکھا ہوا ہے کہ ”علماء فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے پدر معنوی ہیں کہ سب کچھ انھیں کے نور سے پیدا ہوا۔ اسی لیے حضور کا نام پاک ابوالارواح ہے۔ تو آدم علیہ السلام اگرچہ صورت میں حضور کے باپ ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ بھی حضور کے بیٹے ہیں۔ تو اُمّ البشر یعنی حضرت حوا حضور ہی کے پسر آدم علیہ السلام کی عروس ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔“

(حاشیہ نمبر ۲ حدائق بخشش ص ۷۵)

عبارت مذکورہ میں احمد رضا خان نے کئی جھوٹ بولے ہیں۔ مثلاً:

- ۱: آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ حقیقت میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بیٹے ہیں۔
 ۲: سیدہ حواء عَلَيْهَا السَّلَامُ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بیٹے آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کی دلہن (یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بہو) ہیں۔
 ۳: سب کچھ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔
 یہ تینوں باتیں صریح جھوٹ ہیں اور سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا بیٹا کہنا بہت بڑا جھوٹ اور صریح گستاخی ہے۔
 احمد رضا خان نے مزید کہا:

”ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
 اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے“

(حدائق بخشش ص ۷۵)

اس کی تشریح میں اسی صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ ”آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضور کو یاد کرتے تو یوں فرماتے یا ابنی صورة و ابائی معنی اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔“ (حاشیہ نمبر ۳ حدائق بخشش ص ۷۵)
 اس عبارت میں سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ پر صریح جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے کیونکہ ”یا ابنی صورة و ابائی معنی“ کے الفاظ اُن سے یقیناً ثابت نہیں بلکہ اس کے سراسر برعکس آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے معراج والی رات نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ملاقات کے وقت فرمایا:
 ”مرحبا بالنبي الصالح والابن الصالح“ نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید!

(صحیح بخاری، ۳۳۹، صحیح مسلم، ۱۲۳، دارالسلام: ۴۱۵)

سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے تو سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اپنا بیٹا کہا اور اس کے مقابلے میں احمد رضا خان نے جھوٹی اور بے اصل روایت کے ذریعے سے یہ دعویٰ کر دیا کہ آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بیٹے ہیں۔ نعوذ باللہ من هذا الکفر [

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت ”اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا“ آیت کے آخر تک (الاعراف: ۱۷۲) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس آیت کے جواب میں فرماتے ہوئے سنا: یقیناً اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے انھیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں کے کام

[۹۵] وعن مسلم بن يسار قال: سئل عمر بن الخطاب [رضي الله عنه] عن هذه الآية: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ الآية، قال عمر: سمعت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يسأل عنها فقال: ((إن الله خلق آدم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج منه ذرية فقال: خلقت هؤلاء للجنة، وبعمل أهل الجنة يعملون ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية فقال: خلقت هؤلاء للنار

کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر (ہاتھ) پھیرا تو اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے انھیں جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جہنمیوں کے کام کریں گے۔ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جب بندے کو جنت کے لئے پیدا کیا تو اسے اس کی موت تک جنتیوں کے اعمال کی توفیق دی جو اسے جنت میں داخل کر دیں گے اور جب اس نے کسی بندے کو جہنم کے لئے پیدا کیا تو اسے اس کی موت تک جہنمیوں کے اعمال پر چلایا جو اسے جہنم میں داخل کر دیں گے۔ اسے مالک (الموطأ ۱/ ۸۹۸ ج ۱۷۲۶) ترمذی (۳۰۷۵) وقال: حسن و مسلم لم یسمع من عمر) اور ابو داؤد (۴۷۰۳) نے روایت کیا ہے۔

وبعمل أهل النار يعملون .)) فقال رجل: ففيم العمل؟ يا رسول الله! فقال رسول الله ﷺ: ((إن الله إذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل أهل الجنة حتى يموت على عمل من أعمال أهل الجنة فيدخله به الجنة وإذا خلق العبد للنار استعمله بعمل أهل النار حتى يموت على عمل من أعمال أهل النار فيدخله به النار .)) رواه مالك والترمذي وأبو داود .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ مسلم بن یسار نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ اس روایت کی دوسری سند میں نعیم بن ربیعہ مجہول الحال راوی ہے جسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے میری کتاب انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة (د: ۴۷۰۳)

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ہمارے پاس) تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! الا یہ کہ آپ ہمیں بتادیں۔ آپ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس میں جنتیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر آخر میں انھیں بطور خلاصہ مجمل بیان کر دیا گیا ہے، پس ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے

[۹۶] وعن عبد الله بن عمرو قال: خرج رسول الله ﷺ وفي يديه كتابان فقال: ((أتدرون ما هذان الكتابان؟)) قلنا: لا، يا رسول الله! إلا أن تخبرنا، فقال للذي في يده اليمنى: ((هذا كتاب من رب العالمين، فيه أسماء أهل الجنة وأسماء آبائهم وقبائلهم ثم أجمل على آخرهم فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم أبداً)) ثم قال للذي في شماله: ((هذا كتاب من رب العالمين، فيه أسماء أهل النار وأسماء آبائهم وقبائلهم ثم أجمل على آخرهم فلا

بارے میں فرمایا: یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس میں دوزخیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر آخر میں انھیں بطورِ خلاصہ مجمل بیان کر دیا گیا ہے، پس ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ آپ کے صحابہ نے پوچھا:

یا رسول اللہ! اگر پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مضبوط رہو اور قربت اختیار کرو کیونکہ جنتی شخص کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا۔ اگرچہ وہ (پہلے) جو بھی اعمال کرتا رہا ہو اور دوزخی شخص کا خاتمہ اہل جہنم کے عمل پر ہوگا اگرچہ وہ (پہلے) جو بھی اعمال کرتا رہا ہو۔

پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور دونوں کتابیں پھینک دیں۔ پھر فرمایا: تمہارا رب اپنے بندوں (کے امور) سے فارغ ہو چکا ہے: ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔ (الشوریٰ: ۷)

اسے ترمذی (۲۱۴۱) نے روایت کیا ہے۔

يزاد فيهم ولا ينقص منهم أبداً)) فقال أصحابه : ففيم العمل يا رسول الله ! إن كان أمر قد فرغ منه ؟ فقال : ((سدوا وقاربوا فإن صاحب الجنة يختم له بعمل أهل الجنة وإن عمل أي عمل وإن صاحب النار يختم له بعمل أهل النار وإن عمل أي عمل)) ثم قال رسول الله ﷺ فنبذهما بيديه ثم قال : ((فرغ ربكم من العباد فريق في الجنة وفريق في السعير)) .

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اسے احمد بن حنبل (۱۶۷۲/۱۶۷۳) نسائی (السنن الکبریٰ: ۳/۱۱۴۷) ابن ابی عاصم (السنن: ۳۲۸) عثمان بن سعید الدارمی (الرد علی الجہمیۃ: ۲۶۳) جعفر بن محمد الفریابی (کتاب القدر: ۴۵، ۴۶) بیہقی (کتاب القضاء والقدر: ۵۶، ۵۷) ابوبکر الآجری (الشریعت ص ۳، ۴، ۱۷، ۱۸) اور ابو نعیم الاصبہانی (حلیۃ الاولیاء ۵/۱۶۸) وغیرہم نے ابوقبیل جی بن ہانی المعافری عن شفی بن ماتع عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا: ”ھذا حدیث حسن صحیح غریب“ اور اسے عبداللہ بن وہب (کتاب القدر: ۱۳) اور ابن جریر (تفسیر طبری ۵/۲۵) نے ابوقبیل عن شفی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا ہے۔

شفی بن ماتع ثقہ راوی ہیں۔ (دیکھئے تقریب البہذیب: ۲۸۱۳)

ابوقبیل جی بن ہانی کو امام یحییٰ بن معین اور جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے، لہذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ ان پر بذریعہ ساجی امام یحییٰ بن معین کی طرف منسوب جرح ثابت نہیں ہے۔ مسند امام احمد کے ”محققین“ کا الموسوعۃ الحدیثیہ میں اسے شاذ اور جمہور کے

خلاف جرح کی بنیاد پر اس روایت کو 'اسنادہ ضعیف' کہنا غلط و مردود ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: عقیدہ تقدیر برحق ہے۔
- ۲: ہر آدمی کا اپنے باپ کی طرف منسوب ہونا صحیح ہے۔
- ۳: ثبوت کے بعد قبائل کی طرف انتساب صحیح ہے۔
- ۴: دونوں ہاتھوں میں دینی کتابیں پکڑنا صحیح ہے۔
- ۵: چونکہ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اللہ کی تقدیر میں اس کے بارے میں کیا لکھا ہوا ہے، لہذا موت تک ہر لحاظ سے صحیح عقیدے کے ساتھ کتاب و سنت پر عمل کرتے رہنا چاہئے تاکہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

ابو خزائمہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم دم کرتے ہیں، دوا سے علاج کرتے ہیں اور (دیگر) حفاظتی تدبیریں اختیار کرتے ہیں، کیا ان سے اللہ کی تقدیر بدل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ (سب بھی) تقدیر میں سے ہیں۔ اسے احمد (۳۲۱/۳) ح ۱۵۵۵۱-۱۵۵۵۲ (ترمذی ۲۰۶۵) وقال: حسن صحیح غریب) اور ابن ماجہ (۳۴۳۷) نے روایت کیا ہے۔

[۹۷] وعن أبي خزيمة عن أبيه قال: قلت: يا رسول الله! أرايت رقي نسترقها ودواء ننداوى به وتقاة تنقيها هل ترد من قدر الله شيئاً؟ قال: ((هي من قدر الله)) رواه أحمد، والترمذي، وابن ماجه.

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ابو خزائمہ کو امام ترمذی کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں قرار دیا، چونکہ امام ترمذی صحیح و تحسین میں متساہل تھے، لہذا جب تک کوئی دوسرے معتبر محدث ان کی تائید نہ کریں تو راوی مجہول یا مجروح ہی رہتا ہے۔ صورت مذکورہ میں ابو خزائمہ مجہول الحال راوی ہے اور صحابی نہیں ہے۔ اگر اس روایت کو صحیح ثابت کر دیا جائے تو پھر یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ عقیدہ تقدیر برحق ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تقدیر کے بارے میں اختلاف کر رہے تھے تو غصے کی وجہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا گویا آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ نے

[۹۸] وعن أبي هريرة قال: خرج علينا رسول الله ﷺ، ونحن نتنازع في القدر فغضب حتى احمر وجهه حتى كأنما فقيء في وجنتيه حب الرمان فقال: ((أبهذا أمرتم؟ أم بهذا أرسلت إليكم؟

فرمایا: کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں اس کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے (بھی) ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اس (تقدیر) کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس بارے میں اختلاف نہ کرو۔
اسے ترمذی (۲۱۳۳) و قال: غریب) نے روایت کیا ہے۔

إنما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا في هذا الأمر، عزمتم عليكم ألا تتنازعوا فيه ((رواه الترمذي .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی صالح بن بشیر المرزی زاہد واعظ ہونے کے ساتھ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ضعیف (تقریب التہذیب: ۲۸۲۵)
امام یحییٰ بن معین نے اسے ”ضعیف الحدیث“ عمرو بن علی الفلاس اور ابو حاتم الرازی نے ”منکر الحدیث“ الخ قرار دیا ہے۔
(الجرح والتعديل ۳۹۶/۲ و اسانیدہ صحیح)

نیز دیکھئے آنے والی روایت: ۹۹

[۹۹] وروی ابن ماجہ نحوه عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده .
ابن ماجہ (۸۵) نے اسی طرح ”عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده“ کی سند سے روایت کی ہے۔

تحقیق الحدیث: ابن ماجہ والی روایت کی سند حسن ہے۔

اسے احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ (المسند ۱۷۸/۲) بوسیری نے زوائد میں کہا: ”هذا إسناد صحيح“

ابن ماجہ والی روایت کا متن یہ ہے:

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور وہ (صحابہ) تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔

گویا غصے کی وجہ سے آپ کے چہرے پر انار نچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ نے فرمایا: اس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم بعض قرآن کو بعض سے ٹکرا رہے ہو۔ تم سے پہلی امتیں اس وجہ سے (بھی) ہلاک ہوئی ہیں۔

عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے کبھی یہ پسند نہیں کیا کہ میں آپ کی کسی مجلس میں پیچھے رہوں سوائے اس مجلس کے یعنی کاش میں اس مجلس میں نہ ہوتا۔

تنبیہ: اس روایت کے راوی عمرو بن شعیب بالاتفاق ثقہ تابعی ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جده والی سند صحیح، حسن اور جت ہوتی ہے۔ دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ (۸/۱۸) تہذیب السنن لابن القیم (۳۷۶/۳۷۶) الترغیب والترہیب (۵۷۴/۵۷۴) نصب الرایہ (۵۸۱/۵۸۱) معارف السنن للیبوری الدیوبندی (۳۱۵/۳) محاسن الاصطلاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح للبلقینی (ص ۲۸۱) اور راقم الحروف کی کتاب الکوکب الدرر فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریۃ (ص ۳۴-۳۷) عبدالرشید نعمانی دیوبندی تقلیدی لکھتے ہیں: ”اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو جت مانتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں۔“

(ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۴۱)

جمہور محدثین کی اس توثیق کے مقابلے میں بعض لوگوں کا اس سلسلہ سے سند پر جرح کرنا مردود ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنا اور بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرنا ممنوع ہے۔
- ۲: عقیدہ تقدیر پر ایمان واجب ہے اور کریدنے والے سوالات سے اجتناب کرنا چاہئے۔
- ۳: کتاب و سنت کے منافی کاموں پر غصے کا اظہار بالکل صحیح بلکہ شانِ ایمان ہے۔
- ۴: قرآن کو قرآن سے ٹکرانا (اور حدیث کو حدیث یا قرآن سے ٹکرانا) غلط و باطل ہے۔
- ۵: اختلاف برائے اختلاف جس میں اصلاح کی غرض ہو نہ مقصود علم تو ایسا اختلاف ہلاکت کے اسباب میں سے ہے۔

[۱۰۰] وعن أبي موسى قال: سمعت رسول الله (سیدنا) ابوموسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو (مٹی کی) اس مٹھی سے پیدا کیا جسے اُس نے ساری زمین سے لیا تھا پھر اولادِ آدم زمین کی مقدار پر ہوئی، ان میں سرخ، سفید، کالے (رنگ والے) اور بعض ان کے درمیان ہیں اور بعض نرم، سخت، خمیٹ اور پاکیزہ ہیں۔

اسے احمد (۴/۲۰۰ ح ۱۹۸۱) ترمذی (۲۹۵۵) وقال: حسن صحیح) اور ابوداؤد (۴/۲۶۹۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے ترمذی (۲۹۵۵) ابن حبان (الموارد: ۲۰۸۳) حاکم (۲/۲۶۱، ۲۶۲) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: اللہ تعالیٰ کا زمین سے مٹھی لینا اُس کی صفات مبارکہ میں سے ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، لیکن اسے مخلوق سے تشبیہ دینا یا اس صفت کا سرے سے انکار کر دینا حرام ہے۔ صفات باری تعالیٰ کی تاویل و تشبیہ اور تعطیل کرنا اہل سنت والجماعت کا مسلک نہیں بلکہ اہل بدعت ہی ایسے راستوں پر گامزن ہیں جن سے کتاب و سنت کا انکار لازم آتا ہے۔
- ۲: انسانوں کی رنگت زمین کی مٹی اور علاقوں کی وجہ سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔
- ۳: عام لوگوں پر علاقائی عقائد، عادات، رسوم و رواج کا اثر ہوتا ہے۔
- ۴: پاکیزہ (صحیح العقیدہ اور صحیح العمل) لوگ بہت تھوڑے ہیں۔
- ۵: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((یا ایہا الناس! ألا إن ربکم واحد، و إن أباکم واحد، ألا لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا أحمر علی أسود، ولا أسود علی أحمر إلا بالتقوی)) اے لوگو! سن لو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سُرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سُرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے [یعنی فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے، چاہے سرخ (وسفید) ہو یا کالا، چاہے عربی ہو یا عجمی۔] (مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۱ ح ۲۳۲۸۹ و سندہ صحیح)
- ۶: قوم پرستی، علاقہ پرستی، رنگ پرستی اور (بلا تفریق عقیدہ) وطن پرستی وغیرہ کے نظریات کتاب و سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

[۱۰۱] وعن عبد الله بن عمرو، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((إن الله خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره فمن أصابه من ذلك النور اهتدى ومن أخطاه ضل فلذلك أقول: جف القلم على علم الله)). رواه أحمد والترمذي.

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر ان پر اپنے (پیدا کردہ) نور کا جلوہ ڈالا۔ جس کو اس نور میں سے کچھ پہنچا تو وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جس تک یہ نور نہ پہنچا تو وہ گمراہ ہوا۔ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر (تقدیر کا) قلم خشک ہو چکا ہے۔ اسے احمد (۱۷۶۲ ح ۶۶۴۴ ب) اور ترمذی (۲۶۴۲) وقال: هذا حديث حسن) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسماعیل بن عیاش مختلف فیہ راوی ہیں، اگر وہ اپنے ثقہ و صدوق شامی استادوں سے حدیث بیان کریں تو حسن لذاتہ ہوتی ہے

اور اگر غیر شامیوں مثلاً حجازیوں سے روایت کریں تو ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے طبقات المدلسین للحافظ ابن حجر (۳/۶۸) و عام کتب رجال۔ اسماعیل بن عیاش قول راجح میں مدلس نہیں تھے۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۴۹) اسماعیل بن عیاش اس روایت میں منفرذ نہیں ہیں، بلکہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے، یعنی یہی روایت اوزاعی نے یحییٰ بن ابی عمرو السبائی (أحصی الشامی: ثقہ) سے بیان کر رکھی ہے۔

دیکھئے امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفزازی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۶ھ) کی کتاب السیر (ح ۶۴۱) اور المستدرک للحاکم (ح ۳۰۱) سے یحییٰ بن ابی عمرو سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۲۴۲) وغیرہ یحییٰ بن ابی عمرو بھی اس روایت میں منفرذ نہیں ہیں بلکہ ربیعہ بن یزید (الدمشقی: ثقہ عابد) نے اسے عبداللہ بن فیروز (الدیلیمی: ثقہ من کبار التابعین) سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد (ج ۲ ص ۶۷۶ ح ۶۶۴۴ و سندہ صحیح) اس متابعت کے ساتھ یہ روایت صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: تقدیر برحق ہے۔
- ۲: یہاں مخلوق سے مراد انسان اور جن ہیں، کیونکہ فرشتے تو نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔
- ۳: سنن ترمذی کی یہ روایت حافظ المزی رحمہ اللہ کی کتاب تحفۃ الاشراف سے رہ گئی ہے۔ نیز دیکھئے المسند الجامع (ج ۱ ص ۸۳۰)

[۱۰۲] وعن أنس قال: كان رسول الله ﷺ يكثر أن يقول: ((يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك)) فقلت: يا نبي الله! آمنة بك وبما جئت به فهل تخاف علينا؟ قال: ((نعم! إن القلوب بين أصبعين من أصابع الله يقلبها كيف يشاء)) رواه الترمذی وابن ماجه .

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے: اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر اور آپ جو دین لائے ہیں اُس پر ایمان لائے، کیا آپ ہمارے بارے میں خوف فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! بے شک دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اسے ترمذی (۲۱۴۰) وقال: هذا حديث حسن) اور ابن ماجہ (۳۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابومعاویہ الضریر کے سماع کی تصریح مسند احمد (۱۲/۳ ج ۱۲۱۰۷) میں موجود ہے، لیکن سلیمان بن مهران الاعمش مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ اس روایت میں مرفوع حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جن سے یہ حسن صحیح ہے، لیکن ”کیا آپ ہمارے بارے میں خوف فرماتے ہیں؟“ والے جملے کا کوئی صحیح یا حسن شاہد نہیں ہے۔ واللہ اعلم

[۱۰۳] وعن أبي موسى قال: قال رسول الله ﷺ: ((مثل القلب كريحثة بأرض فلاة يقلبها الريحاح ظهرًا لبطن)) . رواه أحمد .
 (سیدنا) ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جو چٹیل میدان پر پڑا ہوا ہے (اور) ہوائیں اُسے اُلٹ پلٹ کر (اڑا) رہی ہیں۔ اسے احمد (۴/۸۰۸ ج ۱۹۸۹۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابوبکیر السدوسی البصری کی توثیق حاکم نیشاپوری (المستدرک ۴/۲۴۰ ج ۸۳۶۰ صحیح حدیث) کے علاوہ کسی سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ مجہول الحال راوی ہے۔ مسند احمد (ج ۲ ص ۲۱۹ ج ۱۹۷۵) میں اس کا ایک ضعیف شاہد ہے، شعب الایمان للہبھقی (۲/۳۱ ج ۷۵) میں اس کا دوسرا ضعیف شاہد بھی ہے، لیکن یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے کہ ”إنما سمي القلب قلباً لتقلبه وإنما مثل القلب مثل ريشة بفلاة من الأرض“ قلب (دل) کو اس کے پھرنے کی وجہ سے دل کہا جاتا ہے اور دل کی مثال چٹیل میدان پر پڑے ہوئے پر کی طرح ہے۔

(مسند علی بن الجعد: ۱۴۵۰ و سند صحیح، حلیۃ الاولیاء ۱/۲۶۱)

تنبیہ: روایت مذکورہ موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے۔

[۱۰۴] وعن علي قال: قال رسول الله ﷺ: ((لا يؤمن عبد حتى يؤمن بأربع: يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله بعثني بالحق ويؤمن بالموت والبعث بعد الموت ويؤمن بالقدر)) . رواه الترمذي وابن ماجه .
 (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے (۱) اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے (۲) اور یہ کہ میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے (۳) موت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان (۴) اور تقدیر پر ایمان لائے۔ اسے ترمذی (۲۱۴۵) اور ابن ماجہ (۸۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۷۸) حاکم (۳۳۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے، لیکن اس کی سند معلول ہے۔ ربیع بن حراش رحمہ اللہ اگرچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، لیکن انھوں نے یہ روایت ”عن رجل عن علی“ کی سند سے بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲/۲۱۳۵، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۰۶، مسند احمد: ۱۱۱۲ ح ۱۳۳۱، مسند عبد بن حمید: ۷۵، شرح الزیلعی للبخاری: ۶۶ ح ۱۲۲۱، کتاب القدر للرفیعی: ۱۹۲، ۱۹۳، کتاب القدر للبیہقی: ۱۹۳، ۱۹۴)

المزیدنی متصل الاسانید کا مسئلہ ہے کہ اگر ایک روایت میں راوی کا اضافہ ہو اور دوسری میں وہ راوی موجود نہ ہو تو اسی اضافے کا اعتبار ہے الا یہ کہ اضافے کے بغیر والی روایت میں راوی کی اپنے استاد سے سماع کی تصریح ہو۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح (ص ۲۹۰، ۲۹۱)

روایت مذکورہ میں ربیع بن حراش نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا زائد راوی (رجل من بنی اسد) کے اضافے کا ہی اعتبار ہے، امام دارقطنی نے بھی اسی اضافے کو صواب (صحیح) قرار دیا ہے۔ دیکھئے الععل للدارقطنی (ج ۳ ص ۱۹۶، ۱۹۷، ۳۵۷) اور یہ رجل مجہول ہے۔

المزیدنی متصل الاسانید کے بنیادی اصول حدیث کی رو سے امام ترمذی وحافظ مقدسی صاحب المختارۃ کا قول مرجوح وغیر صواب ہے۔

اس حدیث کے معنوی شواہد ہیں، لیکن اس روایت میں ”انی رسول اللہ“ کے الفاظ کا کوئی شاہد نہیں ملا۔ واللہ اعلم

[۱۰۵] وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: ((صنفان من أمتي ليس لهما في الإسلام نصيب: المرجئة والقدرية.))
 (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے: مرجیہ اور قدریہ۔
 رواہ الترمذی وقال: هذا حديث غريب .
 اسے ترمذی (۲۱۴۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اسے ترمذی کے علاوہ ابن ماجہ (۶۲) نے بھی روایت کیا ہے۔

اس کا راوی نزار بن حیان الاسدی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب الہذیب: ۷۱۰۴، انوار الصحیفہ ص ۶۱۲، اور کتاب الحجر و جبین لابن حبان: ۵۶۱/۳)

اس روایت کے بہت سے ضعیف شواہد ہیں جن کے باوجود بھی یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

تنبیہ: سنن ترمذی کے قدیم قلمی نسخے میں اس حدیث کے بعد امام ترمذی کا قول لکھا ہوا ہے کہ ”هذا حديث حسن غريب“

(ص ۱۴۱ب)

محدث متساہل ہو یا معتدل اس کی وہی توثیق و تضعیف اور تصحیح و تضعیف معتبر ہے جو جمہور محدثین کے خلاف نہ ہو۔ یاد رہے کہ جس روایت کی سند صحیح یا حسن لذاتہ نہ ہو تو وہ روایت دین میں حجت نہیں ہوتی، لہذا اس کے فوائد و فقہ الحدیث لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[۱۰۶] وعن ابن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((يكون في أمتي خسف ومسح وذلك في المكذبين بالقدر.))
 (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں خسف اور مسح ہو گا اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔

رواہ أبو داود، و روی الترمذی نحوه۔
 اسے ابو داود (۴۶۱۳ بغیر هذا اللفظ) اور ترمذی (۲۱۵۲) نحو المعنى باختلاف يسير) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اسے بعض اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ (۴۰۶۱) وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: ”حسن صحیح غریب“ اور اسے حاکم و ذہبی دونوں نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المستدرک (۸۴۱ ح ۲۸۵)
 اس حدیث کے راوی ابو صخر حمید بن زیاد کو جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے، لہذا وہ حسن الحدیث ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: خسف کا مطلب زمین کا دھنس جانا اور مسح کا مطلب شکلیں مسخ ہو جانا ہے۔ یہ امور قیامت سے پہلے اہل بدعت میں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں واقع ہوں گے۔ بعض کوزمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بعض کی شکلیں مسخ ہوں گی اور ممکن ہے کہ بعض کے ساتھ دونوں کام بھی ہوں۔ واللہ اعلم

۲: تقدیر پر ایمان لانا فرض اور اس کا انکار حرام ہے۔

۳: سنن ترمذی کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (بدعت کبریٰ والے) اہل بدعت کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ جب سلام کا جواب مشروع نہیں ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

۴: سنن ابی داؤد والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدعت سے (اگر بدعت کبریٰ ہو تو) ہجر (بایکٹا کرنا) بھی جائز ہے۔

۵: یہ روایت غیب کی ان خبروں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی بتائیں اور اس کا وقوع ابھی باقی ہے۔

۶: اس روایت میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے۔

[۱۰۷] وعنه قال قال رسول الله ﷺ :
 ((القدرية مجوس هذه الأمة إن مرضوا فلا
 تعودوهم و إن ماتوا فلا تشهدوهم))
 رواه أحمد ، و أبو داود .
 اور انھی (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ نے فرمایا: قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والے) اس
 امت کے مجوسی ہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرنا
 اور اگر وہ مرجائیں تو تم (ان کے جنازے میں) حاضر نہ
 ہونا۔ اسے احمد (۸۶۲/۲ ح ۵۵۸۳، ۱۲۵/۲ ح ۶۰۷۷) اور
 ابوداؤد (۴۶۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ [لیکن حدیث صحیح ہے۔]

اسے حاکم (۸۵/۱) اور دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے، لیکن اس کی سند منقطع ہے۔
 ابوحازم سلمہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۴۳۱/۷)
 (عبدالعزیز) ابن ابی حازم نے کہا: ”من حدّ ثک أن أبی سمع من أحد من أصحاب رسول الله ﷺ غیر سهل بن
 سعد فقد کذب“ جو شخص تجھے بتائے کہ میرے والد نے سهل بن سعد (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے سنا ہے
 تو اس نے جھوٹ کہا۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۱۰۸۹/۱ و سندہ صحیح)
 المعجم الاوسط للطبرانی (۴۲۱۷ ح ۱۱۴۷۵) میں اس کا ایک صحیح شاہد ہے۔
 حمید الطویل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے لئے دیکھئے ص ۳۱۸

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قدریوں کے بارے میں فرمایا: ”أولئك مجوس هذه الأمة“ وہ اس امت کے مجوسی ہیں۔

(السنن لعبداللہ بن احمد: ۹۵۸ و سندہ حسن)

امام بیہقی نے کتاب القدر (ح ۴۱۰) میں اس مفہوم کی روایت ”سفیان (الثوری) عن عمر بن محمد عن نافع عن ابن
 عمر“ کی سند سے بیان کر کے کہا: ”هذا إسناد صحيح إلا أنه موقوف!“

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل قدر (تقدیر کے منکرین) کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے (باتیں وغیرہ کرنے میں) پہل کرو۔
اسے ابو داؤد (۴۷۱۰) نے روایت کیا ہے۔

[۱۰۸] وعن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: ((لا تجالسوا أهل القدر ولا تفاتحوهم .))
رواه أبو داود

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

حکیم بن شریک الہذلی مجہول ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۴۷۵) اسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد کے علاوہ یہ روایت صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۹) مسند احمد (۳۰/۱) المستدرک للحاکم (۸۵/۱ ح ۲۸۷) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۵/۳) اور السنن لابن عاصم (۳۳۰) میں بھی اسی سند سے موجود ہے۔

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ آدمیوں پر میں نے اور اللہ نے لعنت بھیجی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے:
(۱) کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو جھوٹا سمجھنے والا (۳) طاقت کے ساتھ حکومت پر قبضہ کرنے والا تاکہ جنھیں اللہ نے ذلیل بنایا تھا انھیں عزت دے اور جنھیں اللہ نے عزت دی تھی انھیں ذلیل کر دے (۴) اللہ کے حرام کو حلال کرنے والا (۵) میرے اہل بیت کی عزت کو حلال کرنے والا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے (۶) اور میری سنت کا تارک۔ اسے بھتی نے المدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

[۱۰۹] وعن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: ((ستة لعنتهم ولعنهم الله و كل نبي يجاب: الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبوت ليعز من أذله الله ويذل من أعزه الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتي ما حرم الله والتارك لسنتي.))
رواه البيهقي في المدخل و رزين في كتابه .

تحقیق الحدیث: یہ روایت نہ تو المدخل للبیہقی (مطبوع) میں ملی ہے اور نہ رزین کی کتاب کہیں سے دستیاب ہو سکی ہے، لیکن اسے ترمذی (۲۱۵۴) بیہقی (شعب الایمان: ۴۰۱۰، ۴۰۱۱) ابن حبان (الاحسان: ۵۷۱۹، ۵۷۲۰) ابن ابی عاصم (السنن: ۳۳۷، ۳۳۸) طحاوی (مشکل الآثار: ۳۶۶) اور حاکم (۵۲۵/۲ ح ۳۹۴۹، اتحاف المہرہ ۷۶۷/۷ ح ۲۳۱۹۷) نے اسے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے۔ عبدالرحمن بن ابی الموالم صحیح بخاری کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں، لہذا ان کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ عبید اللہ بن عبدالرحمن بن موہب جمہور کے نزدیک موثق راوی ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (بجاشیتی ج ۷ ص ۲۶، ۲۷) لہذا حسن الحدیث ہیں۔ عمرہ بنت عبدالرحمن مشہور ثقہ راویہ ہیں۔

بعض نے ابن موہب اور عمرہ کے درمیان ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کا واسطہ ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۱۰۲، وقال: صحیح الاسناد)

ابو بکر بن محمد صحیحین کے راوی اور ثقہ عابد تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۸۸)

فقہ الحدیث:

- ۱: تشریح و تفسیر کے بغیر جان بوجھ کر کتاب اللہ کے الفاظ یا مفہوم میں سلف صالحین کے خلاف اضافہ کرنا حرام ہے۔
- ۲: تقدیر کا انکار حرام ہے۔
- ۳: اہل بیت کی عزت و احترام واجب (فرض) ہے۔ اہل بیت کی توہین کرنا لعنتیوں کا کام ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اہل بیت میں نبی ﷺ کی تمام بیویاں (امہات المؤمنین) بھی شامل ہیں۔
- ۴: سنت ضروریہ کو ترک کرنا حرام ہے جیسا کہ بعض لوگ دائرہ منڈواتے ہیں۔ عام سنتوں کو بھی استخفاف کی نیت سے ترک کرنا حرام ہے۔
- ۵: ہر مسلم پر لازم ہے کہ ہر حال میں ان تمام امور سے اپنے آپ کو بچائے جن پر اللہ اور رسول نے لعنت بھیجی ہے۔
- ۶: مطلقاً تارک سنت یعنی تمام سنتوں کا تارک ملعون ہے۔

(سیدنا) مطربن عکامس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں جگہ وہ مرے گا تو وہ اسے وہاں لے جاتا ہے۔ اسے احمد (۲۲۷/۵ ج ۲۲۳۳۲) اور ترمذی (۲۱۳۶)، وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

[۱۱۰] وعن مطربن عکامس قال: قال رسول اللہ ﷺ: ((إذا قضی اللہ لعبد أن يموت بأرض جعل له إليها حاجة)). رواه أحمد والترمذی.

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

اسے حاکم (۴۲۱ ج ۱۲۵، ۱۲۶) اور ذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اس میں ابواسحاق السبعمی مدلس راوی ہیں، لیکن سنن الترمذی (۲۱۴۷) میں اس کا بعینہ اسی معنی کا صحیح شاہد بھی ہے، جس کے بارے میں امام ترمذی نے کہا: ”ہذا حدیث

صحیح، اس کی سند صحیح ہے اور اسے ابن حبان (الموارد: ۱۸۱۵) حاکم (۴۲۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: جس آدمی کے مرنے کا تقدیر میں جو وقت اور جگہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔
- ۲: عقیدہ تقدیر برحق ہے۔
- ۳: بعض نسخوں میں عکام کی جگہ عکام لکھا ہوا ہے جبکہ صحیح عکامس ہے جیسا کہ مشکوٰۃ درسی (نسخہ ہندیہ ص ۲۲) میں ہے۔

[۱۱۱] وعن عائشة رضي الله عنها قالت قلت :
يا رسول الله! ذراري المؤمنين؟
قال: ((من آبائهم.)) فقلت: يا رسول الله! بلا
عمل؟ قال: ((الله أعلم بما كانوا عاملين.)) قلت:
فذراري المشركين؟ قال: ((من آبائهم.)) قلت: بلا
عمل؟ قال: ((الله أعلم بما كانوا عاملين.))
رواه أبو داود.

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا:
یا رسول اللہ! مومنوں کے بچے (کہاں ہوں گے)؟ فرمایا: وہ
اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ میں نے پوچھا: بغیر عمل کے؟
آپ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے جو اعمال وہ کرنے والے
تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مشرکین کے بچے (کہاں
ہوں گے)؟ فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ میں
نے پوچھا: بغیر عمل کے؟ آپ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے جو
اعمال وہ کرنے والے تھے۔ اسے ابو داود (۴۷۱۲) نے
روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

بقیۃ بن الولید نے سماع مسلسل کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے الشریعہ للآجری (ص ۱۹۵) اور محمد بن حرب نے ان کی متابعت کر رکھی

ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۷۱۲)

مسند احمد (ج ۶ ص ۸۴ ح ۲۴۵۴۵) میں اس کی دوسری سند بھی ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث میں بھی مسئلہ تقدیر بیان ہوا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۶ ص ۹
- ۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان ”بلا عمل“ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ”عمل“ ایمان میں سے ہے اور اقرار و
تصدیق کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔
- ۳: کون کہاں جائے گا؟ سب اللہ جانتا ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور اسے ہی تقدیر کہتے ہیں۔
- ۴: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھنا چاہئے۔

[۱۱۲] وعن ابن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ ((الوائدة و الموءودة في النار.))
 (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی گئی دونوں (جہنم کی) آگ میں ہیں۔
 رواہ أبو داود و الترمذی۔

اسے ابو داود (۴۷۱۷) اور ترمذی (?) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔

زکریا بن ابی زائدہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور ان کی ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبعی سے روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے، لہذا اس روایت میں اختلاط کا الزام غلط ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: کفار کی اولاد کا وہی حکم ہے جو ان کے والدین کا ہے۔
- ۲: اگر کوئی کافر مظلوم مارا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔
- ۳: بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک معین شخص کے بارے میں خاص واقعہ ہے۔ واللہ اعلم
- ۴: مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ح ۹۳ (الحدیث: ۳۶ ص ۹)
- ۵: یہ روایت سنن ترمذی میں نہیں ملی اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں صرف ”رواہ أبو داود“ لکھا ہوا ہے اور یہی راجح ہے۔



الفصل الثالث

[۱۱۳] عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ: ((إن الله عز وجل فرغ إلى كل عبد من خلقه من خمس: من أجله وعمله ومضجعه، و أثره ورزقه)) رواه أحمد .

(سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ہر بندے کے بارے میں پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے: اس کی مدت عمر، اس کے عمل، اس کے لیٹنے، چلنے پھرنے کی جگہ اور رزق سے۔ اسے احمد (۱۹/۵ ج ۲۰۶۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اس روایت کی سند میں فرج بن فضالہ ضعیف راوی ہے، لیکن مروان بن محمد (السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۰۴) اور ولید بن مسلم (السنۃ: ۳۰۵) وغیرہما نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ اسی طرح وزیر بن صبیح (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۱۷) اور عوام بن صبیح (کشف الاستار، زوائد المبرز: ۲۱۵۲) وغیرہما نے بھی روایت یونس بن میسرہ بن حلیم سے بیان کر رکھی ہے، لہذا یہ روایت حسن ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: أجله سے مراد موت اور مدت عمر ہے۔
- ۲: مضجعه سے مراد لیٹنے کی جگہ یعنی قبر ہے۔
- ۳: تقدیر کا فیصلہ ازل سے ہو چکا ہے۔

[۱۱۴] وعن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((من تكلم في شيء من القدرِ سئل عنه يوم القيامة ومن لم يتكلم فيه لم يسأل عنه .)) رواه ابن ماجه .

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے تقدیر کے بارے میں کوئی کلام کیا تو قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا اور جس نے تقدیر کے بارے میں خاموشی اختیار کی تو اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔ اسے ابن ماجہ (۸۴) نے روایت کیا ہے۔

ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابوبکر الازجری نے بھی کتاب الشریعہ (ص ۲۳۵ ح ۵۳۱) میں یحییٰ بن عثمان کی سند سے بیان کیا ہے۔
اس کا راوی یحییٰ بن عثمان التیمی القرشی ابوسہل البصری ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۶۰: ۷۶۰)
علامہ بوصیری نے کہا کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: ۸۴)
یحییٰ بن عثمان کا استاد یحییٰ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ لیں الحدیث (ضعیف) ہے۔ (تقریب التہذیب: ۷۵۸: ۷۵۸)

(عبداللہ بن فیروز) ابن الدیلمی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں (سیدنا) ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور انھیں کہا: میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ شبہ واقع ہو گیا ہے، لہذا آپ مجھے کوئی حدیث بیان کریں تاکہ یہ شبہ میرے دل سے نکل جائے۔ تو انھوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان والوں کو عذاب دینا چاہے تو وہ ظالم نہیں ہوگا اور اگر ان پر رحم کرنا چاہے تو اس کی رحمت مخلوق کے اعمال سے بہتر ہے۔ اگر تم اللہ کے راستے میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دو تو اللہ قبول نہیں کرے گا، جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور یہ جان لو! کہ جو مصیبت تمہارے لئے لکھی ہوئی ہے اس نے ملنا نہیں تھا اور جو مصیبت مل گئی ہے اس نے آنا نہیں تھا۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مروگے تو جہنم میں جاؤ گے۔ پھر میں (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو انھوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں (سیدنا) حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو انھوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں (سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو انھوں نے بھی مجھے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کی حدیث بیان کی۔ اسے احمد (۱۸۲/۵، ۱۸۳، ۱۸۴ ح ۲۱۹۲۲) ابوداؤد (۴۶۹۹) اور ابن ماجہ (۷۷) نے روایت کیا ہے۔

[۱۱۵] وعن ابن الديلمي قال: أتيت أبي بن كعب فقلت له: قد وقع في نفسي شيء من القدر فحدثني لعل الله أن يذهبه من قلبي. فقال: لو أن الله عز وجل عذب أهل سماواته وأهل أرضه عذبهم وهو غير ظالم لهم ولو رحمهم كانت رحمته خيراً لهم من أعمالهم ولو أنفقت مثل أحد ذهباً في سبيل الله ما قبله الله منك حتى تؤمن بالقدر وتعلم أن ما أصابك لم يكن ليخطئك وأن ما أخطأك لم يكن ليصيبك. ولو مت على غير هذا لدخلت النار. قال: ثم أتيت عبد الله بن مسعود فقال مثل ذلك. قال: ثم أتيت حذيفة بن اليمان فقال مثل ذلك. ثم أتيت زيد بن ثابت فحدثني عن النبي ﷺ مثل ذلك. رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه.

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (مسند احمد ۱۸۲/۵ ج ۲۱۵۸۹) اور اسحاق بن سلیمان الرازی وغیرہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ اس روایت کو ابن حبان (الاحسان: ۷۲۷، الموارد: ۱۸۱۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابوسنان سعید بن سنان البرجمی الشیبانی حسن الحدیث ہیں، جمہور محدثین نے انھیں ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: تقدیر پر ایمان لائے بغیر، قیامت کے دن نجات نہیں ہوگی۔
- ۲: صحابہ کرام کا یہ (اجماعی) عقیدہ تھا کہ تقدیر برحق ہے۔
- ۳: آدمی کو چاہئے کہ وہ مسلسل تحقیق میں مشغول رہے اور جب بھی دلیل ملے تو اسے مضبوطی سے تھام لے۔
- ۴: ایک عالم سے مسئلہ پوچھنے کے بعد دوسرے عالم سے بھی مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے۔
- ۵: مرفوع حدیث کو بعض راویوں کے موقوف بیان کرنے سے مرفوع حدیث ضعیف نہیں ہو جاتی۔
- ۶: عقائد میں تمام اہل حق متحد ہیں۔ اختلاف تو صرف اجتہادی مسائل میں ہے۔
- ۷: اگر کسی آدمی کو اہل بدعت اپنی چرب زبانی کی وجہ سے شبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں تو علمائے حق کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔
- ۸: سلف صالحین کا فہم وہ مشعل ہے جس کی وجہ سے آدمی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔
- ۹: علمائے حق کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر مسئلہ بیان کرتے وقت ضرور بالضرور دلیل بیان کریں، البتہ دلیل پوچھنے پر ٹال مٹول اور قیل و قال کے بجائے ضرور دلیل بتانی چاہیے اور افضل یہی ہے کہ مسئلہ دلیل کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ جو زندہ رہے وہ دلیل دیکھ کر جئے اور جو مرے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔
- ۱۰: دلیل کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے، چاہے وہ کتنا بڑا مجتہد و امام ہی کیوں نہ ہو۔
- ۱۱: اللہ تعالیٰ کے ہاں اہل بدعت کے اعمال مقبول نہیں ہیں، چاہے وہ کتنے ہی بڑے اعمال کیوں نہ ہوں۔
- ۱۲: تقلید جائز نہیں ہے اور نہ علمائے حق سے مسئلہ پوچھنا تقلید ہے۔
- ۱۳: اجماع شرعی حجت ہے۔
- ۱۴: قرآن و حدیث سے دلوں کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔
- ۱۵: بندے کو پہنچنے والا دکھ یا سکھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔

نافع رحمہ اللہ (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے (سیدنا عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے پاس آکر کہا: فلاں آدمی آپ کو سلام کہتا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: مجھے پتا چلا ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے، پس اگر (یہ بات صحیح ہے کہ) وہ بدعتی ہو گیا ہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت یا اس اُمت میں نحس (زمین کا دھنس جانا) یا مسخ (شکلوں کا مسخ ہو جانا) یا قذف (پتھروں کا برسنا) ہوگا اور یہ سب باتیں قدریہ کے بارے میں ہوں گی۔ اسے ترمذی (۲۱۵۲) ابوداؤد (۴۶۱۳) اور ابن ماجہ (۴۰۶۱) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا:

”ھذا حدیث حسن صحیح غریب“

[۱۱۶] وعن نافع أن رجلاً أتى ابن عمر فقال : إن فلاناً يقرأ عليك السلام. فقال : إنه بلغني أنه قد أحدث ، فإن كان قد أحدث فلا تقرئه مني السلام، فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((يكون في أمتي - أو في هذه الأمة - خسف ، أو مسخ ، أو قذف في أهل القدر)) رواه الترمذي و أبو داود وابن ماجه . وقال الترمذي : هذا حديث حسن صحيح غريب .

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۸۴۱) اور ذہبی دونوں نے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ اس روایت کے راوی ابو صخر حمید بن زیاد جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہیں، لہذا حسن الحدیث ہیں۔

فقہ الحدیث:

- ۱: بدعت کبریٰ والے بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔
- ۲: ضرورت یا شرعی عذر کی بنا پر اہل بدعت سے مکمل بائیکاٹ بھی کیا جاسکتا ہے۔
- ۳: قدریہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور یہ بدعت کبریٰ ہے۔ یاد رہے کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں بعض لوگوں کو قدریہ میں شمار کیا گیا ہے، جیسے قتادہ وغیرہ، اس سے مراد تقدیر کا انکار کرنے والے نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ شر شیطان کی طرف سے ہے اور بہت سے لوگوں پر قدری ہونے کا الزام ہوتا ہے، جیسے کحول وغیرہ لیکن تحقیق کے میدان میں یہ الزام باطل و مردود ہوتا ہے۔
- ۴: قیامت سے پہلے اُمتِ مسلمہ کے بعض مبتدعین کے چہرے مسخ کئے جائیں گے اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بعض پر پتھروں کی بارش ہوگی۔
- ۵: اہل ایمان کی یہ خوبی ہے کہ وہ دلائل بیان کر کے مسلسل کتاب و سنت کا پرچم سر بلند رکھتے ہیں۔

(سیدنا) علیؑ سے روایت ہے کہ (سیدہ) خدیجہؓ نے نبی ﷺ سے اپنے دو بچوں کے بارے میں پوچھا جو کہ دور جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں آگ میں ہیں۔ پھر جب آپ نے خدیجہؓ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے تو فرمایا: اگر تم ان کی جگہ دیکھتی تو ان سے نفرت کرتی۔ خدیجہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ سے میری (فوت شدہ) اولاد کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔ مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان سے ملا دیا۔ [الطور: ۲۱] سے (عبداللہ بن احمد نے) (زوائد المسند ۱۳۴۳، ۱۳۵ ح ۱۱۳۱) میں روایت کیا ہے۔

[۱۱۷] وعن علي رضي الله عنه قال: سألت خديجة النبي ﷺ عن ولدين ماتا لها في الجاهلية . فقال رسول الله ﷺ: ((هما في النار.)) قال: فلما رأى الكراهة في وجهها قال: ((لو رأيت مكانهما لأبغضتهما.)) قالت: يا رسول الله! فولدي منك؟ قال: ((في الجنة.)) ثم قال رسول الله ﷺ: ((إن المؤمنين وأولادهم في الجنة وإن المشركين وأولادهم في النار.)) ثم قرأ رسول الله ﷺ: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ رواه أحمد .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی محمد بن عثمان مجہول ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۶۴۲۳) یاد رہے کہ مجہول کی روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مقرر ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا تو اُن کی پیٹھ پر (ہاتھ) پھیلا، ہر روح جسے اللہ قیامت سے پہلے پیدا کرے گا۔ اُن کی پیٹھ سے گرگی اور ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک رکھی گئی، پھر اللہ نے انھیں

[۱۱۸] وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((لما خلق الله آدم مسح ظهره فسقط عن ظهره كل نسمة هو خالقها من ذريته إلى يوم القيامة وجعل بين عيني كل إنسان منهم وبيصاً من نور ثم عرضهم على آدم فقال: أي رب! من

آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے کہا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ نے فرمایا: تیری اولاد ہے۔ پھر انھوں نے ان میں سے ایک آدمی دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان نور کی چمک انھیں اچھی لگی۔ کہا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا: داود (عَلَيْهِ السَّلَام) ہیں۔ کہا: اے میرے رب! تو نے ان کی کتنی عمر مقرر کی ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال، کہا: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال انھیں دے دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) کی عمر میں سے صرف چالیس سال رہ گئے تو ان کے پاس موت کا فرشتہ آیا۔ آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) نے کہا: کیا میری عمر میں سے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے کہا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے داود (عَلَيْهِ السَّلَام) کو نہیں دے دیئے تھے؟ پس آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔ آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) نے بھول کر درخت میں سے کھا لیا تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) کو لغزش ہوئی تو ان کی اولاد نے بھی غلطیاں کیں۔ اسے ترمذی (۶/۳۰۷) نے روایت کیا ہے۔

هؤلاء؟ قال: ذريتك. فرأى رجلاً منهم فأعجبه و
بص ما بين عينيه قال: أي رب! من هذا؟ قال:
داود. فقال: رب! كم جعلت عمره؟ قال ستين
سنة. قال: رب زده من عمري أربعين سنة. ((
قال رسول الله ﷺ: ((فلما انقضى عمر آدم إلا
أربعين جاءه ملك الموت فقال آدم: أولم يبق من
عمري أربعون سنة؟ قال: أولم تعطها ابنك داود؟
فجحد آدم فجحدت ذريته و نسي آدم فأكل من
الشجرة، فنسيت ذريته و خطأ و خطأت ذريته.))
رواه الترمذي.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۵۸۶/۲) نے بھی صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس روایت میں نور سے مراد ایمان کا نور اور فطرتِ سلیمہ ہے۔

۲: بھول جانا انسانی فطرت میں شامل ہے۔

۳: یہ حدیث سورۃ الاعراف کی آیت: ۲۰ کی شرح میں ہے۔

۴: سیدنا داود (عَلَيْهِ السَّلَام) بہت خوبصورت تھے۔

۵: ہر جاندار کی عمر اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور جب موت کا مقرر وقت آتا ہے تو پھر اسے کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔

۶: لمبی زندگی سے محبتِ فطرتِ انسانی میں شامل ہے۔

۷: سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جتنے بھی انسان ہیں وہ سب کے سب آدم عَلَيْهِ السَّلَام اور حوا عَلَيْهَا السَّلَام کی اولاد ہیں یعنی سیدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

(سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کا دایاں کندھا ہلایا پھر اس سے چیونٹیوں جیسی سفید اولاد نکالی اور بائیں کندھا ہلایا تو اس سے کونکے جیسی کالی سیاہ اولاد نکالی۔ پھر (کندھے کے) دائیں طرف والوں کے بارے میں فرمایا: جنتی ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں، اور بائیں کندھے والوں کے بارے میں فرمایا: جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔
اسے احمد (۴۳۱/۶ ج ۲۸۰۳۶) نے روایت کیا ہے۔

[۱۱۹] وعن أبي الدرداء عن النبي صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قال : ((خلق الله آدم حين خلقه، فضرب كتفه اليمنى فأخرج ذرية بيضاء كأنهم الذر، وضرب كتفه اليسرى فأخرج ذرية سوداء كأنهم الحمم، فقال للذي في يمينه: إلى الجنة ولا أبالي، وقال للذي في كتفه اليسرى: إلى النار ولا أبالي. رواه أحمد .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔

ابوالربیع سلیمان بن عتبہ السلمی جمہور محدثین کے نزدیک موثق راوی ہیں، لہذا وہ قول راجح میں حسن الحدیث ہیں۔
”الموسوعة الحديثية“ (۲۸۱/۲۵) کے محقق یا محققین کا ابوالربیع مذکور پر جرح کرنا غلط ہے۔ یشتم بن خارجہ بھی ثقہ و صدوق ہیں اور باقی سند صحیح لذاتہ ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: انسانوں کی پیدائش سے پہلے تقدیر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں بلکہ ہر چیز کو اس کا علم و قدرت محیط ہے۔

۳: اس حدیث اور دیگر احادیث سے دائیں جانب کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ابونضرہ (منذر بن مالک، تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ میں سے ابو عبد اللہ نامی ایک صحابی کے پاس جب ان کے ساتھی بیمار پرسی کے لئے گئے تو وہ رورہے تھے۔ انھوں نے پوچھا: آپ کیوں رورہے ہیں؟ کیا رسول اللہ

[۱۲۰] وعن أبي نضرة أن رجلاً من أصحاب النبي صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ يقال له : أبو عبد الله، دخل عليه أصحابه يعودونه وهو يبكي، فقالوا له : ما يبكيك ؟ ألم يقل لك رسول الله صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ((خذ من شاربك

ﷺ نے آپ سے نہیں فرمایا تھا کہ ہمیشہ اپنی مونچھوں میں سے کاٹتے رہو حتیٰ کہ مجھ سے آلو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا (تھا) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک مٹھی لی اور (پھر) دوسرے ہاتھ سے دوسری مٹھی لی اور فرمایا: ”یہ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ اس (جہنم) کے لئے ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں۔“ مجھے یہ پتا نہیں کہ میں کس مٹھی میں سے ہوں۔! اسے احمد (۶۷۴ ج ۱، ۷۳۶ ج ۱، ۷۸۵ ج ۱، ۷۹۴ ج ۲) نے روایت کیا ہے۔

ثم أقره حتى تلقاني؟)) قال : بلى ولكن سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((إن الله عز وجل قبض بيمينه قبضة وأخرى باليد الأخرى وقال : هذه لهذه وهذه لهذه ولا أبالي)) ولا أدري في أي القبضتين أنا ؟ رواه أحمد .

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور صحابی کا نام معلوم نہ ہونا ذرا بھی مضرت نہیں ہے، کیونکہ تمام صحابہ کرام عدول (سچے) تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث سے بھی تقدیر کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲: یہ حدیث اور سابقہ حدیث ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

۳: چاہے کتنا ہی بڑا نیک انسان ہو، لیکن اپنے نیک اعمال پر کبھی فخر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

۴: اللہ کا ہاتھ اور مٹھی اُس کی صفات ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان صفات کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بعض گمراہ لوگ مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور بعض گمراہ تاویل وغیرہ کر کے ان صفات کا انکار کر دیتے ہیں، ان دونوں گروہوں کا یہ طرز عمل قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے متفقہ فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

۵: اصل کا میاب وہ لوگ ہیں جو مرنے کے بعد جنت میں اپنے محبوب اور امام سیدنا رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کریں گے۔

فداہ ابي و أمي و روجي

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے نعمان (کی وادی) یعنی عرفات کے پاس وعدہ لیا۔ اللہ نے آدم کی پشت سے ساری (ہونے والی) اولاد کو نکالا اور ان کے سامنے چیونٹیوں کی طرح پھیلا دیا پھر ان سے رُو بَرُّ وکلام کیا، فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! (تُو ہمارا رب ہے) ہم نے گواہی دی۔ تاکہ تم روزِ قیامت یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے، یا یہ نہ کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے آباء و اجداد نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے، کیا تم باطل کام کرنے والوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرتے ہو؟ اسے احمد (۲۱/۲۷۵ ح ۲۳۵۵) نے روایت کیا ہے۔

[۱۲۱] وعن ابن عباس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ((أخذ الله الميثاق من ظهر آدم بنعمان - يعني عرفة - فأخرج من صلبه كل ذرية ذراها فنشرهم بين يديه كالذر ثم كلمهم قبلاً قال : ﴿ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوا بَلَىٰ ۚ شَهِدْنَا ۚ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۚ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴾)) رواه أحمد .

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے۔

کلثوم بن جریج صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک موثق ہیں، لہذا حسن الحدیث ہیں۔ جریر بن حازم کو حافظ ابن حجر نے المدلسین کے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے، لیکن قول راجح میں وہ مدلس نہیں بلکہ تدلیس سے بری ہیں۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۲۱) ان پر تدلیس کا الزام یحییٰ بن عبد الحمید الحماني نے لگایا تھا اور یہ یحییٰ الحماني بذاتِ خود سخت ضعیف بلکہ ساقط العدالت راوی ہے، لہذا اس کی جرح مردود ہے۔

اس حدیث کو امام احمد کے علاوہ ابن ابی عاصم (السنۃ: ۲۰۲) نسائی (السنن الکبریٰ: ۱۱۹۱)، و قال : و کلثوم هذا ليس بالقوي و حدیثہ لیس بالمحفوظ (حاکم المستدرک ۲/۲۷۵، ۵۴۴) اور بیہقی (الاسماء والصفات ص ۳۲۶، ۳۲۷) وغیرہم نے بیان کر رکھا ہے۔ حاکم اور ذہبی دونوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس روایت پر امام نسائی کی جرح صحیح نہیں ہے اور قول راجح میں یہ حدیث موثقاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے صحیح و حسن ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: یہ حدیث سورۃ الاعراف کی آیت (۱۷۲-۱۷۳) کی تفسیر ہے۔

۲: مؤتوف روایت تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۷۹) میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے۔

۳: اسلام دینِ فطرت ہے۔

(سیدنا) اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے آیتِ کریمہ ”اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی“ کی تفسیر میں فرمایا: انھیں اکٹھا کیا اور جوڑے جوڑے بنایا پھر انھیں صورتِ بخشی تو بولنے کا حکم دیا۔ انھوں نے کلام کیا پھر اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا ”اور انھیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! (تو ہمارا رب ہے) فرمایا: میں سات آسمانوں، سات زمینوں اور تمہارے والد آدم (عَلَيْهِ السَّلَامُ) کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ روزِ قیامت یہ نہ کہنا: ہمیں اس کا علم نہیں تھا، جان لو! کہ میرے سوا کوئی دوسرا اللہ (معبودِ برحق) نہیں ہے اور نہ کوئی دوسرا رب ہے۔ میرے ساتھ کسی چیز میں بھی شرک نہ کرنا۔ میں اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور میں تمہارے لئے اپنی کتابیں اتاروں گا۔ انھوں نے جواب دیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور اللہ ہے، تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں اور نہ تیرے سوا کوئی دوسرا اللہ ہے۔ ان سب نے اس کا اقرار کیا۔ آدم (عَلَيْهِ السَّلَامُ) کو ان پر بلند کیا گیا تاکہ وہ انھیں دیکھیں۔ انھوں نے امیر و غریب، خوبصورت اور بدصورت دیکھے تو کہا: اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں کو ایک جیسا برابر کیوں نہیں بنایا؟ اللہ نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ انھوں نے (آدم (عَلَيْهِ السَّلَامُ)) نے انبیاء کرام کو نور کے چراغوں کی طرح دیکھا، ان سے خاص طور پر نبوت و رسالت کے بارے میں دوسرا عہد و پیمان لیا گیا تھا اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے: ”اور جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا“ سے لے کر ”عیسیٰ ابن مریم“ تک (سورۃ الاحزاب: ۷) عیسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) ان ارواح میں سے تھے، پھر انھیں اللہ نے مریم (عَلَيْهَا السَّلَامُ) کی طرف بھیجا۔

[۱۲۲] وعن أبي بن كعب في قول الله عز وجل : ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ قال : جمعهم فجعلهم أزواجًا ثم صورهم فاستنطقهم فتكلموا ثم أخذ عليهم العهد والميثاق ﴿وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ﴾ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴿ط﴾ قالوا: بلى . قال : فإني أشهد عليكم السموات السبع والأرضين السبع و أشهد عليكم أباكم آدم أن تقولوا يوم القيامة : لم نعلم بهذا . اعلموا أنه لا إله غيري ولا رب غيري ولا تشركوأبي شيئا، إني سأرسل إليكم رسلي يذكرونكم عهدي و ميثاقي وأنزل عليكم كتبي . قالوا :شهدنا بأنتك ربنا وإلهنا . لا رب لنا غيرك ولا إله لنا غيرك . فأقرؤا بذلك ورفع عليهم آدم عليه السلام ينظر إليهم فرأى الغني والفقير وحسن الصورة و دون ذلك . فقال : ربّ لو لا سوّيت بين عبادك! قال : إني أحببت أن أشكر . ورأى الأنبياء فيهم مثل السُّرُج عليهم النور خصوصا بميثاقٍ آخر في الرسالة والنبوة وهو قوله تبارك و تعالی :

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ﴾ إلى قوله : ﴿وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ كان في تلك الأرواح فأرسله إلى مريم عليها السلام . فحدّث عن أبي : أنه دخل من فيها . رواه أحمد .

پھر اُبی (بن کعب رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا گیا کہ وہ منہ کے راستے
داخل ہوئے تھے۔ اسے (عبداللہ بن) احمد (۱۳۵/۵)
ح ۲۱۵۵۲ نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کے راوی سلیمان بن طرخان التیمی ثقہ امام ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: سلیمان التیمی
تدلیس کرتے تھے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۳۶۰۰)
حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے انھیں مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ وہ طبقہ ثالثہ کے مدلس
ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۴۲)

المستدرک للحاکم (۳۲۳-۳۲۴) وغیرہ میں اس کی دوسری سند بھی ہے، لیکن وہ سند بھی ضعیف ہے۔ اس کے راویوں میں سے
ابو جعفر الرازی اور ربیع بن انس دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہیں، لہذا دونوں حسن الحدیث ہیں، لیکن ابو جعفر الرازی جب ربیع بن
انس سے روایت کریں تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان (۲۲۸/۴)
ربیع بن انس اور مغیرہ بن مقسم الضمی کے علاوہ دوسرے ثقہ و صدوق راویوں سے ابو جعفر الرازی کی روایت حسن ہوتی ہے اور
اسی طرح ابو جعفر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ثقہ و صدوق راوی ربیع بن انس سے روایت بیان کرے تو وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔ والحمد للہ

[۱۲۳] وعن أبي الدرداء قال: بينما نحن عند
رسول الله ﷺ نتذاكر ما يكون إذ قال رسول الله
ﷺ: ((إذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصدّقوه
وإذا سمعتم برجل تغير عن خلقه فلا تصدّقوا به
فإنه يصير إلى ما جبل عليه.))
رواه أحمد.

(سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم
رسول اللہ ﷺ کے پاس آئندہ ہونے والی باتوں کا ذکر کر
رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سنو کہ
کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اسے سچ سمجھو اور اگر کسی
آدمی کے بارے میں سنو کہ اس کا اخلاق بدل گیا تو اسے سچ
نہ سمجھو کیونکہ وہ اسی طرف جاتا ہے جو اس کی جبلت و فطرت
میں شامل ہے۔

اسے احمد (۴۴۳/۶ ح ۲۸۰۴۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا: لیکن زہری نے ابوالدرداء کو نہیں پایا۔ (مجمع الزوائد ۱۹۶/۷)

معلوم ہوا کہ امام زہری نے سیدنا ابوالدرداء کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے ملاقات کی ہے، لہذا یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

[۱۲۶] وعن أم سلمة قالت: يا رسول الله! لا يزال يصيبك في كل عام وجع من الشاة المسمومة التي أكلت. قال: ((ما أصابني شيء منها إلا وهو مكتوب علي و آدم في طينته.)) رواه ابن ماجه .

(سیدہ) ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے جوڑ ہر والی بکری میں سے کھایا تھا اس کی وجہ سے ہر سال آپ کو تکلیف (بیماری) ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ (میری تقدیر میں) اس وقت لکھ دی گئی، جب آدم (علیہ السلام) مٹی کی صورت میں تھے۔ اسے ابن ماجہ (۳۵۴۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی ابوبکر العنسی یا تو مجہول ہے جیسا کہ امام ابن عدی نے فرمایا ہے یا وہ ابوبکر بن ابی مریم العنسی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۹۸)

ابوبکر بن ابی مریم العنسی مشہور ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۹۷۴) اور عام کتب اسماء الرجال۔

تنبیہ: حدیث نمبر ۷۹ سے تقدیر پر ایمان والی روایات کا سلسلہ شروع ہوا تھا جو اس روایت (ح ۱۲۴) پر ختم ہوا۔ تقدیر پر ایمان لانا قرآن، حدیث اور سلف صالحین کے اجماع سے ثابت ہے۔ تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو ہوا ہے، جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں ہے اور اس نے اسے تخلیق کا نانات سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ رکھا ہے۔ جو شخص خیر والا راستہ اختیار کرے گا تو اللہ نے اس کے لئے اپنے فضل و کرم سے جنت تیار کر رکھی ہے اور جو شخص شر والا راستہ اختیار کرے گا تو اللہ نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۷۹۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے ہمیں جہنم سے بچائے اور جنت میں داخل فرمائے۔ (آمین)

[مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”تقدیر پر ایمان لانا فرض عین ہے، اس کا منکر بدعتی بلکہ بعض صورتوں میں دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتا ہے کیونکہ شریعت نے تقدیر پر ایمان کو فرض قرار دیا ہے۔ تو اس کے انکار کا مطلب شریعت کے اس پہلو کا انکار ہے۔

معنی قدر: تقدیر کا معنی کسی چیز کی حد بندی ہے، شرعی اصطلاح میں اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ام الکتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا۔ اس کا علم چیز کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے، کوئی چیز بھی اپنے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد اس کے علم سے باہر نہیں، اس نے ہی پوری کائنات میں ہر ایک امر کو اس کے حدود و اصول میں وضع

کیا ہے، کوئی ایسا امر نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے خلق اور پیدائش سے پہلے ضبط اور لکھ نہ دیا ہو۔“ (عقیدہ اہلحدیث ص ۳۲۳) [تنبیہ: شیخ ابوالس محمد یحییٰ بن محمد یعقوب گوندلوی رحمہ اللہ نومبر ۱۹۵۶ء کو گوندلانووالہ ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) میں پیدا ہوئے اور ۲۶/ جنوری کی رات ۲۰۰۹ء میں فوت ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد (ج ۲۲ شمارہ: ۲) فروری ۲۰۰۹ء
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)



باب اثبات عذاب القبر

اثبات عذاب قبر کا باب

الفصل الأول

[۱۲۵] عن البراء بن عازب عن النبي ﷺ قال : ((المسلم إذا سئل في القبر يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله فذلك قوله : ﴿ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْأَخِرَةِ ﴾)) وفي رواية عن النبي ﷺ قال : ((يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾)) نزلت في عذاب القبر يقال له : من ربك؟ فيقول : ربي الله و نبيي محمد .)) متفق عليه .

(سیدنا) براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے، وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ پس یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ایمان لانے والوں کو اللہ قول ثابت کے ساتھ دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ [ابراہیم: ۲۷] (صحیح بخاری: ۴۶۹۹) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان لانے والوں کو اللہ قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۶۹) صحیح مسلم (۲۸۷۱/۷۳)

فتہ الحدیث:

۱: عذاب قبر برحق ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۱ ص ۱۵

۲: قبر میں تین سوالات کئے جاتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور آپ (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟

۳: حدیث قرآن کی شرح و بیان ہے۔

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ (مرنے کے بعد) جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹتے ہیں، وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھا کر کہتے ہیں: تُو اس آدمی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس مومن جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ اپنا جہنم والا ٹھکانا، اللہ نے اس کے بدلے میں تجھے جنت کا ٹھکانا عطا کر دیا ہے، پس وہ دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے۔ جب منافق یا کافر سے پوچھا جاتا ہے کہ تُو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں، میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: نہ تُو نے خود (حق) پہچانا اور نہ تلاوت کی۔ اسے لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے تو وہ چیختا ہے۔ اس کی چیخ و پکار انسانوں اور جنوں کے سواہر چیز سنتی ہے۔ متفق علیہ اور یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

[۱۲۶] وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ : ((إن العبد إذا وضع في قبره، وتولَّى عنه أصحابه [و] إنه لیسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فيقعدانه فيقولان : ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ لمحمد [ﷺ] : فأما المؤمن فيقول : أشهد أنه عبد الله ورسوله . فيقال له : انظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعداً من الجنة فيراهما جميعاً . و أما المنافق والكافر فيقال له : ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ فيقول : لا أدري ! كنت أقول ما يقول الناس ! فيقال : لا دريتَ ولا تليتَ ويضرب بمطارق من حديد ضربة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين .)) متفق عليه . ولفظه للبخاري .

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۷۴) صحیح مسلم (۲۸۷۰/۷۰)

فقہ الحدیث:

- ۱: سوال و جواب کے وقت میت واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے۔
- ۲: قبرستان میں جوتوں سمیت چلنا جائز ہے۔
- ۳: ہذا الرجل سے مراد یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں دکھائے جاتے ہیں۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ میت اس سوال کے جواب میں کہتا ہے: ”آی رجل؟“ کون سا آدمی؟ (دیکھئے المستدرک للحاکم ۱/۳۸۰ ح ۱۴۰۳، وسندہ حسن، وصحیح ابن حبان، الاحسان: ۳۱۰۳/۳۱۱۳ صحیحہ الحاکم ووافقه الذہبی)
- ۴: آج کل ”ولا تليت“ سے بعض تقلیدی لوگ تقلید ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اس سے مراد کتاب اللہ کی تلاوت یا انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع ہے۔

(سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اسے دکھایا جاتا ہے، اگر وہ جنتیوں میں سے ہو تو جنتیوں کا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہو تو دوزخیوں کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اٹھا کر یہاں لے جائے گا۔

متفق علیہ

[۱۲۷] وعن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: ((إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة وإن كان من أهل النار فمن أهل النار، فيقال: هذا مقعدك حتى يبعثك الله إليه يوم القيامة.)) متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۷۹) صحیح مسلم (۲۸۶۶/۶۵)

فقہ الحدیث:

۱: عذاب قبر و ثواب قبر برحق ہے۔

۲: دونوں ٹھکانے دکھائے جانے میں مومن کے لئے رحمت و نعمت اور کافر و منافق کے لئے عذاب ہے۔

۳: جسم اگر فنا بھی ہو جائے لیکن روح فنا نہیں ہوتی۔

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت آئی تو عذاب قبر کا ذکر کیا اور ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کہا: اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جی ہاں! عذاب قبر برحق ہے۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: پھر اس کے بعد میں نے یہی دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے۔ متفق علیہ

[۱۲۸] وعن عائشة رضي الله عنها أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر، فسألت عائشة رسول الله ﷺ عن عذاب القبر؟ فقال: ((نعم عذاب القبر حق.)) قالت عائشة: فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلي صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب القبر. متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۷۲) صحیح مسلم (۵۸۶/۱۲۵)

فقہ الحدیث:

۱: عذاب قبر کا علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ہوا تھا۔

- ۲: رسول اللہ ﷺ کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا صرف امت کی تعلیم کے لئے ہے۔
- ۳: حق بات جہاں سے بھی ملے اس پر عمل کرنا چاہئے۔
- ۴: بعض اوقات کافروں اور گمراہوں کی بات بھی صحیح ہوتی ہے، بشرطیکہ قرآن، حدیث، اجماع اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔
- ۵: کافروں کے ساتھ تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان تعلقات سے دین اسلام کو کوئی نقصان نہ ہو۔
- ۶: نماز میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنا سنت ہے۔
- ۷: اگر اللہ چاہے تو گناہ گار موحد مسلمانوں کو بھی عذاب قبر ہو سکتا ہے۔ یہ بات آپ ﷺ کو اس یہودی عورت کے مدینہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کے بعد بذریعہ وحی بتائی گئی تھی، رہا کافروں پر عذاب قبر تو اس کا ثبوت کلی آیات میں ہے۔

(سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بنو نجار (النصار یوں) کے ایک باغ میں اپنے نچر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے، اتنے میں نچر بدکا اور قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پانچ چھ قبریں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: میں، آپ نے پوچھا: یہ کب مرے تھے؟ اس نے جواب دیا: شرک (کے زمانے) میں، تو آپ نے فرمایا: اس امت کو قبروں میں آزما جاتا ہے اور اگر تم (مردے) دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا عذاب سنا دے جسے میں سنتا ہوں۔ پھر آپ نے ہماری طرف چہرہ مبارک پھیر کر فرمایا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: قبر کے عذاب سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: فتنے جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوں، ان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: فتنے جو ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں، ان سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے

[۱۲۹] وعن زید بن ثابت قال : بینا رسول اللہ ﷺ فی حائط لبني النجّار علی بغلة له و نحن معه إذا حادت به و کادت تلقيه . و إذا أقبر ستة أو خمسة فقال : ((من يعرف أصحاب هذه الأقبیر ؟)) قال رجل : أنا . قال : ((فمتی ماتوا ؟)) قال : فی الشرك . فقال : ((إن هذه الأمة تبئلی فی قبورها فلولا أن لا تدافنوا لدعوت اللّٰه أن یسمعکم من عذاب القبر الذی أسمع منه)) ثم أقبل بوجهه علینا فقال : ((تعوذوا باللّٰه من عذاب النار .)) قالوا : نعوذ باللّٰه من عذاب النار . قال : ((تعوذوا باللّٰه من عذاب القبر .)) قالوا : نعوذ باللّٰه من عذاب القبر . قال : ((تعوذوا باللّٰه من الفتن ما ظهر منها وما بطن .)) قالوا : نعوذ باللّٰه من الفتن ما ظهر منها وما بطن . قال : ((تعوذوا باللّٰه من فتنة الدجال .)) قالوا : نعوذ باللّٰه من فتنة الدجال . رواه مسلم .

فرمایا: دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا:
 دجال کے فتنے سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔
 اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح مسلم (۲۸۶۷/۶۷)

فقہ الحلیہ:

- ۱: عذاب قبر اسی زمین پر ہوتا ہے جسے قبر کے قریب والے زمین والے جانور سنتے ہیں۔
- ۲: رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں بلکہ یہ صرف اللہ ہی کی صفتِ خاصہ ہے۔
- ۳: اگر عام لوگوں کو عذابِ قبر کا نظارہ ہو جائے تو میت کو دفن کرنے سے جاہل مارے خوف کے دور بھاگیں گے اور اہل علم بھی عام لوگوں کے مُردوں سے دور رہیں گے۔
- ۴: عذابِ قبر ایمان بالغیب میں سے ہے۔
- ۵: قبر سے مراد زمینی گڑھا ہے۔



الفصل الثاني

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالے رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو (ڈراؤنے) فرشتے آجاتے ہیں، ایک کو منکر کہا جاتا ہے اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ پھر یہ دونوں کہتے ہیں: تُو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور بے شک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر وہ دونوں کہتے ہیں: ہمیں علم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر اس کی قبر لمبائی چوڑائی میں ستر ستر ہاتھ کھول دی جاتی ہے۔ پھر اس کی قبر منور (روشن) کر دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: سو جا، تو وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر انھیں خبر دینا چاہتا ہوں (کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں)۔ وہ دونوں کہتے ہیں: اس دلہن کی طرح سو جا جسے وہی شخص جگا تا ہے جو سب سے زیادہ اُسے محبوب ہوتا ہے، حتیٰ کہ اللہ اُسے اُس کے اس ٹھکانے سے دوبارہ زندہ کرے گا۔

اور (مرنے والا) اگر منافق ہو تو کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ دونوں (فرشتے) کہتے ہیں: ہمیں علم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر زمین سے یہ کہا جاتا ہے: اسے لپیٹ کر دبا دے، زمین اسے دباتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اسے ہمیشہ اسی

[۱۳۰] عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((إذا قُبِرَ المَيِّتُ أتاه ملكان أسودان أزرقان يقال لأحدهما: المنكر وللآخر: النكير. فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: هو عبد الله ورسوله، أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله. فيقولان: قد كنا نعلم أنك تقول هذا ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين. ثم ينور له فيه ثم يقال له: نم. فيقول: أرجع إلى أهلي فأخبرهم. فيقولان: نم كنومة العروس الذي لا يوقظه إلا أحب أهله إليه حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك. وإن كان منافقاً قال: سمعت الناس يقولون قولاً فقلت مثله، لا أدري. فيقولان: قد كنا نعلم أنك تقول ذلك فيقال للأرض: التئمي عليه فتلتئم عليه فتختلف أضلاعه فاليزال فيها معذباً حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك.)) رواه الترمذي.

طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اُس کے اس
ٹھکانے سے دوبارہ زندہ کرے گا۔ اسے ترمذی (۱۰۷۱) نے
روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اسے ترمذی نے ”حسن غریب“ اور ابن حبان (الاحسان: ۳۱۰۷) نے
صحیح قرار دیا ہے۔ یہ حدیث امام بیہقی کی کتاب اثبات عذاب القبر (ح ۵۴، ۵۵، تحقیق) میں بھی عبدالرحمن بن اسحاق المدنی کی
سند سے موجود ہے اور عبدالرحمن المدنی بقول راجح حسن الحدیث ہیں۔

فقہ الحدیث:

- ۱: مرنے والے سے قبر میں منکر نکیر دو فرشتوں کا سوال کرنا برحق ہے۔
- ۲: سوال و جواب کے وقت ان فرشتوں کو اس لئے ڈراؤنی شکل میں بھیجا جاتا ہے تاکہ میت کو اپنی گزشتہ زندگی کا احساس اور اللہ کا
خوف ہو۔ مومن اللہ کے فضل سے محفوظ رہتا ہے۔
- ۳: ہذا الرجل سے حاضر نہیں بلکہ غائب مراد ہے کیونکہ مومن کہتا ہے: ”ہُو“ وہ۔
یہ صیغہ غائب ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ح ۱۲۶
- ۴: میت قبر میں کیا جواب دے گی؟ اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے ان دونوں فرشتوں کو پہلے ہی کر دیتا ہے اور فرشتے وہی کرتے
ہیں جن کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتے اپنی مرضی سے نہ کچھ کہتے ہیں اور نہ کچھ کرتے ہیں، لہذا ان کا یہ کہنا ”ہمیں علم تھا کہ تم یہی
بات کہو گے“ اللہ کی وحی سے ہے۔ اللہ ہی زمین و آسمان کا کلی غیب یعنی سب جانتا ہے۔
- ۵: عذاب قبر اور قبر کا کھلنا، تنگ ہونا برحق ہے، اگرچہ اس کی صحیح کیفیت اور مشاہدے کا علم اہل دنیا کو نہیں ہے۔
- ۶: نیک مومن کو قبر میں سُلا دیا جاتا ہے، لہذا اب اس کا اہل دنیا اور دنیا سے کوئی رابطہ و تعلق باقی نہیں ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ سوئی
ہوئی یہ میت قبر سے باہر کی دنیا کو دیکھتی اور لوگوں کی آوازیں سنتی ہے، غلط اور مردود ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے موت دے کر ایک
سوسال مارے رکھا تھا جب اسے زندہ کیا تو اسے یہ پتا نہیں تھا کہ وہ سوسال مر رہا ہے بلکہ وہ کہنے لگا: میں (عالم موت میں) ایک
دن یا اس کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ (دیکھئے سورۃ البقرہ: ۲۵۹)
- ۷: دلہن کی طرح سو جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قبر والے نیک انسان کی ہر سال شادی ہوتی ہے، لہذا ہر سال اس کا عرس
منانا چاہئے۔ اہل بدعت اپنے بعض مزمومہ اولیاء کی قبروں پر ہر سال جو عرس مناتے ہیں اس کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث، اجماع اور
آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ عمل بدعت ہے جس پرادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔
- ۸: بغیر تحقیق کے عام لوگوں کی سُنی سنائی اور غیر مدلل باتوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔
- ۹: ثواب قبر اور عذاب قبر دونوں برحق ہیں۔

(سیدنا) براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے (ایک طویل) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس (میت) کے پاس دو فرشتے آکر اُسے بٹھاتے ہیں پھر کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ دونوں اُس سے پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دونوں کہتے ہیں: یہ آدمی کیا ہے جو تمہارے درمیان بھیجا گیا؟ تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں: تجھے کیسے پتا چلا؟ تو وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو اس پر ایمان لے آیا اور اس کی تصدیق کی، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ایمان والوں کو اللہ (دنیا اور آخرت میں) قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔

الآیہ (ابراہیم: ۲۷)

پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے نیچے جنت کا بچھونا بچھا دو، اسے جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف اس کے لئے ایک دروازہ کھول دو۔ پھر دروازہ کھل جاتا ہے تو جنت کی پیاری ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آتی ہیں۔ تاجدارِ نظر اس کی قبر کھول دی جاتی ہے۔

رہا کافر تو انہوں نے اس کی موت کا حال بیان کیا، فرمایا: اور اس کی رُوح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور دُفرشتے اس کے پاس آکر اُسے بٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر وہ دونوں کہتے ہیں: یہ آدمی کیا ہے جو تمہارے درمیان بھیجا گیا؟ تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے: اس نے جھوٹ کہا،

[۱۳۱] وعن البراء بن عازب عن رسول الله ﷺ قال: ((يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له: من ربك؟ فيقول: ربي الله. فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: ديني الإسلام. فيقولان: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله. فيقولان له: وما يدريك؟ فيقول: قرأت كتاب الله فآمنتُ به وصدقْتُ. فذلك قوله: ﴿يَنْبِئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ الآية)). قال:

((فينادي منادٍ من السماء: أن صدق عبدي فأفرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له باباً إلى الجنة ويفتح.)) قال: ((فيأتيه من رَوْحها وطيها ويفسح له فيها مد بصره. وأما الكافر فذكر موته.)) قال: ((ويعاد روجه في جسده و يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان: من ربك؟ فيقول: هاهاه لا أدري! فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: هاهاه لا أدري! فيقولان: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هاهاه لا أدري! فينادي منادٍ من السماء: أن كذب فأفرشوه من النار وألبسوه من النار وافتحوا له باباً إلى النار.)) قال: ((فيأتيه من حرها وسمومها.)) قال: ((ويضيق عليه قبره حتى يختلف فيه أضلاعه ثم يُقيض له أعمى أصم معه مرزبة من حديد لو ضرب بها جبل لصار تراباً/ فيضربه بها ضربةً يسمعها ما بين المشرق والمغرب إلا الثقلين فيصير تراباً، ثم يعاد فيه الروح)) رواه أحمد و أبو داود.

اس کے نیچے آگ کا چھوٹا ڈال دو، اسے جہنمی لباس پہنا دو اور اس کے لئے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کے پاس جہنم کی زہریلی ہوائیں اور آگ کی تپش آتی ہے۔ اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں، پھر اس پر اندھا بہرہ (فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے۔ اگر اس ہتھوڑے کو (پتھر کے) پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے۔ پھر وہ اسے ہتھوڑے کی ایک ضرب مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کی ہر چیز سنتی ہے، پھر وہ مٹی بن جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔

اسے احمد (۲۸۷/۴، ۲۸۸ ح ۳۳۷۱۸) اور ابو داؤد (۳۲۱۲، ۴۷۵۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ حدیث (آخری جملے کے بعد کو چھوڑ کر) حسن ہے۔

اسے احمد و ابو داؤد کے علاوہ نسائی (۲۰۰۳) ابن ماجہ (۱۵۲۸، ۱۵۲۹) ہناد بن السمری (کتاب الزہد ۲۰۵/۱-۲۰۷ ح ۳۳۹) اور بیہقی (اثبات عذاب القبر ح ۲۰ تحقیقی) وغیرہم نے مختصراً و مطولاً روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے فرمایا: ”لہذا حدیث صحیح الإسناد“ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ (شعب الایمان ۱/۳۵۷ ح ۳۹۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرت (۲۳، ۲۲ ص ۲۳)

اس حدیث کے راویوں کا مختصر اور جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

- ① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔
 - ② ابو عمر زاذان الکندی الکوفی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں۔
 - ③ دیکھئے الحدیث (۲۳-۲۶) اور توضیح الاحکام (۵۵۰/۱-۵۵۶)، لہذا ان پر جرح مردود ہے اور وہ صحیح الحدیث ہیں۔
 - ④ منہال بن عمرو جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں، لہذا ان کی حدیث صحیح یا حسن ہوتی ہے۔
 - ⑤ دیکھئے الحدیث (۲۹ ص ۱۴) اور توضیح الاحکام (۵۵۶/۱-۵۶۰)
 - ⑥ سلیمان بن مہران الأعمش ثقہ مدلس راوی ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد (۴۷۵۳)
- دوسرے یہ کہ سلیمان الأعمش اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔ اسے قرطبی، ابن قیم، ابن تیمیہ اور منذری وغیرہم نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔

(حاشیہ اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۲۰ یسر اللہ لنا طبعہ)

لہذا بعض منکرین حدیث کا اس حدیث پر جرح کرنا یا اسے قرآن مجید کے خلاف قرار دے کر رد کر دینا مردود ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: عذاب قبر اور ثواب قبر دونوں برحق ہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔

۳: قبر میں اخروی و برزخی طور پر سوال و جواب کے وقت اعادہ روح برحق ہے اور یہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن جس اعادہ روح کی نفی کرتا ہے وہ دنیاوی اعادہ ہے اور حدیث جس کا اثبات کرتی ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے۔

دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۳۹۹، المکتب الاسلامی، طبعہ ثانیہ ۱۹۸۴ء)

۴: شیخ ابن ابی العز الحنفی فرماتے ہیں: ”وذهب إلی موجب هذا الحدیث جمیع أهل السنة والحدیث“

تمام اہل سنت: اہل حدیث اس حدیث (یعنی حدیث براء بن عبد اللہ) کے قائل ہیں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۹۸)

۵: تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ نجات صرف اسی میں ہے کہ آدمی قرآن و حدیث اور اجماع پر سلف و صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کرے، اسی منہج پر عقیدے کی بنیاد رکھے اور ساری زندگی تحقیق و عمل میں گزار دے۔

۶: عذاب قبر اسی دنیاوی قبر میں ہوتا ہے جسے زمین پر ارد گرد کے جانور سنتے ہیں۔

۷: اس روایت میں جو آیا ہے کہ ”پھر وہ اسے تھوڑے کی ایک ضرب مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کی ہر چیز سنتی ہے، پھر وہ مٹی بن جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔“ اس خاص متن میں غمش کے سماع کی تصریح نہیں ملی، لہذا یہ متن مشکوک ہے اور باقی ساری حدیث حسن ہے۔

(سیدنا) عثمان (بن عفان، خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب وہ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتاروتے کہ آپ کی داڑھی بھیگ جاتی۔ پوچھا گیا: آپ جنت اور جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس (قبر) سے روتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت کی منزلوں میں سے یقیناً قبر پہلی منزل ہے، پس اگر اس میں بچ گیا تو بعد میں آسانی ہی آسانی ہے۔ اگر اس میں نہ بچ سکا تو بعد میں سختی ہی سختی ہے۔

[۱۳۲] وعن عثمان رضي الله عنه أنه كان إذا وقف على قبر بكي حتى يبيل لحيته فليل له: تذكر الجنة والنار فلا تبكي وتبكي من هذا فقال: إن رسول الله ﷺ قال: ((إن القبر أول منزل من منازل الآخرة فإن نجا منه فما بعده أيسر منه وإن لم ينج منه فما بعده أشد منه.))
قال: وقال رسول الله ﷺ: ((ما رأيت منظرًا قط إلا والقبر أقطع منه.)) رواه الترمذي وابن ماجه.

وقال الترمذي: هذا حديث غريب .
انھوں (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔
اسے ترمذی (۲۳۰۸) اور ابن ماجہ (۴۲۶۷) نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث (حسن) غریب ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اسے ترمذی نے حسن غریب اور ذہبی نے تلخیص المستدرک (۳۷۱/۱) میں صحیح کہا ہے۔
اس حدیث کی سند میں ابوسعید ہانی البربری (مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ) صدوق راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۲۶۶)
دوسرے راوی عبداللہ بن بکیر بن ربیعان ابو وائل القاص الصنعانی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہیں، لہذا حسن الحدیث ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال (۳۳۱۰) وغیرہ اور باقی سند صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: آخرت کی یاد کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے۔
- ۲: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔
- ۳: موت کو یاد کر کے اللہ کے خوف سے رونا خلفائے راشدین کی سنت ہے۔
- ۴: تکبر سے ہمیشہ دور رہ کر ساری زندگی عاجزی کے ساتھ گزارنی چاہئے۔
- ۵: اہل ایمان کا دل ہر وقت خوف اور امید کے درمیان رہتا ہے۔
- ۶: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عذاب قبر کو ثابت سمجھتے تھے اور اس سے مراد یہی زمینی قبر ہے۔

[۱۳۳] وعنه قال: كان النبي ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: ((استغفروا لأخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فإنه الآن يُسأل)).
رواه أبو داود.
اور انھی (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کھڑے ہو کر فرماتے: اپنے بھائی کے لئے استغفار (کی دعا) کرو، پھر اس کے لئے (سوال جواب کے وقت) ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کئے جائیں گے۔
اسے ابوداؤد (۳۲۲۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے (المستدرک و تلخیص المستدرک ۳۷۱ میں) صحیح کہا ہے۔
اس روایت کی سند پر حدیث سابق (۱۳۲) میں بحث گزر چکی ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: میت کے دفن کے بعد قبر پر انفرادی و اجتماعی دونوں طرح دعا کرنا صحیح ہے۔
- ۲: قبر میں سوال جواب برحق ہے۔

[۱۳۴] وعن أبي سعيد قال قال رسول الله ﷺ: ((لَيْسَ لَطُ عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُونَ تِنِينًا، تَنْهَسُهُ وَ تَلْدَغُهُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ لَوْ أَنَّ تِنِينًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا)) .
رواه الدارمي و روى الترمذي نحوه و قال : ((سبعون)) بدل ((تسعة و تسعون)) .
(سیدنا) ابوسعید (الخدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مقرر کئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک نوپتے ڈستے رہیں گے، اگر ان سانپوں میں سے کوئی (اس) زمین پر پھونک مار دے تو کسی قسم کا سبزہ کبھی نہ اُگے۔ اسے دارمی (۳۳۱/۱ ج ۲۸۱۸) نے روایت کیا ہے اور ترمذی (۲۴۶۰ مطولاً و قال: غریب) نے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے جس میں ننانوے کے بجائے ستر کا ذکر ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

دارمی والی سند میں دراج راوی ہیں جو صدوق حسن الحدیث ہیں، لیکن ابوالہیثم سے ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
(دیکھئے تقریب العہدیب: ۱۸۲۴، و سنن الترمذی: ۲۰۳۳ تحقیقی)

اور یہ روایت دراج نے ابوالہیثم سے بیان کر رکھی ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔
ترمذی والی سند میں عبید اللہ بن الولید اور عطیہ العوفی دونوں ضعیف ہیں۔
[تنبیہ: دراج کی ابوالہیثم سے روایت ضعیف نہیں بلکہ حسن ہوتی ہے۔ دیکھئے ج: ۲۲۲]
لہذا دارمی والی روایت حسن لذاتہ ہے۔ والحمد لله على اصلاح ذلك]



الفصل الثالث

[۱۳۵] عن جابر قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ إلى سعد بن معاذ حين توفي فلما صلى عليه رسول الله ﷺ ووضع في قبره وسوي عليه سبَّح رسول الله ﷺ فسبحنا طويلاً ثم كبر فكبرنا فقيل: يا رسول الله! لم سبحت ثم كبرت؟ قال: ((لقد تضايق علي هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عنه.)) رواه أحمد.

(سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب (سیدنا) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے پاس گئے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں (سیدنا سعد رضی اللہ عنہ) کو قبر میں رکھا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو کافی دیر تک رسول اللہ ﷺ تسبیحات (سبحان اللہ) پڑھتے رہے، پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے تسبیحات کیوں پڑھیں پھر تکبیر کیوں کہی؟ آپ نے فرمایا: اس نیک بندے پر (قبر میں) تنگی کی گئی، پھر اسے اللہ نے اُن سے دور کر دیا۔ اسے احمد (۳۶۰/۳ ج ۱۴۹۳۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کا راوی محمود بن عبد الرحمن بن عمرو مجہول ہے۔ مجہول وہ راوی ہوتا ہے جس کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ مجہول کی دو

قسمیں ہیں:

- ① وہ راوی جس کا شاگرد صرف ایک ہو اور معتبر ذریعے سے اس کا ثقہ ہونا معلوم نہ ہو۔ اسے مجہول العین بھی کہتے ہیں۔
- ② وہ راوی جس کے شاگرد ایک سے زیادہ ہوں اور معتبر ذریعے سے اس کا ثقہ ہونا معلوم نہ ہو۔ اسے مجہول الحال اور مستور بھی کہتے ہیں۔

قول راجح میں راوی مجہول العین ہو یا مجہول الحال (مستور) اس کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے۔

[۱۳۶] وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ : ((هذا الذي تحرك له العرش وفتح له أبواب السماء و شهده سبعون ألفاً من الملائكة لقد ضمَّ ضمةً ثم فرج عنه .)) رواه النسائي .

(سیدنا عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) جس کے لئے (رحمن کا) عرش ہل گیا تھا، آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کے (جنازے کے) لئے حاضری دی، اسے (قبر میں) جھٹکا دیا گیا پھر اسے متوقف کر کے ہٹا دیا گیا۔ اسے نسائی (۱۰۰۰/۴، ۱۰۱۰/۱ ح ۲۰۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

سنن نسائی کے علاوہ یہ روایت دلائل النبوة للبیہقی (۲۸/۴) میں بھی مذکور ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: ہر مرنے والے کے لئے قبر کا جھٹکا برحق ہے۔

۲: حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ ”هذه الضمة ليست من عذاب القبر في شيء بل هو أمر يجده المؤمن كما يجد ألم فقد ولده و حميمه في الدنيا و كما يجد ألم مرضه و ألم خروج روحه ...“ یہ جھٹکا (مومن کے لئے) عذاب قبر میں سے نہیں بلکہ یہ ایسے ہی ہے جس طرح مومن کو اپنی اولاد یا محبوب چیز کے گم ہونے کا دکھ ہوتا ہے اور جس طرح بیماری کی تکلیف اور روح نکلنے کا درد ہوتا ہے.... (سیر اعلام النبلاء ۲۹۰/۱)

پھر حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ہم جانتے ہیں کہ سعد (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور آپ عالی شان شہداء میں سے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۹۰)

۳: اس حدیث میں سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی زبردست فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ان کی شہادت پر پیار و محبت سے متحرک ہو کر ہل گیا تھا، اور ستر ہزار فرشتوں نے نماز جنازہ میں حاضری دی۔ سبحان اللہ

۴: آسمان کے کئی دروازے ہیں جنھیں اللہ ہی جانتا ہے۔

۵: ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پیشاب کے قطروں سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتے تھے۔

(دیکھئے دلائل النبوة للبیہقی ۳۰۷/۳ و سندہ ضعیف)

یہ روایت مجہول راوی اور منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

اس سلسلے کی دوسری ضعیف اور مردود روایتوں کے لئے دیکھئے مرعاة المفاتیح (ج ۱ ص ۲۳۲)

(سیدہ) اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے قبر کے اس فتنے (آزمائش) کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ جب آپ نے یہ بیان کیا تو مسلمان رونے لگے۔ بخاری نے اسی طرح بیان کیا ہے اور نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کا (بعض) کلام سمجھ نہ سکی، پھر جب لوگوں کا رونا ختم ہوا تو میں نے اپنے قریب والے آدمی سے پوچھا: اللہ تجھ پر برکتیں نازل فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے آخر میں کیا فرمایا ہے؟ اس نے کہا: (آپ نے فرمایا:) مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ فتنہ دجال کے برابر تمہیں قبروں میں آزما یا جائے گا۔

[۱۳۷] وعن أسماء بنت أبي بكر قالت: قام رسول الله ﷺ خطيباً فذكر فتنة القبر التي يفتن فيها المرء فلما ذكر ذلك ضحك المسلمون ضحكة. رواه البخاري هكذا و زاد النسائي: حالت بيني وبين أن أفهم كلام رسول الله ﷺ فلما سكنت صحتهم قلت لرجل قريب مني: أي بارك الله فيك! ماذا قال رسول الله ﷺ في آخر قوله؟ قال: ((قد أوحى إلي أنكم تفتنون في القبور قريباً من فتنة الدجال)).

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۷۳) سنن نسائی (۱۰۳/۴، ۱۰۴، ۱۰۶، ۲۰۶ ح ۲۰۶۳ و سندہ صحیح)

فقہ الحدیث:

- ۱: قبر کا فتنہ مثلاً قبر کا میت کو بھینچنا اور جھکا دینا برحق ہے۔
- ۲: کفار و منافقین کے لئے عذاب قبر برحق ہے۔ اسی طرح بعض گناہ گار مسلمانوں کو بھی قبر میں عذاب دیا جائے گا، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے کسی کو معاف فرما کر عذاب قبر سے بچالے۔
- ۳: صحابہ کرام چونکہ سب کے سب عادل (کلہم عدول) ہیں، لہذا اگر کسی صحیح و حسن حدیث کے راوی صحابی کا نام معلوم نہ ہو تو یہ مضرب نہیں ہے چاہے صحابی سے تابعی کی روایت عن سے ہو (بشرطیکہ وہ مدلس نہ ہو اور سماع بھی ثابت ہو) یا تابعی نے سماع کی تصریح کر رکھی ہو۔
- ۴: راوی سے روایت لینا تقلید نہیں ہے۔
- ۵: جمعہ و عیدین کے علاوہ عام خطبات بھی کھڑے ہو کر دینا بہتر ہے، جیسا کہ احادیث کے عموم سے ظاہر ہے اور عام خطبہ بیٹھ کر دینا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: ۵۳، ۴۷ و صوح حدیث صحیح)

[۱۳۸] وعن جابر عن النبي ﷺ قال :
 ((إذا أدخل الميت القبر مثلت له الشمس عند
 غروبها فيجلس يمسح عينيه ويقول : دعوني
 أصلي)) رواه ابن ماجه .
 (سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
 جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اسے غروب ہونے
 والے سورج کی تمثیل دکھائی جاتی ہے۔ پھر وہ آنکھیں ملتا ہوا
 اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھوڑو، میں نماز پڑھ لوں۔
 اسے ابن ماجہ (۴۲۷۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابن ماجہ وغیرہ کی سند میں سلیمان بن مهران الأعمش مشہور ثقہ مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے انھیں مدلسین کے
 طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات المدلسین مع الفتح لمبین ۲/۵۵ ص ۴۲، ۴۳)
 لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر نے بذاتِ خود اعمش کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کر کے کثیر التذلیس قرار دیا ہے۔
 دیکھئے التکت علی ابن الصلاح (۶۴۰/۲)

ایک روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اور میرے نزدیک ابن القطان (الفاسی) کی صحیح کردہ روایت معلول
 (ضعیف) ہے کیونکہ راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں ہوتا، چونکہ اعمش مدلس ہیں اور انھوں نے عطاء سے
 (اس روایت میں) اپنا سماع ذکر نہیں کیا۔ (التلخیص الحجیر ۳/۱۹، ۱۱۸۱، الفتح لمبین ص ۴۳)

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: ”وأما المدلسون الذين هم ثقاة وعدول فإننا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع
 فيما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي إسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقين (المتقين) وأهل الورع في
 الدين“ رہے وہ مدلسین جو ثقہ و عادل ہیں تو ہم (محدثین کرام) ان کی روایات سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ وہ اپنی روایتوں میں
 سماع کی تصریح کریں، جیسے (سفیان) ثوری، (سلیمان) الأعمش اور ابواسحاق (السدیعی) اور ان جیسے دوسرے متقی (متقن ثقہ) اور
 نیک دیندار امام.... (صحیح ابن حبان، الاحسان ج ۱ ص ۱۶۱)

ابن حبان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری، اعمش اور ابواسحاق السدیعی تینوں مدلسین کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں اور
 ان کی عن والی روایت بغیر تصریح سماع کے حجت نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان سے پہلے امام شعبہ بن الحجاج البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں: ”كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش
 وأبي إسحاق وقنادة“ تین آدمیوں کی تدلیس کے لئے میں کافی ہوں: اعمش، ابواسحاق اور قنادہ۔

(جزء مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسي ص ۴۷ و سندہ صحیح)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

اول یہ کہ اعمش، ابواسحاق اور قنادہ سے شعبہ کی روایت سماع پر محمول ہے۔

دوم ان تینوں کی معنعن روایت حجت نہیں ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: ”والأعمش مدلس لا يحتج بعنعنته إلا إذا صح سماعه ...“

اور اعمش مدلس ہیں، ان کی عن والی روایت حجت نہیں ہے، الا یہ کہ وہ تصریح سماع کریں۔ (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۲ ص ۷۲ تحت ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ نووی کے نزدیک بھی اعمش طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الفتح المبین (ص ۴۳)

جدید دور کے بعض محققین کا تحقیق میں عجیب طرزِ عمل ہے۔ ابوالزیر، حسن بصری اور بعض مدلسین کی معنعن روایات کو یہ لوگ ضعیف کہتے ہیں چاہے بعض روایات صحیحین میں سے ہی کیوں نہ ہوں! اور سفیان ثوری، سلیمان الاعمش اور قتادہ وغیرہ مدلسین کی روایات کو علانیہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس دوغلی پالیسی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں تاہم ان محققین کا یہ طرزِ عمل باطل ہے۔ یاد رہے کہ طبقات المدلسین کے طبقات کی تقسیم جدید و قدیم محققین میں سے کسی کو بھی من و عن قابل قبول نہیں ہے چاہے یہ محققین اہل حدیث میں سے ہوں یا غیر اہل حدیث میں سے۔

تدلیس کے سلسلے میں اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ بالا روایت کا ایک حسن لذاتہ شاہد صحیح ابن حبان میں موجود ہے جس میں آیا ہے کہ ”إن الميت إذا وضع في قبره ... فيجلس قد مثلت له الشمس وقد آذنت للغروب ... فيقول: دعوني حتى أصلي.“ (الاحسان: ۳۱۰۳، دوسرا نسخہ: ۳۱۱۳، الموارد: ۸۱، وسندہ حسن)

اس شاہد کے ساتھ روایت مذکورہ حسن ہے لیکن ”یمسح عينيه“ پھر وہ آنکھیں ملتا ہوا (اٹھ بیٹھتا ہے) کا کوئی صحیح شاہد نہیں ہے لہذا یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یقیناً جب میت کو قبر کی طرف لے جایا جاتا ہے تو

(ایمان دار) آدمی اپنی قبر میں بغیر خوف اور ڈر کے اٹھ بیٹھتا

ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تو کس حالت میں تھا؟ تو وہ جواب

دیتا ہے: میں اسلام میں (یعنی مسلمان) تھا۔ پھر پوچھا جاتا

ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آئے تو

ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اسے کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو

دیکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: اللہ کو (دنیا میں) کوئی بھی نہیں دیکھ

سکتا، پھر اس کی قبر میں جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھل جاتی

[۱۳۹] وعن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال :

((إن الميت يصير إلى القبر فيجلس الرجل في

قبره من غير فزع ولا مشغوب ثم يقال: فيم

كنت؟ فيقول: كنت في الإسلام. فيقال: ما هذا

الرجل؟ فيقول: محمد رسول الله جاءنا بالبينات

من عند الله فصدقناه، فيقال له: هل رأيت الله؟

فيقول: ما ينبغي لأحد أن يرى الله فيفرج له فرجة

قبل النار فينظر إليها يحطم بعضها بعضاً، فيقال له:

انظر إلى ما وراك الله ثم يفرج له فرجة قبل الجنة

فينظر إلى زهرتها وما فيها فيقال له: هذا مقعدك

ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! تجھے اللہ نے اس سے بچا لیا ہے۔ پھر اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی تروتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو یقیناً پر تھا، اسی پر تیرا خاتمہ ہوا اور ان شاء اللہ اسی پر تجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اور بُرا آدمی اپنی قبر میں خوف اور ڈر کا مارا اٹھ بیٹھتا ہے تو (اس سے) پوچھا جاتا ہے: تو کس حالت میں تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے وہی بات کہہ دی۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی تروتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! اللہ نے تجھے اس سے ہٹا دیا ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک پر زندہ تھا، اسی پر مر اور ان شاء اللہ تجھے اسی پر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اسے ابن ماجہ (۴۲۶۸، ۴۲۶۲) نے روایت کیا ہے۔

علی یقین کنت و علیہ مت و علیہ تبعث إن شاء اللہ تعالیٰ . و یجلس الرجل السوء فی قبره فرعاً مشغوباً فیقال : فیم کنت ؟ فیقول : لا أدري ! فیقال له : ما هذا الرجل ؟ فیقول : سمعت الناس یقولون قولاً فقلته ، فیفرج له قبل الجنة فینظر إلی زهرتها و ما فیها فیقال له : انظر إلی ما صرف اللہ عنک ، ثم یفرج له فرجة إلی النار فینظر إلیها یحطم بعضها بعضاً فیقال له : هذا مقعدک علی الشک کنت و علیہ مت و علیہ تبعث إن شاء اللہ تعالیٰ . ((رواہ ابن ماجہ .

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے محدث بوسیری نے بھی صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: قبر میں برزخی اعادہ روح برحق ہے۔

۲: دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو حالتِ بیداری میں نہیں دیکھ سکتا۔

۳: تقلید جائز نہیں ہے۔

۴: خمیث روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔

۵: عذابِ قبر برحق ہے اس کے لئے جو عذاب کا مستحق ہے اور اہل ایمان کے لئے اللہ کے فضل و کرم سے ثوابِ قبر (قبر کی نعمتیں) برحق ہے۔

۶: اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ کما یلیق بجلالہ و شانہ .

۷: اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ واضح نشانیاں لے کر آئے ہیں۔



باب الاعتصام بالكتاب والسنة کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب

الفصل الأول

[۱۴۰] عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: (سیده) عائشة (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ.)) نے فرمایا: جس نے ہمارے حکم (دین) میں ایسی بات نکالی جو اس میں موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔ متفق علیہ .

تخریج: صحیح بخاری (۲۶۹۷) صحیح مسلم (۱۷۱۸/۱۷)

فقہ الحلیہ:

۱: دین میں ہر وہ نئی بات جو قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں بدعت کہلاتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے جیسا کہ آنے والی حدیث (۱۳۱) میں ہے۔

۲: ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد میں حلقوں کی صورت میں کنکریوں پر سو دفعہ اللہ اکبر، سو دفعہ لا الہ الا اللہ اور سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ رہے تھے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں اس حرکت سے منع کر دیا۔ دیکھئے سنن الدارمی (ج ۱ ص ۲۸۷، ۲۸۸ ج ۲ ص ۲۱۰ و سندہ حسن)

اس روایت کو سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے راہ سنت (ص ۱۲۳)

۳: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من أحدث في ديننا ما ليس منه فهو رد.)) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔ (جزء من حدیث لوین: ۶۹ و سندہ صحیح، شرح النبی للبخاری: ۱۰۳، و سندہ حسن)

تنبیہ: حدیث لوین کا حوالہ المکتبۃ الشاملۃ سے لیا گیا ہے۔ (نیز دیکھئے جزء فیہ من حدیث لوین/مطبوع ۱۷ و سندہ صحیح)

۴: جو شخص کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور ہر قسم کی بدعات سے دور رہتا ہے تو یہ شخص صراطِ مستقیم پر گامزن اور کامیاب ہے۔

۵: مشہور تابعی امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلے گزرنے والے علماء فرماتے تھے کہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے میں

نجات ہے۔ (سنن الدارمی: ۹۷، سندہ صحیح)

۶: تابعی عبداللہ بن فیروز الدیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے پتا چلا ہے کہ دین کے خاتمے کی ابتدا ترک سنت سے ہوگی۔

(سنن الدارمی: ۹۸، سندہ صحیح)

یاد رہے کہ حجت ہونے کے لحاظ سے حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جیسا کہ سلف صالحین اور اصول حدیث سے ثابت ہے لہذا جو شخص صحیح حدیث کا تارک ہے وہ سنت کا بھی تارک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تارک سنت پر لعنت بھیجی ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (۲۱۵۴، سندہ حسن)

۷: جلیل القدر تابعی امام حسان بن عطیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے سنتیں اٹھالیتا ہے، پھر وہ سنتیں قیامت تک اُن کے پاس واپس نہیں آتیں۔ (سنن الدارمی: ۹۹، سندہ صحیح)

۸: مشہور جلیل القدر تابعی امام اور فقیہ ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ نے فرمایا: بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ (سنن الدارمی: ۱۰۱، سندہ صحیح)

۹: یاد رہے کہ شریعت میں بدعات کا تعلق اُن ایبادات سے ہے جن کا بغیر اولہ شرعیہ کے دین میں اضافہ کیا گیا ہے، رہی دنیاوی ایبادات تو ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حدیث ((أنتم أعلم بأمر دنیا کم)) تم دنیا کے معاملات زیادہ جانتے ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۶۳، دار السلام: ۶۱۲۸) کی رُو سے وہ تمام دنیاوی ایبادات جائز ہیں جن کے ذریعے سے شریعت پر کوئی زد نہیں آتی۔

۱۰: حمص شام کے تبع تابعین میں سے ثقہ امام ابو زرعہ یحییٰ بن ابی عمر السیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۸ھ) فرماتے ہیں: یہ کہا جاتا تھا کہ بدعتی کی توبہ اللہ قبول نہیں کرتا اور (دوسری بات یہ ہے کہ) بدعتی ایک بدعت چھوڑ کر اُس سے زیادہ بُری بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (کتاب البدع والنہی عنہا: ۱۴۴، سندہ حسن)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی بدعتی اپنی بدعت سے لوگوں کے سامنے توبہ کر لے تو پھر بھی کافی عرصے تک اسے زیر نگرانی رکھنا چاہئے، کیونکہ عام اہل بدعت کا یہی دستور ہے کہ وہ ایک بدعت سے نکل کر دوسری خطرناک بدعت سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أما بعد! بے شک بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ اعمال میں بدعت سب سے بُرا عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۴۱] وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ:

((أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمدٍ وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة)) رواه مسلم .

تصحیح: صحیح مسلم (۲۳/۸۶۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: تقریر سے پہلے (اور مسنون خطبے کے بعد) اما بعد کہنا سنت ہے۔
- ۲: حدیث رسول کی طرح کتاب اللہ (قرآن) کو حدیث کہنا قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔
مثلاً دیکھئے سورۃ الزمر آیت: ۲۳
- ۳: اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر قسم کی بدعت گمراہی، باطل اور مردود ہے۔
- ۴: جو عمل سنت سے ثابت ہو اور عوام میں جاری نہ ہو، پھر اس ثابت شدہ عمل کو دوبارہ جاری کر دیا جائے تو لغوی اعتبار سے اسے بدعت کہا جاسکتا ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے قول ”نعم البدعة هذه“ یہ اچھی بدعت ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۰۱۰) کا یہی مطلب ہے لیکن جس عمل کا کتاب و سنت اورادلہ شرعیہ میں کوئی ثبوت ہی نہ ہو تو اسے بدعت حسنہ قرار دینا غلط ہے۔ شریعت میں بدعت حسنہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔
- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہر بدعت گمراہی ہے۔ اگرچہ (بعض) لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں۔ (السنة للمروزی: ۸۲ و سندہ صحیح)
- ۵: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام)). جس نے کسی بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد دی۔ (الشریعة للأجری ص ۹۶۲ ج ۲۰۴ و سندہ صحیح)
- اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور شیخ البانی وغیرہ کا اسے ضعیف قرار دینا غلط ہے۔
ابو الفضل عباس بن یوسف الشکلی مقبول الروایہ راوی ہیں۔
- دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی (۲۳/۹۷۷) اور الوانی بالوفیات (۱۶/۳۷۷)
- ۶: مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد کو ایک بدعتی کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ (سنن الدارمی: ۳۹۸ و سندہ صحیح)
- ۷: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔
- (سنن الدارمی: ۳۹۹ و سندہ حسن، وقال الترمذی [۲۱۵۲]: ”حسن صحیح غریب“)
- ۸: ایک بدعتی نے امام ایوب بن ابی تمیمہ السخنی رحمہ اللہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں تو انھوں نے جواب دیا: آدھی بات بھی نہیں، اور انھوں نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔
- (سنن الدارمی: ۴۰۴ و سندہ صحیح، الشریعة للأجری ص ۹۶۳ ج ۲۰۴ و سندہ صحیح)
- ۹: مشہور ثقہ امام زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ صرف اہل سنت کو حدیث پڑھاتے تھے، فرماتے ہیں: ”نحدث أهل السنة“ ہم (صرف) اہل سنت کو حدیثیں سناتے ہیں۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۱۰۸، و سندہ صحیح)
- ۱۰: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے جن میں صرف ایک جنتی ہے اور باقی سارے فرقے جہنمی ہیں۔ اسے درج ذیل صحابہ کرام نے روایت کیا ہے:

۱: عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۲ وسندہ حسن)

۲: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (سنن ابی داؤد: ۴۵۹۷ وسندہ حسن)

۳: ابوامامہ رضی اللہ عنہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۳۲۱/۸ ج ۸۰۳۵ وسندہ حسن، السنن الکبیر للبیہقی ۱۸۸/۸، وسندہ حسن)

اس آخری روایت میں فرقہ ناجیہ السواد الاعظم کو قرار دیا گیا ہے اور حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں الجماعۃ کا لفظ ہے، ان سب سے مراد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی جماعتِ حقہ ہے اور یہی السواد الاعظم ہے۔

(نیز دیکھئے کتاب الشریعۃ الآجری ص ۱۲، ۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۷)

خیر القرون گزر جانے کے بعد شر القرون میں بعض مبتدعین کا اپنے آپ کو سواد اعظم قرار دینا اسی طرح غلط ہے جس طرح ایک صحیح العقیدہ مسلمان بہت سے گمراہوں کے اکثریتی علاقے میں رہ رہا ہو اور اکثریتی لوگ اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وتفترق أمتی علی ثلاث و سبعین فرقة)) اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

(سنن الترمذی: ۲۶۴۰ وقال: "حدیث حسن صحیح" وسندہ حسن و صحیح ابن حبان: ۱۸۳۴، والحاکم ۱۲۸/۱ علی شرط مسلم ووافقہ الذہبی!)

یہ تینوں یا چاروں روایتیں اپنے مفہوم کے ساتھ صحیح لغیرہ ہیں بلکہ بعض علماء نے تہتر فرقوں والی حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی (ص ۱۸ ج ۵)

فروق والی بعض روایات ذکر کرنے کے بعد امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: "رحم اللہ عبداً حذر هذه الفرق و جانب البدع و اتبع ولم يتتبع و لزم الأثر و طلب الطريق المستقیم و استعان بمولاه الکريم" اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے ان فرقوں سے ڈرایا اور بدعات سے دوری اختیار کی، اس نے اتباع کی اور بدعات کی پیروی نہیں کی، اس نے آثار کو لازم پکڑا اور صراطِ مستقیم طلب کی اور اپنے مولیٰ کریم (اللہ) سے مدد مانگی۔

(الشریعیہ ص ۱۸، دوسرا نسخہ ص ۲۰ قبل ج ۳۰)

[۱۶۲] وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

((أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم و مبتغ في الإسلام سنة الجاهلية و مطلب دم امرئ بغير حق ليهريق دمه .)) رواه البخاري .

(سیدنا عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تین آدمی ہیں: حرم میں الحاد کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا اور کسی آدمی کا ناحق خون بہانے کا طلب گار۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۶۸۸۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: حرم (مکہ یا مدینہ) کی بے حرمتی کرنے کو الحاد فی الحرم کہتے ہیں اور اسی طرح بے دینی، کفر اور مذہب سے بیزاری کو بھی الحاد کہا جاتا ہے۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۳۵۷)
- ۲: اس حدیث سے حریم کی فضیلت بھی واضح ہو رہی ہے۔
- ۳: بعض علماء نے کہا ہے کہ حرم میں بُرائی کے ارادے پر بھی سزا ملے گی جب کہ حرم سے باہر صرف بُرائی کے ارادے پر کوئی سزا و مواخذہ نہیں ہے۔
- ۴: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کوئی شخص (حرم سے دُور) عدن میں بھی ہو اور حرم میں الحاد کا ارادہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (مسند احمد ۱/۲۲۸ ح ۴۰۷۱ و سندہ حسن، صحیح الجامع ۲/۳۸۸۲ و افتح الذہبی)
- ۵: جاہلیت کے طریقوں میں سے کفر، شرک اور بدعت سب حرام کام ہیں۔ اس حدیث سے بدعت کی مذمت اور سنت کا اثبات ہوتا ہے۔
- مرعۃ المفاتیح میں میت پر جاہلیت کی طرح رونا پیٹنا، جوا، بدفالی اور نجومیوں کے پیشے وغیرہ کو جاہلیت کے طریقوں میں سے قرار دیا گیا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۳۸)
- ۶: دین اسلام میں کسی کا ناحق خون بہانا حرام ہے۔

[۱۴۳] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبلى.)) قيل: ومن أبلى؟ قال: ((من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبلى.)) رواه البخاري.

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے اُس شخص کے جس نے (داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔ پوچھا گیا: وہ کون ہے جو انکار کر دے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے (داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری (۷۲۸۰)

فقہ الحدیث:

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔

۲: رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار کرنے والا شخص جنت سے محروم رہے گا۔

۳: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

درج بالا حدیث اس آیت کی تصدیق و بیان ہے۔ والحمد للہ

۴: گناہ گار مسلمانوں کو نبی ﷺ کی اُمت سے خارج کرنا یا سمجھنا غلط ہے۔

۵: راجح یہی ہے کہ اُمت سے مراد اُمت اجابت ہے یعنی امت میں سے وہ لوگ جنت میں جائیں گے جنہوں نے نبی کریم ﷺ

کا سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور اسلام سے دور کرنے والے عقائد و اعمال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔

۶: ہر وقت سنت کا دامن مضبوطی سے تھامنا اور بدعات سے بچنا ضروری ہے۔

(سیدنا) جابر (بن عبد اللہ الانصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی ﷺ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آئے

اور کہا: تمہارے اس ساتھی کی ایک مثال ہے، وہ مثال بیان

کرو۔ بعض نے کہا: آپ سوئے ہوئے ہیں اور کچھ نے کہا:

آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا:

آپ کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور

اس میں دسترخوان بچھا کر (لوگوں کی طرف) ایک دعوت

دینے والا بھیجا۔ پھر جس نے دعوت دینے والے کی دعوت

قبول کی تو وہ گھر میں داخل ہو کر (اُس کے ساتھ) دسترخوان

میں سے کھائے گا اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو نہ گھر میں

داخل ہوگا اور نہ دسترخوان سے کھائے گا۔ پھر انہوں نے کہا:

اس مثال کی تشریح بیان کریں تاکہ آپ (ﷺ) سمجھ

جائیں۔ بعض نے کہا: آپ سوئے ہوئے ہیں اور کچھ نے کہا:

آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا: گھر

(سے مراد) جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد (ﷺ)

ہیں، پس جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی تو اس نے اللہ

کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی تو اس

[۱۴۴] وعن جابر قال: جاءت ملائكة إلى النبي

ﷺ وهو نائم، فقالوا: إن لصاحبكم هذا مثلاً،

فاضربوا له مثلاً. قال بعضهم: إنه نائم. وقال

بعضهم: إن العين نائمة والقلب يقظان. فقالوا: مثله

كمثل رجل بنى داراً وجعل فيها مأدبة وبعث داعياً

فمن أجاب الداعي دخل الدار و أكل من المأدبة

ومن لم يجب الداعي لم يدخل الدار ولم يأكل من

المأدبة. فقالوا: أولوها له يفقهها. قال بعضهم: إنه

نائم وقال بعضهم: إن العين نائمة والقلب يقظان.

فقالوا: الدار الجنة والداعي محمد فمَنْ أطاع

محمدًا فقط أطاع الله ومن عصى محمدًا فقد

عصى الله و محمد فرق بين الناس .

رواه البخاري.

نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد (ﷺ) لوگوں میں فرق (کرنے والے) ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تصحیح: صحیح بخاری (۷۲۸)

فقہ الحدیث:

- ۱: رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنا اصل میں قرآن مجید پر عمل کرنا ہی ہے۔
- ۲: انبیاء اور رسولوں کے خواب سچے ہوتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔
- ۳: نیند کی حالت میں آپ کے دل کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹا تھا اور نہ آپ عام آدمی کی طرح غفلت کی نیند سوتے تھے۔

یاد رہے کہ آپ کے علاوہ ہر انسان کا وضو سونے سے ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔
مثلاً دیکھئے سنن الترمذی (۹۶۱ و ۹۶۲) و قال: لهذا حدیث حسن صحیح
۴: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔

۵: لوگوں میں فرق اور جدائی کی وجہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مانتے ہیں، قرآن و حدیث کو دین اسلام تسلیم کرتے ہیں، وہ ایک امت ہیں اور ان کے مقابلے میں سارے کفار (اور شدید مبتدعین) ایک ملت ہیں۔ حق و باطل کا یہ معرکہ اور اسلام و کفر کا مقابلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

۶: نبی ﷺ کے پاس فرشتوں کا آنا اور ان کی یہ گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث بھی وحی ہے۔

۷: ”اس مثال کی تشریح بیان کریں تاکہ آپ (ﷺ) سمجھ جائیں“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔

۸: اگر کسی شخص میں اچھی خصلت ہو تو اس کی تعریف کی جاسکتی ہے، لیکن خوشامد اور چالپوسی جائز نہیں ہے۔

۹: یہ فرشتے کون تھے؟ ان کے نام معلوم نہیں ہیں۔ دیکھئے فتح الباری (۲۵۵/۱۳)

لیکن سنن الترمذی (۲۸۶۰) کی ایک منقطع روایت میں آیا ہے کہ یہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے۔ سعید بن ابی بلال نے جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات نہیں کی۔

(مطبوعہ دار السلام ۶۴۲)

معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس مسئلے میں سکوت بہتر ہے۔

تنبیہ: جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے نام قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ (دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۹۸)

اسرافیل علیہ السلام کا نام صحیح مسلم (۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰) میں مذکور ہے، لیکن موت کے فرشتے (ملک الموت) کا نام عزرائیل کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

کے بعد) فرمایا: تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے منہ پھیرا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۵۰۶۳) صحیح مسلم (۱۴۰۱/۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: ہمیشہ سنت پر عمل اور بدعات سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔
 - ۲: نبی ﷺ کی سنت سے جان بوجھ کر منہ پھیرنے والا آپ ﷺ کے طریقے کا مخالف ہے۔
 - ۳: دین اسلام میں رہبانیت اور کلیتاً ترک دنیا کا کوئی تصور نہیں ہے۔
 - ۴: رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث قیامت تک ہر دور میں حجت ہے۔
 - ۵: رسول اللہ ﷺ گناہوں سے بالکل معصوم ہونے کے باوجود کثرت سے عبادت کرتے تھے۔
 - ۶: بہتر سے بہتر عمل کی تلاش اور تحقیق میں مسلسل مصروف رہنا چاہئے۔
 - ۷: کتاب و سنت کے خلاف ہر بات کا رد کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔
 - ۸: اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے تو کوشش کر کے بڑے عالم کے پاس جا کر پوچھنا چاہئے۔
 - ۹: کتنا ہی بڑا عالم و زاہد ہو، اسے اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے، لہذا دین اسلام میں تقلید کا کوئی تصور نہیں ہے۔
 - ۱۰: یہ تین آدمی کون تھے؟ کسی صحیح حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔
- اس سلسلے میں فتح الباری (۱۰۴/۹، ۱۰۵) وغیرہ میں مذکور سارے اقوال غیر ثابت ہیں۔

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی تو کچھ لوگوں نے اس کام سے (ناپسندیدگی کی بنا پر) اعراض کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے خطبہ دیا پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ

[۱۶۶] وعن عائشة رضي الله عنها قالت: صنع رسول الله ﷺ شيئاً فرخص فيه فتنزه عنه قوم فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فخطب فحمد الله ثم قال: ((ما بال أقوام يتنزهون عن الشيء أصنعهُ؟ فوالله! إني لأعلمهم بالله و أشدهم له خشية.))

وہ ایسی چیز سے اجتناب کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں؟ اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کے بارے میں جاننے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ متفق علیہ

تشریح: صحیح بخاری (۶۱۰۱) صحیح مسلم (۲۳۵۶/۱۲۷)

فقہ الحدیث:

۱: رسول اللہ ﷺ کی سنت بہترین نمونہ زندگی ہے جسے ہر وقت خوشی اور محبت سے اپنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہئے۔

۲: قرآن و حدیث کی مخالفت اور بدعات کی پیروی سے ہر وقت بچنا ضروری ہے۔

۳: دربار الہی میں صرف وہی عمل معتبر و مقبول ہے جس پر قرآن و حدیث کی مہر ثبت ہو۔

۴: آپ نے کون سا کام کیا تھا؟ اس کے بارے میں مولانا عبد اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ظاہر ہے اس سے مراد رات کے بعض حصے میں نیند کرنا اور بعض دنوں میں نفل روزے نہ رکھنا ہے، آپ نے شادیاں بھی کیں۔ (دیکھئے مرعاة المفاتیح ج ۱ ص ۲۲۲) واللہ اعلم

۵: کتاب و سنت کے خلاف امور کا خلبے میں علانیہ رد کرنا مسنون ہے، لیکن خاص آدمی کا نام لینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ نبی ﷺ نے امت سے محبت اور رحمت للعالمین ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ بات کا رد تو فرمادیا، لیکن خلبے میں اپنے ان صحابہ کا نام نہیں لیا جنہوں نے اجتہادی لغزش کی وجہ سے مسنون کام سے اجتناب کرنے کا اظہار کیا تھا۔

داعی کو یہ طریقہ عمل ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

۶: بعض اوقات موقع کی مناسبت سے صراحت کے بجائے اشارے کنایے میں سمجھایا جاسکتا ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین فی الحدیث

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۰/۵۱۳۱۰ باب من لم یوجب الناس بالعتاب)

۷: دنیا کا کوئی آدمی بھی رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتا چاہے کتنے ہی نیک اعمال کرے اور علم کا کتنا ہی بڑا پہاڑ بن جائے، کجایہ کہ وہ آپ ﷺ سے بڑھ جائے؟ ایسا تصور سرے سے باطل اور محال ہے۔

یہاں پر بطور رد عرض ہے کہ ایک شخص نے لکھا ہے: ”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور...“

عرض ہے کہ اس شخص کا عقیدہ باطل اور مردود ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ امتیوں کے مساوی (برابر) ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کجایہ کہ بڑھ جانے کا دعویٰ کر دیا جائے!

اہل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری امت بلکہ ساری کائنات کے علوم و اعمال مل کر بھی نبی ﷺ کے علوم و اعمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو بہت لمبی عمر مل جائے اور وہ نیکیوں کے انبار لگا دے تو وہ نبی ﷺ کے کسی عام صحابی کے درجے تک بھی

نہیں پہنچ سکتا۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لو وزن إيمان أبي بكر بإيمان أهل الأرض لرجح به.“
 اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا ساری زمین والوں کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ان (سیدنا ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ) کا ایمان بھاری ہوگا۔ (الشيخ عبداللہ بن احمد بن حنبل قلمی ص ۲۹ ج ۸۲۱، مطبوع ۳۷۸۱ و سندہ حسن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا چاہئے کیونکہ بندہ ذرہ سی گستاخی سے بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ رب العالمین کے غضب اور ابدی عذاب کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ (آمین)

۸: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے سے کبھی شرمانا نہیں چاہئے، جو کہ احادیث کی صورت میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ بعض ملحدین اور بے دین لوگ داڑھی اور ٹخنوں سے اوپر ازار پر اعتراضات اور طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں، ایسے اعتراضات اور طعن و تشنیع سے قطعاً گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہونا چاہئے۔

۹: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔

۱۰: اگر سنت میں کسی بات کی رخصت موجود ہے تو خواجواہ تشدد نہیں کرنا چاہئے۔ بعض لوگ تصوف کے جال میں پھنس کر مصنوعی پرہیزگاری پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ سخت گرمیوں کی دھوپ میں اور سخت سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں بیٹھے رہتے ہیں۔

اس طرح کے سارے اعمال خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

(سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ طیبہ) تشریف لائے اور لوگ کھجور کے درختوں کی پیوند کاری کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم اسی طرح کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو! لوگوں نے پیوند کاری چھوڑ دی تو اس سال (کھجوری) فصل تھوڑی ہوئی۔ لوگوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں تو ایک بشر ہوں، اگر میں تمہیں دین کا کوئی حکم دوں تو اسے لے لو اور اگر اپنی رائے سے کوئی بات کروں تو میں ایک بشر ہوں۔
 اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۴۷] وعن رافع بن خديج قال: قدم نبي الله صلی اللہ علیہ وسلم وهم يؤبسون النخل فقال: ((ما تصنعون؟)) قالوا: كنا نصنعه. قال: ((لعلكم لو لم تفعلوا كان خيرا.)) فتركوه فنقصت. قال: فذكروا ذلك له فقال: ((إنما أنا بشر، إذا أمرتكم بشيء من أمر دينكم فخذوا به و إذا أمرتكم بشيء من رأيي فإنما أنا بشر.)) رواه مسلم.

تشریح: صحیح مسلم (۲۳۶۲/۴۰)

فقہ الحدیث:

- ۱: رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں، صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے اور یہ اس کی صفتِ خاصہ ہے۔
- ۲: دین میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے، لہذا ثابت ہوا کہ حدیثِ حجت ہے۔
- ۳: اُمتِ مسلمہ میں بڑے سے بڑا عالم ہو یا مجتہد اس کی ہر رائے اور ہر اجتہاد پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔
- ۴: تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔
- ۵: بعض دنیاوی علوم کا معلوم نہ ہونا علوشان کے منافی نہیں ہے۔
- ۶: دنیاوی امور میں لوگوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں بشرطیکہ ان کا عمل کسی دینی حکم کے مخالف نہ ہو۔
- ۷: سیدہ عائشہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أنتم أعلم بأمر دنیاکم)) تم دنیاوی امور زیادہ جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶۳، دارالسلام: ۶۱۲۸)
- ۸: اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے، لہذا کسی مجتہد کی اطاعت واجب نہیں ہے۔
- ۹: رسول اللہ ﷺ ہدایت کا نور ہونے کے باوجود بشر ہیں۔
- ۱۰: رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ پھر مدینہ تشریف لانے کا کیا مطلب ہے؟

(سیدنا) ابو موسیٰ (عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور اللہ نے جو دین مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک قوم کے پاس آ کر کہتا ہے: اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے (جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے) میں واضح ڈرانے والا ہوں، بچ جاؤ بچ جاؤ! اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مانی، وہ راتوں رات نکل کر اپنے محفوظ ٹھکانوں پر پہنچ گئے تو (دشمنوں سے) بچ گئے۔ ایک گروہ نے اسے جھوٹا سمجھا اور اپنے گھروں میں رات گزاری تو صبح کو وہ لشکر پہنچ گیا جس نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ مثال ان کی ہے جنھوں نے میری اطاعت کی اور میرے لائے ہوئے دین پر عمل کیا (تو وہ نجات پا گئے) اور

[۱۴۸] وعن أبي موسى قال قال رسول الله ﷺ: ((إنما مثلي ومثل ما بعثني الله به كمثل رجل أتى قوماً فقال: يا قوم! إنني رأيت الجيـش بعيني و إنني أنا النذير العريان! فالنجاء النجاء . فأطاعه طائفة من قومه فأدلجوا فانطلقوا على مهلهم فنجوا و كذبت طائفة منهم فأصبحوا مكانهم فصبّحهم الجيـش فأهلكهم واجتاحهم . فذلك مثل من أطاعني فاتبع ما جئت به ومن عصاني و كذب ما جئت به من الحق .)) متفق عليه .

جنھوں نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے دین
حق کو جھوٹا سمجھا (تو وہ تباہ ہو گئے۔) متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۷۲۸۳) صحیح مسلم (۲۲۸۳/۱۶)
فقہ الحدیث:

- ۱: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
- ۲: سچے راوی کی بیان کردہ خبر واحد حجت ہے۔
- ۳: تبلیغ دین کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ان مثالوں سے کسی دینی حکم کی مخالفت نہ ہو۔
- ۴: قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے والے لوگ آسمانی عدالت اور آخری زندگی میں تباہ و برباد ہوں گے اور (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) عذاب میں رہیں گے۔

[۱۴۹] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :
((مثلي كمثل رجل استوقد ناراً فلما أضاءت ما
حولها جعل الفراش و هذه الدواب التي تقع في
النار يقعن فيها و جعل يحجز هن و يغلبنه فيتقحمون
فيها فأنا أخذ بحجزكم عن النار و أنتم تقحمون
فيها .)) هذه رواية البخاري و لمسلم نحوها و قال
في آخرها: قال: ((فذلك مثلي و مثلكم، أنا أخذ
بحجزكم عن النار: هلم عن النار! هلم عن النار!
فتغلبوني . تقحمون فيها .)) متفق عليه.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے
آگ جلائی پھر جب اس کے ارد گرد روشنی ہو گئی تو پتنگے وغیرہ
جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنے لگے۔ وہ آدمی انھیں
دور ہٹانے لگا لیکن وہ اس پر غالب آ کر آگ میں زبردستی
گرنے لگے۔ میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے
ہٹا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں زبردستی گرتے جا رہے ہو۔
یہ (صحیح) بخاری (۶۲۸۳) کی روایت ہے اور (صحیح) مسلم
(۲۲۸۳/۱۸) میں اسی طرح روایت ہے جس کے آخر میں آیا
ہے کہ یہ میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ
پکڑ کر آگ سے ہٹا رہا ہوں۔ آگ سے پرے ہٹ جاؤ،
آگ سے پرے ہٹ جاؤ! مگر تم زبردستی اس میں گر رہے
ہو۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۶۲۸۳) صحیح مسلم (۲۲۸۳/۱۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
- ۲: صرف دین اسلام پر عمل کرنے میں ہی پوری انسانیت کی نجات ہے۔
- ۳: مناسب مثالوں کے ذریعے سے اپنی بات سمجھانا جائز ہے۔
- ۴: ثقہ راوی کی زیادت (روایت میں اضافہ) حجت ہے۔
- ۵: اگر ایک صحیح روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہوں اور دوسری روایت میں وہ الفاظ موجود نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، اضافے کا ہی اعتبار کرنا چاہئے۔
- ۶: حدیث حجت ہے۔
- ۷: خبر واحد حجت ہے۔

(سیدنا) ابو موسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس زیادہ بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برستی ہے تو زمین کا ایک اچھا ٹکڑا اس پانی کو جذب کر لیتا ہے پھر اس میں بہت سی گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ زمین کے بعض ٹکڑے سخت ہوتے ہیں جو پانی کو جمع کر لیتے ہیں پھر اللہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ اسے پیتے اور پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ زمین کا ایک حصہ چٹیل میدان کی طرح ہوتا ہے جو نہ پانی روکتا ہے اور نہ اس میں کوئی سبزہ اُگتا ہے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جسے اللہ نے دین میں تفقہ دیا اور جو دین میں لایا ہوں اُس سے نفع پہنچایا تو اس آدمی نے علم سیکھا اور علم سکھایا۔ اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے دین پر کوئی توجہ نہ دی اور اللہ نے جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا ہے اسے قبول نہ کیا۔ متفق علیہ

[۱۵۰] وعن أبي موسى قال قال رسول الله ﷺ: ((مثل ما بعثني الله به من الهدى والعلم كمثل الغيث الكثير أصاب أرضاً فكانت منها طائفة طيبة قبلت الماء فأنبتت الكلاً والعشب الكثير وكانت منها أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصاب منها طائفة أخرى إنما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلاً فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه ما بعثني الله به فعلم وعلم ومثل من لم يرفع بذلك رأساً ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به.)) متفق عليه .

تشریح: صحیح بخاری (۷۹) صحیح مسلم (۲۲۸۲/۱۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: دو قسم کے لوگ فائدے میں ہیں:
- قرآن و حدیث کو یاد کر کے اس کی تعلیم دینے والے اور قرآن و حدیث کے تفقہ (سوجھ بوجھ) کے ذریعے سے دین اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے۔
- ۲: صحیح العقیدہ عالم کو عام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے بشرطیکہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والا ہو، ریاکار اور لالچی نہ ہو۔
- ۳: مسلمان بھائیوں سے تعاون کرنا اور ان کے کام آنا اہل ایمان کی نشانی ہے۔
- ۴: تفقہ سے مراد فہم سلف صالحین کی روشنی میں قرآن، حدیث اور اجماع پر عمل ہے۔ کتاب و سنت کی مخالفت کرنے والے بعض اہل الرائے اپنے آپ کو فقیہ سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ وہ فقہ و تفقہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔
- امام بخاری کے استاذ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”التفقه فی معانی الحدیث نصف العلم، و معرفة الرجال نصف العلم“ حدیث کے مفہوم کا تفقہ آدھا علم ہے اور اسماء الرجال کی پہچان آدھا علم ہے۔
- (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۳۲ ح ۲۲۲ و سندہ صحیح)
- ولید بن حماد اللؤلؤی نامی ایک فقیہ گزرے ہیں جنہیں حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۲۶/۹) میں ذکر کیا ہے۔ ان کے بارے میں ابو جعفر محمد بن عبید بن عتبہ الکوئی (ثقة صدوق) فرماتے ہیں: ”وکان من البگائین، ثقة فقیہ، لا یفتی بالرأی“ وہ کثرت سے رونے والوں میں سے تھے، ثقة فقیہ تھے، رائے سے فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۱ ص ۱۲ ح ۹، و سندہ صحیح)
- افسوس ہے ان لوگوں پر جو کتاب و سنت کا علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قرآن و حدیث کے خلاف رائے پرفتوے دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ”فقیہ“ سمجھ بیٹھے ہیں!
- ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان ((رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي)) اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے، پڑھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۸۷۴، سنن النسائی: ۱۰۷۰، سنن ابی داؤد الطیالسی: ۴۱۶، و سندہ صحیح)
- تنبیہ: نبی کریم ﷺ گناہوں سے بالکل پاک اور معصوم ہیں۔ آپ یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے پڑھتے تھے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میرے اور گناہوں کے درمیان پردہ ڈال دے۔
- (دیکھئے میری کتاب الاتحاف الباسم فی تحقیق موطأ امام مالک روایۃ عبدالرحمن بن القاسم ح ۴۸۳)
- جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی امام کھول تابعی رحمہ اللہ دو سجدوں کے درمیان ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاَرْحَمْنِيْ وَاَجْبِرْنِيْ وَاَرْزُقْنِيْ“ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے مضبوط کر دے اور مجھے رزق عطا فرما، پڑھتے تھے۔
- (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ جدیدہ محقق ج ۲ ص ۵۳۴ ح ۸۹۲۲، و سندہ صحیح)
- اس کے برعکس محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب کتاب ”الجامع الصغیر“ میں لکھا ہوا ہے: ”و كذلك بين السجدين يسكت“ اور اسی طرح دو سجدوں کے درمیان خاموش رہے گا۔ (ص ۸۸)

اس پرحاشیے میں عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”ہذا مخالف لما جاء في الأخبار الصحاح ...“ جو صحیح احادیث میں آیا ہے یہ اس کے مخالف ہے۔! (شرح الجامع الصغیر ص ۸۸)

[۱۵۱] وعن عائشة قالت: تلا رسول الله ﷺ: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ وقرأ إلى: ﴿وَمَا يَدْكُرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ قالت قال رسول الله ﷺ: ((فإذا رأيت)) وعند مسلم: ((رأيتم - الذين يتبعون ما تشابه منه فأولئك الذين سَمَّاهم الله فاحذروهم .)) متفق عليه .

(سیدہ) عائشہ (صدیقہ فخریہؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ [وہ وہی ذات ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں محکم آیات ہیں] سے لے کر ﴿وَمَا يَدْكُرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [عقل مندوں کے علاوہ کوئی بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (ال عمران: ۷۰)] تک تلاوت فرمائی۔ (پھر) آپ نے فرمایا: اگر تو ان لوگوں کو دیکھے اور مسلم کی روایت کے مطابق تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ (آیات) کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے بچو، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے۔ متفق علیہ

تفسیر: صحیح بخاری (۲۵۴۷) صحیح مسلم (۲۶۶۵)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اُمت میں بدعتی (مثلاً خوارج وغیرہ) لوگ پیدا ہوتے رہیں گے، لیکن ان سے بچنا ضروری ہے۔

۲: محکم اس آیت کو کہتے ہیں جو ظاہر اور واضح ہو، اُس میں کسی تاویل کی ضرورت نہ ہو، مثلاً حلال و حرام، وعدہ و وعید، عذاب و ثواب اور امر و نہی وغیرہ۔

متشابہ اس آیت کو کہتے ہیں جس میں مختلف معانی کا احتمال ہو، مثلاً حروف مقطعات وغیرہ۔ دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری (۳/۱۱۳، ۱۱۸) اور فتح الباری (۲۱۰/۸، ۲۱۱، ۲۱۲) ح ۲۵۴۷

۳: بعض اہل بدعت یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا، آسمان دنیا پر نازل ہونا اور آیات صفات وغیرہ متشابہات میں سے ہیں، اہل بدعت کا یہ دعویٰ مردود ہے اور سلف صالحین سے بھی ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

۴: کتاب و سنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو راسخ فی العلم علماء یعنی ثقہ و صدوق سلف صالحین سے ثابت ہے۔

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جنہوں نے ایک آیت کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ رسول ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۵۲] وعن عبد اللہ بن عمرو قال: هجرت إلى رسول اللہ ﷺ يوماً، قال: فسمع أصوات رجلين اختلفا في آية فخرج علينا رسول اللہ ﷺ يعرف في وجهه الغضب فقال: ((إنما هلك من كان قبلكم باختلافهم في الكتاب)). رواه مسلم.

تخریج: صحیح مسلم (۲۶۶۶)

فقہ الحدیث:

- ۱: قرآن مجید کے بارے میں اپنی رائے سے ایسا اختلاف کرنا جائز نہیں ہے جس سے جھگڑا اور باہمی نفرت پیدا ہو بلکہ آیات کے مفہوم کو احادیث اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق حل کرنا، سمجھنا اور عمل کرنا چاہیے۔
- ۲: آیات سے ایسا استدلال جو کفر و شرک یا بدعت کی طرف لے جائے حرام ہے۔
- ۳: کتاب و سنت کے منافی امور پر غیظ و غضب کا اظہار جائز ہے۔
- ۴: گمراہی کی اصل جڑ یہ ہے کہ کتاب و سنت کی غلط تاویل کر کے سلف صالحین کے خلاف استدلال کیا جائے یا کتاب و سنت کا ہی انکار کر دیا جائے۔

(سیدنا) سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں پوچھا جو حرام نہیں ہوئی تھی، پھر اس کے پوچھنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔ متفق علیہ

[۱۵۳] وعن سعد بن أبي وقاص قال قال رسول الله ﷺ: ((إن أعظم المسلمين في المسلمين جرماً من سأل عن شيء لم يحرم على الناس فحرم من أجل مسألته)). متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۷۲۸۹) صحیح مسلم (۲۳۵۸/۱۳۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: جس چیز کی ممانعت یا حرام ہونے کا ذکر کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت نہیں ہے تو ایسے دنیاوی امور میں اصل یہ ہے کہ یہ

- چیزیں مباح ہیں الا یہ کہ شریعت میں اس کی ممانعت وارد ہو۔ دیکھئے فتح الباری (۲۶۹/۱۳)
- ۲: فضول سوالات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- ۳: اس حدیث کا تعلق عہد نبوی یعنی دور نزول وحی کے ساتھ ہے۔
- ۴: ایسا کام کرنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو حرام ہے۔
- ۵: مسئلہ پوچھتے وقت مفاد عامہ کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔
- ۶: سیاق و سباق اور حالات کے لحاظ سے بعض اوقات معمولی لغزش بھی بہت سنگین جرم بن جاتا ہے۔

[۱۵۴] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے کذاب دجال ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے سنی ہوں گی، خبردار! ان سے بچ جانا، یہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

((يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَيَأْكُمُ وَيُيَاهِمُ، لَا يَضِلُّوكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ.)) رواه مسلم .

تصريح: صحیح مسلم (۷)

فقہ الحدیث:

۱: ایسی بے سند حدیثیں جو محدثین کی کتابوں میں نہیں ہیں، پیش کرنے والے لوگ اس حدیث کے مخاطب ہیں مثلاً:

”من عرف نفسه فقد عرف ربه“

”لا جمعة إلا بخطبة“

”لولاك لما خلقت الافلاك“

اور ”أول ما خلق الله نوري“ وغیرہ قسم کی روایات۔

۲: اہل بدعت کی بنیادی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ یہ لوگ موضوع، بے اصل اور بے سند قسم کی روایتیں بطور حجت

پیش کرتے رہتے ہیں۔ ۳: اہل بدعت سے دور رہنا اور بچنا ضروری ہے۔

۴: اس حدیث میں تمہارے سے مراد محدثین کرام (اہل حدیث) ہیں، لہذا اس حدیث میں اہل حدیث کی فضیلت ہے۔

۵: جھوٹی اور بے اصل حدیثیں بیان کرنا حرام ہے۔ ۶: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور بہت بڑا جرم ہے

جس کے بارے میں بعض محدثین کی تحقیق ہے کہ ایسا کرنے والے کی تو بہ دنیا میں قبول نہیں کی جائے گی۔

۷: احادیث گھڑنے والا کذاب و دجال ہے، موجودہ دور میں بھی بعض لوگ اپنی خطابت کو چمکانے کے لئے احادیث گھڑ لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ

[۱۵۵] وعنه قال : كان أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام . فقال رسول الله ﷺ : ((لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم و قولوا : ﴿ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا ﴾ الآية . رواه البخاري .

انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے اور مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کی تشریح بیان کرتے تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو اور کہو: ﴿ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا ﴾ الآية ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف بھیجا گیا ہے اُس پر ایمان لائے۔ آخر آیت تک۔

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۷۵۴۶)

فقہ الحدیث:

- ۱: اہل کتاب سے مراد یہودی ہیں جو عبرانی زبان والی تورات کو مانتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں کے پاس تورات اور ان کی مذہبی کتابوں کی صحیح متصل سند موجود نہیں ہے، لہذا یہ لوگ اندھیروں میں سرگرداں بھٹک رہے ہیں۔
- ۲: اہل کتاب کی جو روایت کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو تو اسے بیان کرنا جائز ہے۔
- ۳: مشکل معاملات جن میں فیصلہ نہ ہو سکے، ان کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے۔
- ۴: کتاب و سنت کے خلاف رائے پیش نہیں کرنی چاہیے۔
- ۵: قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا جائز ہے، بشرطیکہ کتاب و سنت، اجماع اور سلف صالحین کے فہم کو مد نظر رکھا جائے۔
- ۶: اہل حق کے مخالفین کی کتابیں پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ پڑھنے والا عالم بالحق ہو اور اس کا مقصود حق کا دفاع اور باطل کا رد ہو۔

[۱۵۶] وعنه قال قال رسول الله ﷺ : ((كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع .)) رواه مسلم .

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۵)

فقہ الحدیث:

۱: صرف صحیح روایات بطور استدلال بیان کرنی چاہئیں۔

۲: ضعیف و مردود روایات بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

۳: زندگی گزارنے کا یہ اصول ہونا چاہیے کہ آدمی ہر وقت احتیاط اور تحقیق سے کام لے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ پنجابی زبان کے محاورے ”لائی لگ“ کی طرح ہر سنی سنائی بات کے پیچھے دوڑتا پھرے اور پھر ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے۔

۴: حدیث حجت ہے۔

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھ سے پہلے جو بھی نبی بھیجا ہے تو اس (نبی) کی اُمت میں اُس کے حواری ہوتے تھے جو اس کی سنت پر چلتے اور حکم پر عمل کرتے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیچھے رہ جاتے تھے جو وہ کہتے اُس پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا، لہذا جس نے اپنے ہاتھ کے ساتھ ان سے جہاد کیا تو وہ شخص مومن ہے اور جس نے اپنی زبان کے ساتھ اُن سے جہاد کیا تو وہ (بھی) مومن ہے اور جس نے دل کے ساتھ (انھیں برا سمجھتے ہوئے) جہاد کیا (یعنی ان سے نفرت کی) تو وہ (بھی) مومن ہے۔ اس سے نیچے رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان نہیں ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۵۷] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له في أمته حواريون و أصحاب يأخذون بسنته و يقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون و يفعلون ما لا يؤمرون فمن جاهدهم ببدنهم فهو مؤمن و من جاهدهم بلسانهم فهو مؤمن و من جاهدهم بقلبه فهو مؤمن و ليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل)) رواه مسلم .

تخریج: صحیح مسلم (۵۰، ترقیم دار السلام: ۱۷۹)

فقہ الحدیث:

۱: نبی ﷺ کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۲: جہاد صرف قتال کا نام نہیں بلکہ اس کی کئی اقسام ہیں، مثلاً حق کی دعوت دینا، اہل بدعت اور گمراہوں کا رد کرنا بھی جہاد ہے۔

۳: بدعات سے اجتناب ضروری ہے۔

- ۴: ایمان کے کئی درجے ہیں، کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی رائی کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔
- ۵: اپنی پوری استطاعت کے مطابق نصرت کرنے والے مخلص ترین ساتھی کو حواری کہتے ہیں۔
- ۶: قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے والے لوگ گمراہ ہیں۔
- ۷: کفار، مشرکین اور مبتدعین سے نفرت کرنا جزو ایمان ہے۔
- ۸: صحیح حدیث شرعی حجت ہے۔
- ۹: منافقت اور دوغلی پالیسی حرام ہے۔
- ۱۰: دین میں ایسے کاموں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جن کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے سے سوائے رسوائی اور ناکامی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۵۸] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من دعا إلى هدى كان من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً. ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً.)) رواه مسلم.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسے ان لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جو اس ہدایت پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اسے ان لوگوں کے برابر گناہ ملے گا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح مسلم (۲۶۷/۱۶)

فقہ الحدیث:

- ۱: کتاب و سنت کی طرف دعوت دینا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔
- ۲: جو شخص کوئی بُرائی ایجاد کرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں اس وقت تک گناہ ہی گناہ درج ہوتے رہتے ہیں، جب تک لوگ اس بُرائی پر عمل کرتے رہتے ہیں۔
- ۳: ہر وقت اسی بات میں مصروف رہنا چاہیے کہ میرا عمل کتاب و سنت کے مطابق رہے، کہیں کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو جائے۔
- ۴: بدعات سے اجتناب ضروری ہے۔

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام شروع میں اجنبی تھا اور پہلے کی طرح دوبارہ اجنبی ہو جائے گا، لہذا اجنبیوں کے لئے خوش خبری ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۵۹] وعنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((بدأ الإسلام غريباً و سيعود كما بدأ فطوبى للغرباء.)) رواه مسلم .

تصريح: صحیح مسلم (۱۲۵/۲۳۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: ہر وقت حق پڑھے رہنا چاہیے اگرچہ باقی ساری دنیا بھی حق کے مخالف ہو جائے۔
 - ۲: دین اسلام اور حق کے مخالفین کی کثرت سے کبھی نہیں گھبرانا چاہیے، کیونکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد والے دور کے علاوہ دنیا میں ہمیشہ اہل ایمان اور اہل حق کی تعداد تھوڑی رہے گی۔
 - ۳: جن لوگوں کو اس حدیث میں غرباء (اجنبی) کہا گیا ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: ((ناس صالحون قليل في ناس سوء كثير، من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم.)) بہت زیادہ بُرے لوگوں میں (رہنے والے) تھوڑے سے نیک لوگ ہیں، ان کی اطاعت کرنے والوں کے مقابلے میں نافرمانی کرنے والے زیادہ ہوں گے۔
- (کتاب الزہد للامام عبداللہ بن المبارک: ۷۷۵ء سندہ حسن)
- معلوم ہوا کہ غرباء سے وہ صحیح العقیدہ متبعین کتاب و سنت مراد ہیں جن کی مخالفت کرنے والے اکثریت میں ہوتے ہیں، اس سے کوئی خاص پارٹی یا جماعت مراد نہیں ہے۔

انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینے کی طرف اس طرح سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ (بل) میں داخل ہو جاتا ہے۔ متفق علیہ

[۱۶۰] وعنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((إن الإيمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها.)) متفق عليه .

ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ((ذروني ما تركتكم.)) کتاب المناسک (ح ۲۵۰۵) میں، معاویہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی دو حدیثیں ((لا يزال من أمتي)) (ح ۶۲۷، ۵۵۰) اور ((لا يزال طائفة من أمتي)) (ح ۶۲۸) میں ذکر کریں گے۔

وسندکر حدیث ابي هريرة: ((ذروني ما تركتكم)) في كتاب المناسك و حدیث معاویة و جابر: ((لا يزال من أمتي)) و [الآخر]: ((لا يزال طائفة من أمتي)) في باب: ثواب هذه الأمة إن شاء الله تعالى.

تشریح: صحیح بخاری (۱۸۷۶) صحیح مسلم (۲۳۳/۱۴۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے ایک دور ایسا بھی آئے گا جب ہر طرف گمراہی اور کفر کا دور دورہ ہوگا، لیکن مدینہ طیبہ اس فتنے سے محفوظ رہے گا۔
- ۲: قیامت تک ہر دور میں امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔
- ۳: تشبیہ کے لئے مشبہ بہ اور مشبہ کا ہر صفت میں ایک ہونا ضروری نہیں ہے۔
- ۴: دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔
- ۵: بعض علماء کے نزدیک مدینہ و مکہ دونوں شہر اور حجاز کا علاقہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اعلم
- ۶: مومن کو ہر وقت اپنا ایمان بچانے کی فکر میں رہنا چاہیے۔
- ۷: سانپ سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سانپ اگر اپنے سوراخ (بل) میں داخل ہو جائے تو اس کے دشمن ناکام رہتے ہیں، اسی طرح دجال و کفار مدینہ طیبہ پر قبضے میں ناکام رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اہل مدینہ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا۔



الفصل الثاني

ربیعہ الجرشى (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آنے والا آیا پھر آپ سے کہا گیا: آپ کی آنکھ سو جائے، کان سُنے اور دل یاد کر لے۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا: میری آنکھ سو گئی، میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد کر لیا۔ مجھے کہا گیا: کسی سردار نے ایک گھر بنایا پھر اس میں دسترخوان بچھایا اور (لوگوں کی طرف) ایک دعوت دینے والا بھیجا، پس جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ گھر میں داخل ہوا، دسترخوان سے کھایا اور اس کا سردار بھی اس سے راضی ہو گیا۔ جس نے دعوت قبول نہ کی، وہ گھر میں داخل نہ ہوا، دسترخوان سے کھانا نہ کھایا اور اس سے سردار بھی ناراض ہو گیا۔

فرمایا: اللہ سردار ہے اور محمد (ﷺ) دعوت دینے والے ہیں، گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے۔
اسے دارمی (۱/۱۱۷) نے روایت کیا ہے۔

[۱۶۱] عن ربیعة الجرشى قال: أتى نبی اللہ ﷺ فقیل له: لتتم عینک ولتسمع أذنک ولتعقل قلبک. قال: ((فنامت عینی وسمعت أذناي و عقل قلبی)). قال: ((فقیل لی: سید بنی داراً فصنع فیها مأدبة و أرسل داعياً فمن أجاب الداعی دخل الدار و أكل من المأدبة و رضی عنه السید و من لم یجب الداعی لم یدخل الدار و لم یأكل من المأدبة و سخط علیه السید)). قال: ((فأله السید و محمد الداعی و الدار الإسلام و المأدبة الجنة)). رواه الدارمی.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کا ایک بنیادی راوی عباد بن منصور ہے جسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور ضعیف ہونے کے ساتھ وہ مدلس بھی تھا لہذا اس کے بارے میں راجح قول ”ضعیف مدلس، ضعفہ الجمہور“ ہے۔
روایت مذکورہ عباد بن منصور نے عن کے ساتھ بیان کر رکھی ہے۔
تنبیہ: صحیح بخاری (۷۲۸۱) کی حدیث جو مشکوٰۃ المصابیح (ح ۱۳۳) میں گزر چکی ہے۔
وہ اس ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے، لہذا اس صحیح روایت کا فقہ الحدیث دوبارہ پڑھ لیں۔

[۱۶۲] وعن أبي رافع قال قال رسول الله ﷺ : ((لا ألفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول : لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه .))
رواه أحمد وأبو داود والترمذي وابن ماجه والبيهقي في دلائل النبوة .

(سیدنا) ابورافع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہو، اس کے پاس میرا کوئی حکم (حدیث) آئے جس میں کام کرنے کا حکم یا ممانعت ہو تو وہ کہے: مجھے پتا نہیں، ہم تو کتاب اللہ میں جو پائیں گے اسی کی اتباع کریں گے۔ اسے احمد (۸/۶) ابو داود (۴۶۰۵) ترمذی (۲۶۶۳) وقال: حسن صحیح (ابن ماجہ (۱۳) اور بیہقی نے دلائل النبوة (۲۵۱، ۵۴۹/۶) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۳) نے صحیح، حاکم (۱۰۸/۱) نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ یہ حدیث درج بالا کتابوں کے علاوہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی موجود ہے:

مسند الشافعی (۱/۱، دوسرا نسخہ ص ۱۵۱ ح ۷۲) کتاب الامم للشافعی (۱۵/۷، سندہ صحیح، ۲۸۹/۷) السنن الکبریٰ للبیہقی (۷/۷) اور مسند الحمیدی (۵۵۱)

اس حدیث کے بنیادی راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

- ① ابورافع القبطی مولیٰ رسول اللہ ﷺ مشہور صحابی ہیں، انھوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے۔ رضی اللہ عنہ
 - ② عبید اللہ بن ابی رافع المدنی رحمہ اللہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کاتب اور ثقہ تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۴۲۸۸) انھوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔
 - ③ سالم بن ابی امیہ، ابوالضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ التیمی المدنی رحمہ اللہ ثقہ ثبت تھے اور مرسل روایتیں بیان کرتے تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۱۶۹)
 - تنبیہ: مرسل روایتیں بیان کرنا جرح نہیں ہے بلکہ ثقہ راوی کی مرسل روایت مردود اور متصل صحیح روایت مقبول ہوتی ہے۔ سالم نے یہ روایت عبید اللہ بن ابی رافع سے متصل سند کے ساتھ بیان کی ہے، لہذا یہ روایت مرسل نہیں ہے۔
 - ④ سالم ابوالضر سے یہ حدیث سفیان بن عیینہ المکی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے جو مشہور ثقہ مدلس تھے اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔
 - ⑤ اسے سفیان بن عیینہ سے امام شافعی اور امام حمیدی وغیرہما نے بیان کیا ہے۔
- خلاصہ التحقیق:** یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: رسول اللہ ﷺ کی حدیث حجت ہے۔
 ۲: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
 ۳: منکرین حدیث وہ لوگ ہیں جنہیں دربار رسالت سے ناپسندیدہ قرار دے کر دھتکار دیا گیا ہے۔
 ۴: یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ہے کیونکہ اس میں پیش گوئی ہے کہ امت محمدیہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو حدیث کا انکار کریں گے۔

۵: عصر حاضر کے مشہور ثقہ محدث مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ”الاستاذ العالی رحمہ اللہ (مولانا سلطان محمود صاحب محدث جلاپوری رحمہ اللہ/ زع) کا بیان ہے کہ مولانا اسماعیل (بن ابراہیم بن عبد اللہ چکڑ الوی/) نے بتایا کہ ایک بار وہ اپنے والد مولانا ابراہیم کے ساتھ لاہور گئے جہاں ان کا والد عبد اللہ چکڑ الوی منکر حدیث اپنے دوست رشیم کے تاجر محمد چٹو کے ہاں مقیم تھا جس کا گھر جامع مسجد اہل حدیث چینیاں والی (رنگ محل لاہور) کے قریب تھا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ مولوی عبد اللہ ایک تخت پر لیٹا ہوا ہے۔ مولانا ابراہیم نے اس سے مطالبہ کیا کہ میری جائیداد کا حصہ مجھے دیں اس سے محروم نہ کریں (یاد رہے اس کی مسلکی ہمنوائی نہ کرنے پر عبد اللہ چکڑ الوی نے انھیں عاق قرار دے کر جائیداد سے محروم کر دیا تھا۔ اثری) کیوں کہ حدیث میں ہے:

((من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیامة)) [مشکوٰۃ]

عبد اللہ چکڑ الوی نے جواب دیا کہ میں حدیث کو نہیں مانتا اگر قرآن مجید میں کسی جگہ ہو تو دکھاؤ۔

مولانا ابراہیم نے کہا: کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا تھا کہ شاید وہ (ابراہیم کے والد) حق پر ہوں لیکن آج یقین ہو گیا کہ میں حق پر ہوں اور میرا والد غلط راستے پر چل نکلا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک پیش گوئی جو آپ نے تیرہ سو سال پہلے فرمائی تھی ہو بہو میرے سامنے سچ ثابت ہو رہی تھی، اور پھر یہ حدیثیں پیش کیں:..... ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی ایسا نہ ہو کہ میرا حکم جو میں نے دیا میری نبی سے پہنچے اور وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے (اسے) کہے: میں نہیں جانتا، جو اللہ کی کتاب میں ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔ (رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ و البیہقی)

..... مقدمہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہے، سنو! قریب ہے کہ ایک آدمی پیٹ بھرا تخت پر بیٹھا ہوگا، کہے گا: اس قرآن ہی کو اپناؤ، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حرام (وحلال) قرار دیا ہے اسی طرح ہے گویا اللہ نے حرام و حلال قرار دیا ہے۔

(رواہ ابوداؤد و الدارمی)

مولانا ابراہیم یہ منظر دیکھ کر اور احادیث سنا کر باپ کے مال سے لاتعلقی ہو کر واپس چلے گئے۔“

(کتاب: مولانا سلطان محمود محدث جلاپوری تصنیف مولانا محمد رفیق اثری ص ۶۷، ۶۸ و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ والی درج بالا حدیث اور سیدنا مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی آنے والی حدیث دونوں

حدیثیں عبداللہ چکڑالوی پرفٹ ہوئیں اور نبی ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ [چکڑالوی کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ دوام حدیث جلد اول ص ۳۴، ۳۵]

تنبیہ (۱): عبداللہ چکڑالوی کے بیٹے مولانا ابراہیم صاحب اہل حدیث تھے اور ان کے بیٹے مولانا اسماعیل صاحب بھی اہل حدیث تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما

تنبیہ (۲): قطع میراث اور فرار من میراث الوارث والی روایت مختلف ضعیف سندوں کے ساتھ سنن سعید بن منصور (ج ۱ ص ۹۶ ح ۲۸۵، ۲۸۶) وغیرہ میں موجود ہے۔ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔

(سیدنا) مقدم بن معدی کرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے قرآن اور اس کی مثل عطا کیا گیا ہے، خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے تخت پر کہے گا: ”اس قرآن کو لے لو، اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو اس میں جو حرام ہے اسے حرام سمجھو“ بے شک رسول اللہ ﷺ نے جسے حرام قرار دیا ہے، وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ خبردار! گدھے حلال نہیں ہیں اور کچلی والا ہر درندہ حرام ہے، کسی غیر مسلم کی گمشدہ چیز بھی حلال نہیں ہے الا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے نیاز ہو۔ جو آدمی کسی کامہمان بنے تو ان پر ضروری ہے کہ اس کی میزبانی کریں، اگر وہ اس کی میزبانی نہ کریں تو وہ بقدر ضرورت ان سے اپنی میزبانی (کھانا پانی) وصول کر سکتا ہے۔ اسے ابوداؤد (۴۶۰۴) نے روایت کیا ہے، داری (۱۴۳۱ ح ۵۹۲) کی روایت بھی اسی طرح ہے اور ابن ماجہ (۱۲) نے بھی اسے ”جس طرح اللہ نے حرام قرار دیا ہے“ تک روایت کیا ہے۔

[۱۶۳] وعن المقدام بن معدی کرب قال قال رسول اللہ ﷺ: ((ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه ألا يوشك رجلٌ شبعان على أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلالٍ فأحلوه وما وجدتم فيه من حرامٍ فحرموه وأن ما حرم رسول اللہ ﷺ كما حرم اللہ، ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولا كل ذي ناب من السباع ولا لقططة معاهد إلا أن يستغني عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه .))

رواہ أبو داؤد وروی الدارمی نحوه وکذا ابن ماجہ إلی قوله: ((كما حرم اللہ .))

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابن حبان (الموارد: ۹۷، الاحسان: ۱۲، بسند آخر) نے اسے دوسری سند کے ساتھ روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے بنیادی راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

① سیدنا مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

② عبدالرحمن بن ابی عوف رحمہ اللہ ثقہ (قابل اعتماد راوی) ہیں۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۳۹۷۴)

③ حریر بن عثمان الحمصی رحمہ اللہ ثقہ ثابت ہیں، ان پر ناصیبت کا الزام ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۱۱۸۴)

ناصیبت کا الزام ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

④ حریر بن عثمان سے ایک جماعت مثلاً یزید بن ہارون (مسند احمد ۴/۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲ ح ۱۷۱۷) اور ابو عمر و عثمان بن سعید بن کثیر بن

دینار الحمصی وغیرہ مانے یہ حدیث بیان کی ہے۔

خلاصۃ التحقیق: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

فتنۃ الکلابیث:

۱: ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے خوارج نے قرآن ماننے کا دعویٰ کر کے حدیث کا انکار کیا جن کے بارے میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اور وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۵۸، صحیح مسلم: ۱۰۶۳)

یعنی خوارج نہ تو قرآن پر عمل کریں گے اور نہ قرآن کا مفہوم سمجھیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو "کلاب النار" [جہنم کے کتے] قرار دیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۳/۳۸۲ ح ۱۹۴۱۵، وسندہ حسن)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کو کلاب النار کہا اور اسے مرفوعاً یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیان کیا۔

(مسند احمد ۵/۲۵۳ ح ۲۲۱۸۳، وسندہ حسن، مسند احمد ۷/۲۵ ح ۲۲۱۵۱ میں اس کا حسن شاہد بھی ہے)

خوارج کی تقلید کرتے ہوئے روافض، معتزلہ، جہمیہ اور منکرین حدیث نے بھی صحیح احادیث کی حجیت کا انکار کیا اور قرآن کو

رسول کے بغیر سمجھنے کا زبان حال سے دعویٰ کیا۔ یہاں یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ اُمت میں فتنہ انکار حدیث کی پیش گوئی نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے کے وقوع سے پہلے کر دی تھی۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: ۴۶۰۴، وسندہ صحیح)

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حجت ہے۔

۳: گدھے اور درندے حرام ہیں۔

۴: مہمان کی میزبانی کرنا حسب استطاعت فرض ہے۔ نیز دیکھئے سابق حدیث: ۱۶۲

(سیدنا) العرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے صرف وہی حرام کیا ہے جو قرآن میں ہے؟ سن لو! اللہ کی قسم میں نے کئی چیزوں کا حکم دیا، وعظ کرتے ہوئے خبردار کیا اور کئی چیزوں سے منع کیا، یہ قرآن کی طرح یا زیادہ ہے۔ اللہ نے تمہارے لئے اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا، ان کی عورتوں کو مارنا اور اگر وہ تمہارا حق ادا کر دیں تو ان کے پھلوں میں سے کھانا حلال قرار نہیں دیا۔ اسے ابوداؤد (۳۰۵۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اشعث بن شعبہ المصیسی (راوی) پر کلام کیا گیا ہے۔

[۱۶۶] وعن العرباض بن ساریة قال قام رسول الله ﷺ فقال: ((أحسب أحدكم متكئاً على أريكته يظن أن الله لم يحرم شيئاً إلا ما في هذا القرآن؟ ألا و إني والله! قد أمرتُ و وَعظتُ و نهيتُ عن أشياء، إنها لمثل القرآن أو أكثر و إن الله لم يحلّ لكم أن تدخلوا بيوت أهل الكتاب إلا بإذن ولا ضرب نسائهم ولا أكل ثمارهم إذا أعطوكم الذي عليهم .)) رواه أبو داود و في إسناده: أشعث بن شعبة المصيصي قد تكلم فيه .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کا راوی اشعث بن شعبہ قولِ راجح میں ضعیف ہے، اسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور ابوزرعہ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابوداؤد سے اس کی توثیق ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس توثیق کا راوی مجہول الحال ہے۔ حافظ ذہبی نے اشعث بن شعبہ کے بارے میں کہا: ”لیس بقوي“ وہ قوی نہیں ہے۔ (دیوان الضعفاء: ۳۷۳)

تحریر تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۱۴۶ تا ۵۲۵) میں توثیق ابی داؤد اور توثیق ابن حبان کی وجہ سے اسے ”صدوق حسن الحدیث“ قرار دیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

نیز دیکھئے ”کشف الإیہام لما تضمنه تحریر التقریب من الأوهام“ ص ۲۵۶

تنبیہ (۱): اشعث بن شعبہ کے علاوہ باقی سند حسن ہے۔

تنبیہ (۲): شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”إسناده حسن“ (صحیح ابی داؤد ج ۸ ص ۳۷۷ ج ۲۶۸۶)

چونکہ جہور محدثین نے اشعث بن شعبہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور قولِ راجح میں وہ ضعیف ہے، لہذا اس روایت کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق صحیح نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اور انھی (سیدنا عراباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری طرف چہرہ مبارک کر کے انتہائی فصیح و بلیغ وعظ فرمایا جس سے آنسو بہہ نکلے اور دل خوف کی وجہ سے دہل گئے۔ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! گویا یہ الوداعی (آخری) وعظ ہے، لہذا ہمیں کچھ وصیت کریں، تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے خوف، سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہوں، اگرچہ (تمہارا حکمران) حبشی غلام ہو، کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہا تو بڑا اختلاف دیکھے گا، تمہارے لئے ضروری ہے کہ میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی اور پوری طاقت کے ساتھ پکڑ لو، (دین میں) محدثات (نئے کاموں) سے بچنا، کیونکہ ہر محدثہ (نیا کام) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اسے احمد (۱۲۶/۴، ۱۲۷ ج ۱۲۷، ۱۲۷ ج ۱۲۷) ابو داؤد (۳۶۰۷) ترمذی (۲۶۷۶) وقال: هذا حديث حسن صحيح) اور ابن ماجہ (۴۳) نے روایت کیا ہے، لیکن ترمذی اور ابن ماجہ نے نماز پڑھانے) کا ذکر نہیں کیا۔

[۱۶۵] وعنه قال: صَلَّى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب. فقال رجل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع فأوصنا فقال: ((أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداً حبشياً فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً. فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.)) رواه أحمد وأبو داود والترمذي وابن ماجه إلا أنهما لم يذكر الصلاة.

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ترمذی کے علاوہ حافظ ابن حبان (الاحسان: ۵، الموارد: ۱۰۲) حاکم (المستدرک ۹۵۱، ۹۶، ۳۲۹ ج ۱) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ بغوی نے کہا: ”هذا حديث حسن“ (شرح السنن ۲۰۵ ج ۱۰۲)

سیدنا عراباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو تابعین نے سنی ہے:

① عبد الرحمن بن عمرو بن عبسہ السلمی صدوق ہیں۔ دیکھئے الکاشف للذہبی (۱۵۸/۲)

بلکہ جمہور کی توثیق کو مد نظر رکھتے ہوئے قول راجح میں وہ ثقہ ہیں۔

② حجر بن کلایع کو صرف حافظ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، لہذا وہ قول راجح میں مجہول الحال ہے، لیکن یاد رہے کہ اس

حدیث میں وہ منفرذ نہیں بلکہ عبدالرحمن بن عمرو: ثقہ صدوق نے اُن کی متابعت کر رکھی ہے۔ ان دونوں تابعین سے خالد بن معدان الشامی رحمہ اللہ ثقہ تابعی نے یہ حدیث سنی ہے اور سماع کی تصریح بھی ہے، حالانکہ قول راجح میں خالد بن معدان تالیس کے الزام سے بری ہیں۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۳۸ تا ۲۴۶)

خالد بن معدان سے ثور بن یزید (ثقہ صحیح الحدیث/ دیکھئے میری کتاب ”نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام“ ص ۲۲) اور یحیر بن سعد (ثقہ ثابت/ تقریب التہذیب: ۶۲۰) نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: وعظ کے دوران میں آداب شرعیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے، ضرورت کے وقت خطیب سے سوال کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ مقصد فتنہ و فساد نہ ہو۔

۲: ایسے مسلمان حکمرانوں کی اطاعت ضروری ہے جو دین اسلام کو نافذ کرتے اور کتاب و سنت کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ ایسے صحیح العقیدہ مسلمان حکمرانوں کے خلاف نہ تو خروج کرنا جائز ہے اور نہ اُن کے خلاف منبروں پر علانیہ تنقید جائز ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ کی سنت ہر حال میں اور ہر وقت حجت ہے۔ حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: ((پس میری سنت کو لازم پکڑو)) جب آپ کی امت میں اختلاف ہوگا، کے ذکر کے وقت میں واضح بیان ہے کہ جو شخص سنتوں (احادیث) کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہے، اس کے علاوہ آراء (رائے و قیاس) کی طرف توجہ نہیں دیتا تو وہ قیامت کے دن فرقہ ناجیہ میں سے ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے احسان کے ساتھ ہمیں اس میں شامل فرمائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۱/۱۸۰ ح ۵)

۴: خلفائے راشدین سے سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر بن الخطاب، سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم مراد ہیں، جیسا کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حسن لذاتہ حدیث سے ثابت ہے۔

دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح حقیقی (۵۳۹۵) سنن ابی داؤد (۴۶۴۶) اور سنن الترمذی (۲۲۲۶) وغیرہ

اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے علمائے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدین چار ہیں۔ اختصار کی وجہ سے دو بڑے

سُنی علماء کے حوالے پیش خدمت ہیں:

① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عقیدہ تھا کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین خلفاء (یعنی خلفائے راشدین) میں سے ہیں۔

دیکھئے مسائل عبد اللہ بن احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۱۳۱۹، فقرہ: ۱۸۳۲، مسائل ابی داؤد ص ۷۷، السنۃ للخلخال ص ۴۱۹ فقرہ: ۶۲۶ وغیرہ)

② امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری السنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”و كذلك نقول فأفضل أصحابه ﷺ الصديق أبو بكر رضي الله عنه ثم الفاروق بعده عمر ثم ذو النورين

عثمان بن عفان ثم أمير المؤمنين و إمام المتقين علي بن أبي طالب رضوان الله عليهم أجمعين“ اور اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں آپ ﷺ کے صحابہ میں سب سے افضل ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر الفاروق ہیں، پھر ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر امیر المؤمنین اور امام المتقین علی بن ابی طالب ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

(صريح السنة ۲۴ فقرہ: ۲۴)

اس کے متصل بعد ابن جریر سنی نے اپنی اس کتاب صريح السنة میں خلفائے راشدین کے بارے میں سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۵: خلفائے راشدین کی سنت سے کیا مراد ہے؟ اس کے تین حصے ہیں:

اول: جس بات پر خلفائے راشدین کا اتفاق ہے یا کسی ایک خلیفہ راشد سے ثابت ہے اور دوسرے خلفاء سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے۔

دوم: جس بات پر خلفائے راشدین کا آپس میں اختلاف ہے۔

سوم: خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ سے ایک بات ثابت ہے، لیکن دوسرے صحابہ کرام کا اس سے اختلاف ہے۔ حدیث مذکور میں صرف اول الذکر مراد ہے۔

یاد رہے کہ قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو، لیکن ہر ایرے غیرے کو خلاف قرار دینے کا حق نہیں بلکہ اس کے لئے سلف صالحین کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔

۶: اہل حدیث (محدثین کرام اور متبعین حدیث) کے خلاف بعض آلِ تقلید یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ یہ تو خلفائے راشدین کے خلاف ہیں۔ اسی سلسلے میں پالن گجراتی نامی ایک شخص نے ”جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف“ نامی کتاب لکھی ہے جس میں کذب و افتراء اور مغالطات پر کاربند و گامزن رہتے ہوئے اس شخص نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل حدیث خلفائے راشدین کے خلاف ہیں۔ اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیش خدمت ہیں جن میں آلِ تقلید نے خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کی ہے:

مثال نمبر ۱: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک ہے۔

(اللاوسلا بن المنذر ج ۲ ص ۳۲۸ و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل ہونے پر شروع ہو جاتا ہے مگر اس فتوے کے مخالف آلِ تقلید کا یہ طریق عمل ہے کہ وہ دمشق کے بعد عصر کی اذان دیتے ہیں۔

مثال نمبر ۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ صبح کی نماز پڑھو اور ستارے صاف گہنے ہوئے ہوں۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۶۶ و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے مگر اس فاروقی حکم کے سراسر مخالف آلِ تقلید خوب روشنی

کر کے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔

مثال نمبر ۳: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (الاوسط لابن المنذر ج ۱ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے مخالف آل تقلید کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔

مثال نمبر ۴: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جس نے سجدہ (تلاوت) کیا تو صحیح کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے“

اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۷)

جبکہ آل تقلید یہ کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب ہے۔

مثال نمبر ۵: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وتر نماز کی طرح حتی (واجب اور ضروری) نہیں ہے، لیکن وہ سنت ہے پس اسے نہ

چھوڑو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷ ح ۸۴۲ وسندہ حسن)

جبکہ آل تقلید کے نزدیک وتر واجب ہے۔

مثال نمبر ۶: عبدالرحمن بن ابی زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ جہراً (اوپنی

آواز سے) پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۱ ح ۸۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱۳/۱۷۷ وسندہ صحیح)

جبکہ آل تقلید (نماز میں) کبھی اوپنی آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھتے۔

مثال نمبر ۷: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحج پڑھی تو اس میں دو سجدے کئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۲ ح ۴۲۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

جبکہ آل تقلید اس سورت میں صرف ایک سجدے کے قائل ہیں اور دوسرے سجدے کو ”السجدة عند الشافعی“ کہتے ہیں!

مثال نمبر ۸: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تابعی نے قراءت خلف الامام کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”

اقرأ بفاتحة الكتاب“ سورۃ فاتحہ پڑھ، اس نے کہا: اگر آپ قراءت بالجہر کر رہے ہوں تو؟ انھوں نے فرمایا: اگر چہ میں جہر سے

پڑھ رہا ہوں تو بھی پڑھ۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۳۰ صحیح الحاکم والذہبی، نیز دیکھئے کتاب الکواکب الدرریہ (ص ۸۲ تا ۹۰)

اس فاروقی حکم کے سراسر خلاف آل تقلید یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

مثال نمبر ۹: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو عورت بھی ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج

۷ ص ۱۱۱، وقال: هذا إسنادہ صحیح)

جبکہ آل تقلید یہ کہتے ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر ۱۰: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھا اور فرمایا:

”ھی وتوی“ یہ میرا وتر ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۵ وسندہ حسن)

جبکہ آل تقلید یہ کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر جائز نہیں ہے۔

مثال نمبر ۱۱: سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہ رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے السنن

الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۷۳ و سندہ صحیح)

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رواۃ ثقات“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (ج ۲ ص ۷۳) آل تقلید کی طرف سے اس حدیث پر تین اعتراضات کئے جاتے ہیں:

① محمد بن عبداللہ الصفار نے سماع کی تصریح نہیں کی اور یہ روایت اس کے سوا کسی نے بیان نہیں کی۔

جواب: محمد بن عبداللہ الصفار کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے اور وہ اپنے استاذ سے بیان کر رہے ہیں، لہذا یہ روایت سماع پر محمول ہے۔ الصفار مذکور ثقہ ہیں، لہذا ان کا تفرد (اکیلے روایت کرنا) مضہر نہیں ہے۔

② ابواسامیل محمد بن اسماعیل السلمی پر کلام ہے۔

جواب: یہ کلام باطل ہے کیونکہ جمہور محدثین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ثقہ حافظ ہیں، ابوحاتم (کے بیٹے) کا کلام ان کے بارے میں واضح نہیں ہے۔ (تقریب العبدیب: ۵۷۳۸)

③ ابوالنعمان محمد بن فضل کا دماغ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔

جواب: اس کے دو جوابات ہیں:

اول: حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ”تغییر قبل موتہ فما حدّث“ وہ اپنی موت سے پہلے تغیر کا شکار ہوئے تھے، پس انھوں نے (اس حالت میں) کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ (اکاشف ج ۳ ص ۷۹ ت ۵۱۹۷)

دوم: روایت مذکورہ میں امام محمد بن اسماعیل السلمی فرماتے ہیں: میں نے محمد بن الفضل کے پیچھے نماز پڑھی۔ الخ

(اسنن الکبریٰ ۷۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے دماغ خراب ہونے سے پہلے کی ہے ورنہ جس کا دماغ خراب ہو جائے اُسے کون امام بناتا ہے؟ جس کا دماغ خراب ہو، اس کے پیچھے تو وہی نماز پڑھتا ہے جس کا اپنا دماغ خراب ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کرنا ثابت ہے اور نہ کرنا ثابت نہیں جبکہ صدیقی حکم کے سراسر خلاف آل تقلید یہ کہتے پھرتے ہیں کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ منسوخ یا متروک ہے۔ سبحان اللہ!

پالن دیوبندی نے قیام رمضان عرف تراویح کے دروازے سے داخل ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اہل حدیث خلفائے راشدین کے خلاف ہیں لیکن ہوا یہ کہ پالن خود اپنے جال میں پھنس گیا کیونکہ خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے تو گیارہ رکعات ثابت ہوئیں اور بیس رکعات کا سند صحیح متصل نام و نشان تک نہ ملا، دوسرے یہ کہ آل تقلید نے خلفائے راشدین سے ثابت شدہ بہت سے مسائل کی مخالفت کر رکھی ہے جیسا کہ باحوالہ ثابت کر دیا گیا ہے۔

۷: دین میں ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے۔

۸: رسول اللہ ﷺ انتہائی فصیح و بلیغ وعظ فرماتے تھے جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا اثر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہر خوبی میں کامل بنا کر بھیجا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آل چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۹: ضرورت کے وقت نماز کے بعد وعظ کرنا جائز ہے۔

۱۰: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو غیب کی بہت سی خبریں بذریعہ وحی بتادی تھیں جن میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے اور غیب کی یہ خبر من وعین پوری ہوئی، لہذا یہ حدیث بھی ان بہت سے دلائل میں سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

سچے رسول اور برحق نبی ہیں۔ فداہ اُبی و اُمی و روحی

اے اللہ! ہمیں قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ عطا فرما اور آپ کی شفاعت کا مستحق بنا۔ اے اللہ! قبر کے

عذاب اور روزِ محشر کی سختیوں سے بچانا۔ (آمین یا رب العالمین)

(سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھی) لکیر

کھینچ کر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور

بائیں (دونوں) طرف لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (شیطانی)

راستے ہیں، ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بٹا رہا

ہے۔ آپ نے آیت: ﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا

فَاتَّبِعُوهُ﴾ اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے، پس اسی کی اتباع

کرو۔ [سورة الانعام: ۱۵۳] تلاوت فرمائی۔

اسے احمد (۴۳۵/۱ ج ۴۳۲ ح ۴۱۴۲) نسائی (السنن الکبریٰ: ۱۱۱۷۴،

التفسیر: ۱۹۴) اور دارمی (۶۸، ۶۷۷ ج ۲۰۸) نے روایت کیا

ہے۔

[۱۶۶] وعن عبد الله بن مسعود قال : خطّ لنا

رسول الله ﷺ خطًّا ثم قال : ((هذا سبيلُ الله))

ثم خط خطوطًا عن يمينه و عن شماله وقال :

((هذه سبل ، على كل سبيل منها شيطانٌ يدعو

إليه)) وقرأ : ﴿ وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا

فَاتَّبِعُوهُ ﴾ الآية . رواه أحمد و النسائي و الدارمي .

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، الاحسان: ۶، ۷) اور حاکم (۳۱۸/۲ ج ۳۲۴) نے صحیح قرار دیا ہے۔

راوی قاری عاصم بن ابی النجود (بہدلم) قراءت قرآن میں ثقہ اور روایت حدیث میں صدوق حسن الحدیث ہیں۔ جمہور محدثین نے

انھیں ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے عاصم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کر کے فرمایا: ”هو حسن الحدیث“

وہ حسن الحدیث ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳۵۷/۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: خطوط (کیروں) سے مراد گمراہ فرتنے اور تمام بد اعمالیاں (معاصی، فسق و فجور اور خواہشاتِ نفسانیہ) ہیں اور جمع کے صیغے میں ان کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔
- ۲: سنن ابن ماجہ (۱۱) کی ایک ضعیف روایت میں دائیں طرف دو لکیروں اور بائیں طرف دو لکیروں کا ذکر آیا ہے۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔
- ۳: دینِ اسلام ایک سیدھا راستہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ثقہ و صدوق تابعین عظام رحمہم اللہ ہمیشہ گامزن رہے اور یہی راستہ جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔
- ۴: شیطان اور اس کے پیروکار ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مختلف تراکیب اور دھوکے سے لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیں۔
- ۵: حدیث قرآن کی تشریح ہے۔
- ۶: تعلیم و تربیت کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے بات اچھی طرح سمجھ آ جائے۔
- ۷: اپنے طلباء اور عزیز و اقارب کی اصلاح و راہنمائی کے لئے ہمہ وقت مصروف رہنا چاہئے۔
- ۸: سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے اجتناب میں ہی نجات ہے۔
- ۹: اہل حق اور اہل باطل کا کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔
- ۱۰: رسول اللہ ﷺ بہترین معلم تھے۔ اللہم صل علی محمد و سلم علیہ .

[۱۶۷] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به)) رواه في شرح السنة وقال النووي في أربعيه: هذا حديث صحيح رويناہ في كتاب الحجۃ بإسناد صحيح.

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش بھی اس (دین) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اسے (بغوی نے) شرح السنۃ (۲۱۴/۱-۲۱۳ ح ۱۰۴) میں روایت کیا ہے اور نووی نے اپنی کتاب اربعین (نوویہ، حدیث: ۴۱) میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ہم سے کتاب الحجۃ (۲۵۱/۱ ح ۱۰۳) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

(سیدنا) بلال بن الحارث المزنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد فوت ہوگئی تھی تو اُسے ان لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے، لیکن اُن کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے گمراہ کن بدعت نکالی جس پر اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسے ترمذی (۲۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

[۱۶۸] وعن بلال بن الحارث المزني قال قال رسول الله ﷺ: ((من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً، ومن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه [من الإثم] مثل آثام من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئاً.)) رواه الترمذي .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند کا ایک بنیادی راوی کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ الخ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۲۱۳/۳ تا ۲۱۴/۲ ملخصاً) امام بیہقی بن معین نے فرمایا: ”لیس بشیء“ وہ کچھ چیز نہیں ہے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الداری: ۱۳۰) ان کے علاوہ جمہور محدثین نے کثیر مذکور پر جرح کی ہے۔ حافظ پیشی فرماتے ہیں: ”وہو ضعیف عند الجمہور“ اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۶۸) نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۶/۱۳۰، ۲۸۶) اور فتح الباری (۴/۴۵۱، ۱۹/۵، ۲۸۰/۷) حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ سخت منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے، اُس نے اپنے باپ سے عن جدہ: دادا کی سند کے ساتھ ایک موضوع نسخہ بیان کیا ہے۔ الخ (کتاب البحر و جین ۲۲۱/۲) نیز دیکھئے حدیث سابق (۱۵۸) وہ اس سخت ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمد للہ

اور ابن ماجہ (۲۱۰) نے اسے ”کثیر بن عبد اللہ بن عمرو (بن عوف المزنی) عن أبيه عن جدہ“ کی سند سے روایت کیا ہے۔

[۱۶۹] ورواه ابن ماجه عن كثير بن عبد الله بن عمرو عن أبيه عن جدہ .

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

کثیر بن عبداللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۱۶۸

اور (سیدنا) عمرو بن عوف (المزنی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین (آخر میں اس طرح) حجاز کی طرف سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے اور دین حجاز میں جاگزیں ہو جائے گا، جیسے پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہر جاتا ہے، بے شک دین اجنبیت میں شروع ہوا اور دوبارہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح شروع ہوا تھا، پس خوش خبری ہے اجنبیوں کے لئے جو ان سنتوں کی اصلاح کریں گے جنہیں لوگوں نے میرے بعد خراب کر دیا ہوگا۔ اسے ترمذی (۲۶۳۰) نے روایت کیا ہے۔

[۱۷۰] وعن عمرو بن عوف قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الدين ليأرز إلى الحجاز الحية إلى جحرها وليعقلن الدين من الحجاز معقل الأروية من رأس الجبل، إن الدين بدأ غريباً و سيعود كما بدأ فطوبى للغرباء وهم الذين يصلحون ما أفسد الناس من بعدي من سنتي.)) رواه الترمذي.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس کے راوی کثیر بن عبداللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیث سابق (۱۶۸)

تنبیہ: اس روایت کے بعض ٹکڑوں کے شواہد موجود ہیں جن میں سے بعض کا ذکر شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے المشکوٰۃ بتحقیق الالبانی (۶۰/۱ طبعہ قدیمہ) روایت کے جو ٹکڑے صحیح اسانید سے ثابت ہیں، وہ اس مردود روایت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ والحمد للہ

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت پر ایک دور آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا، قدم بقدم یعنی بعینہ ان جیسا ہوگا، حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری اُمت میں بھی ایسا کرنے والا کوئی نہ کوئی (ضرور) ہوگا۔ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہوئے اور میری اُمت کے بہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، ایک گروہ کو چھوڑ کر سب جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے کہا:

[۱۷۱] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((ليأتين علي أمتي كما أتى بني إسرائيل حذو النعل والنعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك. وإن بني إسرائيل تفرقت ثنتين و سبعين ملة و تفترق أمتي علي ثلاث و سبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة.)) قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ((ما أنا عليه و أصحابي.)) رواه الترمذي.

یا رسول اللہ! یہ (جنتی) گروہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس
پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔
اسے ترمذی (۲۶۴۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کو امام ترمذی (مصور من المخطوطۃ ۲/۱۷۱، وقال: حسن غریب الخ) اور حاکم (۱۲۹/۱ ح ۴۴۴) نے سفیان الثوری
عن عبد الرحمن بن زیاد الافرقی عن عبد اللہ بن یزید عن عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہما) کی سند سے روایت کیا ہے۔
سفیان ثوری کی متابعت عیسیٰ بن یونس، ابواسامہ اور عبدہ بن سلیمان نے کر رکھی ہے۔ دیکھئے الضعفاء للعقلمی (۲۶۲/۲)
قاضی عبد الرحمن بن زیاد بن نعم الافرقی نیک انسان ہونے کے ساتھ حافظے کی وجہ سے ضعیف تھا۔
دیکھئے تقریب التہذیب (۳۸۶۲)

جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد (۵۶/۵، ۶۵/۸، ۶۵/۱۰، ۲۵۰/۱۰)

روایت مذکورہ میں ایک جملہ ”ما أنا علیہ و أصحابی“ [جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔] ہے جس کا الضعفاء الکبیر للعقلمی
(۲۶۲/۲، ترجمہ عبد اللہ بن سفیان الخزاعی) میں ایک بے اصل و ضعیف شاہد بھی ہے۔ عبد اللہ بن سفیان مذکور کو عقلمی نے ضعفاء میں
ذکر کر کے (یعنی ضعیف قرار دے کر) فرمایا: اس (حدیث) کی یحییٰ بن سعید (الانصاری) سے کوئی اصل نہیں ہے۔

(الضعفاء، ۲۶۲/۲ ت ۸۱۵)

تنبیہ: اگر کوئی کہے کہ عبد اللہ بن سفیان الخزاعی الواسطی کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے تو عرض ہے کہ ہمیں
کتاب الثقات میں عبد اللہ بن سفیان مذکور کا ذکر نہیں ملا۔

الشریح للآجری (۴۳۳/۱ ح ۱۱۱) المعجز و حین لابن حبان (۲۲۶/۲) اور الکبیر للطبرانی (مجمع الزوائد، ۱۵۶/۱، ۲۵۹/۷) وغیرہ میں
سیدنا ابوالدرداء، ابوامامہ، واثلہ بن الاسقع اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ایک روایت میں آیا ہے:

”من کان علی ما أنا علیہ و أصحابی“

اس روایت کے راوی کثیر بن مروان الشامی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

”قدر آیتہ، کان کذاباً“ میں نے اسے دیکھا ہے، وہ کذاب (بہت جھوٹا) تھا۔ (تاریخ بغداد، ۳۸۲/۱۲، ۶۹۵/۲، سندہ صحیح)

عبد اللہ بن یزید بن آدم الدمشقی کی اس روایت کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے کہا:

میں اسے (عبد اللہ بن یزید کو) نہیں جانتا اور یہ حدیث باطل ہے۔ (الجرح والتعديل، ۱۹۷/۵)

معلوم ہوا کہ یہ سند باطل اور موضوع ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ”ما أنا علیہ و أصحابی“ کے الفاظ صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں ہیں۔

البتہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ طائفہ منصورہ: فرقتہ ناجیہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر گامزن ہے۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور میرے صحابہ میری امت کا امن (حفاظت کا باعث) ہیں، جب میرے صحابہ (دنیا سے) چلے جائیں گے تو میری امت میں وہ چیزیں (مثلاً گمراہیاں اور بدعات وغیرہ) آجائیں گی جن کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۱، أضواء المصباح: ۵۹۹۹)

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہے کہ نجات والا راستہ صرف وہی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گامزن تھے۔ والحمد للہ رب العالمین

[۱۷۲] وفي رواية أحمد و أبي داود عن معاوية : احمد (بن حنبل ۴/۱۰۲ ح ۱۷۰۶۱) اور ابو داود (۳۵۹۷) نے ((ثنتان وسبعون في النار و واحدة في الجنة وهي الجماعة وإنه سيخرج في أمتي أقوام تتجاري بهم تلك الأهواء كما يتجاري الكلب بصاحبه، لا يبقى منه عرق ولا مفصل إلا دخله.)) (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہتر (۲ فرقتے) آگ میں ہیں اور ایک جنت میں ہے اور یہ الجماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات اس طرح دھنس جائیں گی جس طرح گتے کے کاٹے ہوئے میں باؤلا پن جاری و ساری ہوتا ہے، یہ بیماری اس کی ہرگ اور جوڑ میں داخل ہوتی ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

یہ روایت سنن ابی داود و مسند احمد کی طرح المستدرک للحاکم (۱/۲۸۸ ح ۴۴۳) میں بھی از ہر بن عبد اللہ الہوزنی الحرازی عن ابی عامر عبد اللہ بن لُحی المحمسی عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی سند سے موجود ہے۔ ابو عامر عبد اللہ بن لُحی ثقہ مخضرم تھے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۵۶۲)

مخضرم اس تابعی کو کہتے ہیں جس نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہو مگر کسی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی ہو، لہذا شرف صحابیت سے محروم رہے، گویا جماعت صحابہ سے کٹ کر جماعت تابعین میں شامل ہو گئے۔

از ہر بن عبد اللہ کے نسب میں بڑا اختلاف ہے۔ انھیں از ہر بن عبد اللہ، از ہر بن یزید اور از ہر بن سعید بھی کہا جاتا ہے۔

دیکھئے تہذیب الکمال (۱۶۵/۱)

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں انھیں ایک کے بجائے چار راوی بنا دیا ہے!

از ہر بن عبد اللہ کو امام عجمی وغیرہ جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے اور اُن کا نام بھی ہونا صحیح سند کے ساتھ ثابت

نہیں ہے۔

جمہور محدثین جس کی توثیق کر دیں وہ راوی حسن الحدیث ہوتا ہے۔

فقہ الحلوت:

۱: اُمتِ اجابت (کلمہ گو مدعیانِ اسلام) میں تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے جن میں سے بہتر جہنمی اور ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ یہ بات دوسری احادیث سے بھی ثابت ہے۔

۲: اہل بدعت اور بدعات کی مثال اس باؤلے کتے کی طرح ہے جو کسی کو کاٹ کر باؤلا اور پاگل کر دے۔

۳: گرگراہ فرقے جن کے عقائد کفریہ و شرکیہ تھے، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، جیسا کہ عام دلائل (مثلاً سورۃ النساء آیت: ۴۸) سے ثابت ہے۔

۴: الجماعۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو عقائد و اعمال و غیرہما میں جماعت صحابہ کے موافق و مطابق ہیں۔ انہیں اہل سنت و جماعت اور اہل حدیث وغیرہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ کتاب و سنت اور اجماع والے راستے پر گامزن تھے اور ہیں اور یہی طائفہ منصورہ ہیں۔

۵: اُمت میں بدعات، شرک اور کفر کے وقوع ظہور اور رونما ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بات اپنی پیش گوئی کے مطابق واقع ہو چکی ہے۔ اعاذنا اللہ منھا

۶: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا اور وحی کے ذریعے سے بعض امور غیبیہ کی اطلاع فرمائی۔

۷: حدیث بھی وحی ہے۔

۸: اہل بدعت سے دور رہنا چاہئے تاکہ اُن کی بیماری سے محفوظ رہیں۔

امام ایوب السخّیانی رحمہ اللہ نے جب ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تھا: ”قوموا لا یعدینا بجرہہ“ اُٹھ جاؤ، یہ اپنی خارش (بیماری) ہمیں نہ لگا دے۔

۹: اہل بدعت کے ساتھ کوئی محبت اور نرمی نہیں بلکہ اُن سے نفرت اور بغض رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۱۰: اجماع حجت ہے۔

[۱۷۳] وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ((إن الله لا يجمع أمتي - أو قال : أمة محمد - على ضلالة و يد الله على الجماعة و من شدّد شدّد في النار.)) رواه الترمذي .

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ میری امت یا اُمتِ محمدیہ کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جس نے مخالفت کی تو وہ آگ میں گرایا جائے گا۔

اسے ترمذی (۲۱۶۷) وقال: هذا حدیث غریب) نے روایت

کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی سلیمان بن سفیان المدنی ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۵۶۳) ابن معین، علی بن المدینی، ابوحاتم الرازی اور نسائی وغیرہم (جمہور) نے اس پر جرح کی ہے۔

فائدہ: حاکم نیشاپوری نے کہا: ”حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن بالويه: ثنا موسى بن هارون: ثنا العباس بن عبد العظيم: ثنا عبد الرزاق: ثنا إبراهيم ابن ميمون العدني وكان يسمي قريش اليممن وكان من العابدین المجتهدين قال (☆) قلت لأبي جعفر: والله! لقد حدثني ابن طاووس عن أبيه قال: سمعت ابن عباس يقول قال رسول الله ﷺ: ((لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبداً، ويد الله على الجماعة))“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۳۹۹ و سندہ صحیح، ورواہ الترمذی: ۲۱۶۶ مختصراً)

[☆] المستدرک کے مطبوعہ نسخے میں قائلت ہے (!) جس کی اصلاح اتحاف المبرۃ (۷/۲۹۷ ح ۸۲۸) اور مستدرک کے مخطوط مصور یعنی قلمی نسخے (ج ۱ ص ۵۰ [۴۹]) سے کر دی ہے۔ واللہ!]

اس حدیث میں طاووس، عبد اللہ بن طاووس، عبد الرزاق بن ہمام اور عباس بن عبد العظیم مشہور ثقہ راوی ہیں جن کے حالات تقریب التہذیب وغیرہ میں موجود ہیں۔

ابراہیم بن میمون الصنعانی العدنی کو امام ابن معین اور حافظ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

دیکھئے الجرح والتعديل (۲/۱۳۵، ۱۳۶، وسندہ صحیح) وثقات ابن حبان (۶۴۸)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة“ (تقریب التہذیب: ۲۶۲)

موسیٰ بن ہارون البرز از مشہور ثقہ امام تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۱۷، ۱۱۶/۱۲)

محمد بن احمد بن بالويه الجلاب النيسابوري رحمہ اللہ کی حدیث کو حاکم نے صحیح کہا۔

دیکھئے المستدرک (۲/۲۴۰، ۲۴۱ ح ۲۹۴، وقال: صدوق ح ۲۱۱ ح ۶۵)

حافظ ذہبی نے انھیں اعیان محدثین اور اپنے علاقے کے رواساء میں ذکر کیا۔

دیکھئے تاریخ الاسلام (۱۹۴/۲۵) آپ ۳۴۰ھ میں فوت ہوئے۔

نیز دیکھئے تاریخ نیشاپور طبقہ شیوخ الحاکم (ص ۳۴۲ فقرہ: ۵۵۲)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا اجماع شرعی حجت ہے۔

اگر کوئی کہے: امت کے اجماع سے مراد یہ ہے کہ جب قیامت کے دن ساری امت اکٹھی ہوگی تو اس کا اجماع ہے!۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس اجماع کا کیا فائدہ ہے؟ دوسرے یہ کہ اس قائل کے قول سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک یہ ممکن

ہے کہ دنیا میں کسی دور میں بھی امت گمراہی پر جمع ہو جائے۔! حالانکہ اس بات کا تصور بھی باطل ہے۔

فائدہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ”اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے“ سے معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بہت سی جماعتیں بنا کر مختلف پارٹیوں، فرقوں، کاغذی تنظیموں اور ٹکڑیوں میں تقسیم ہو جانا جائز ہے۔

عرض ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ اس حدیث سے مراد صرف تین باتیں ہیں:

① اجماع حجت ہے۔

② کتاب و سنت اور اجماع کے مطابق صحیح خلافت اور خلیفہ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

③ نماز باجماعت پڑھنی چاہئے۔

یہی وہ مفہوم ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے، جبکہ پارٹیوں، مزاجہ تنظیموں اور کاغذی جماعتوں کا وجود: ﴿وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ اور ﴿وَلَا تَخْتَلَفُوا﴾ کی رو سے غلط ہے۔

[۱۷۴] وعنه قال قال رسول الله ﷺ : ((اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شدّد شدّد في النار)) رواه ابن ماجه من حديث أنس .
اور انھیں (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جس نے شذوذ (مخالفت کرتے ہوئے جدا راستہ اختیار) کیا تو اسے آگ میں گرایا جائے گا۔ اسے ابن ماجہ (۳۹۵۰) نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں معان بن رفاعہ السلامی لین الحدیث (کمزور حدیثیں بیان کرنے والا) راوی ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۶۷۲)۔

جمہور محدثین نے اُس پر جرح کی ہے جیسا کہ تہذیب الکمال (۱۳۹۷) سے ظاہر ہے۔

اس روایت کا دوسرا راوی ابو خلف الأعمی (حازم بن عطاء) ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا: متروک. إلخ

(تقریب التہذیب: ۸۰۸۳)

ابوحاتم الرازی نے کہا: ”شیخ منکر الحدیث، لیس بالقوی“ وہ منکر حدیثیں بیان کرنے والا شیخ (اور) القوی نہیں تھا۔

(الجرح والتعديل ۲۷۹/۳)

بوصیری نے کہا: یہ سند ضعیف ہے۔ الخ (زوائد ابن ماجہ ۵۱۰)

اخبار اصہبان لابی نعیم الاصبہانی (۲۰۸/۲) میں اس روایت کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے جس میں ابوعمون الانصاری مجہول الحال

ہے اور بقیہ بن الولید (صدوق مدلس) کی تصریح سماع نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص اس ضعیف روایت سے استدلال کرنے پر بضد ہے تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ محدث ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ) نے یہ روایت بیان کرنے کے بعد (بطور تشریح یا بطور روایت) یہ اضافہ لکھا ہے:

”الحق وأهله“ یعنی سوادِ اعظم سے مراد حق اور اہل حق ہیں۔ دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم (حدیث ۸۴) اور حدیث سابق: ۱۴۱

[۱۷۵] وعن أنس قال قال لي رسول الله ﷺ: ((يا بني! إن قدرت أن تصبح وتمسي وليس في قلبك غش لأحدٍ فافعل.)) ثم قال: ((يا بني! أو ذلك من سنتي ومن أحب سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي في الجنة.)) رواه الترمذي.

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تمہارے لئے ممکن ہو کہ صبح و شام اس حالت میں گزرو اور تمہارے دل میں کسی کے لئے بغض نہ ہو تو اس پر عمل پیرا رہو۔

پھر آپ نے فرمایا: اے بیٹے! اور یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اسے ترمذی (۲۶۷۸) وقال: ”حسن غریب“ نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کو امام ترمذی کے علاوہ طبرانی نے المعجم الصغیر (۳۲۲، ۳۲۳) میں مسلم ابن حاتم الأنصاری عن محمد بن عبد اللہ الأنصاری عن أبيه عن علي بن زيد بن جدعان عن سعيد بن المسيب عن أنس بن مالك رضي الله عنه کی سند سے مطولاً بیان کیا ہے۔

علی بن زید بن جدعان کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف“ (تقریب التہذیب: ۳۴۳) یہ روایت بھی علی بن زید مذکور کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[۱۷۶] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد.)) رواه (؟).

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اسے (بیہقی نے کتاب الزہد: ۲۰۷ میں) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

بیہقی کے علاوہ اس روایت کو ابن عدی نے الکامل (۷۳۹/۲، دوسرا نسخہ ۱۷۴۳) میں الحسن بن قتیبہ المدائنی عن عبدالحالق بن المنذر عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے۔

حسن بن قتیبہ کو ابن عدی نے ”لابأس بہ“ قرار دیا ہے، لیکن ابو حاتم الرازی اور جمہور محدثین نے اسے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے، لہذا یہ راوی ضعیف ہے۔

عبدالحالق بن المنذر لا یعرف (یعنی اس کی توثیق نامعلوم) ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۵۴۳/۲)

ان کے علاوہ ایک تیسری وجہ ضعف بھی ہے لیکن جب یہ روایت ان دو علتوں کی وجہ سے ہی ضعیف و مردود ثابت ہوگئی ہے تو تیسری علت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

المعجم الاوسط للطبرانی (۱۹۷/۶ ج ۵۴۱۰) میں محمد بن صالح العدوی (؟) : حدثنا عبدالمجید ابن عبدالعزیز عن أبيه عن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه کی سند سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد)) میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے کو ایک شہید کا اجر ملے گا۔ (وسن طریقہ رواہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء ۲۰۰/۸)

اس روایت میں محمد بن صالح راوی مجہول ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ہاشمی نے کہا:

”ولم أر من ترجمه“ اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے حالات لکھے ہوں۔ (مجمع الزوائد ۱۷۲/۱)

اس سند میں عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواضعیف راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف قرار دیا۔ دیکھئے میری کتاب تحفۃ الاقویاء (۲۴۲) اور اراحمین (ص ۵۵)

حافظ ابن حجر نے اسے مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات المدلسین ۳/۸۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند بھی ضعیف ہے۔

بعض لوگ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ البانی صاحب نے بھی ان دونوں روایتوں کو ضعیف ہی قرار دیا ہے۔ دیکھئے الضعیفہ (۳۲۶، ۳۲۷) اور ضعیف الترغیب والترہیب (۳۶۱ ج ۳، ۳۰، ۳۱) یعنی جمع تفریق کر کے اس روایت کو حسن لغیرہ بنا نا غلط ہے۔ والحمد للہ

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے

کہ جب نبی ﷺ کے پاس عمر (رضی اللہ عنہ) آئے تو کہا: ہم

یہودیوں سے حدیثیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، آپ کا

کیا خیال ہے اگر ہم ان میں سے بعض کو لکھ لیا کریں؟

[۱۷۷] وعن جابر (رضي الله عنه) عن النبي

ﷺ حين أتاه عمر فقال: إنا نسمع أحاديث من

يهود تعجبنا، أفترى أن نكتب بعضها؟ فقال:

((أمتھو کون أنتم کما تھوکت الیھود والنصارى!))

لقد جنتكم بها بيضاء نقية ولو كان موسى حياً ما
وسعه إلا اتباعي .))
رواه أحمد والبيهقي في كتاب شعب الإيمان .
تو آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے دین میں حیران و پریشان ہو
جس طرح یہود و نصاریٰ حیران و پریشان ہیں؟ میں تمہارے
پاس صاف سفید (دین) لے کر آیا ہوں، اگر موسیٰ (علیہ السلام)
بھی زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے سوا کوئی چارہ
نہ تھا۔ اسے احمد (۳/۳۸۷ ح ۱۵۲۲۳) اور بیہقی نے شعب
الإیمان (۱۷۶) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند کا دارودر ماجالد بن سعید بن عمیر الہمدانی الکوفی پر ہے۔ مجالد کے بارے میں حافظ بیہقی نے کہا:

”... وضعفه الجمهور“ اور جمہور (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۹/۲۱۶)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ص ۲۲

جس راوی کو جمہور محدثین کرام ضعیف قرار دیں تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں ایسے راوی کی منفرد
روایت ضعیف ہوتی ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے مجالد مذکور میں ضعیف تسلیم کرنے کے بعد اس روایت کو شواہد کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔ ان شواہد کا
تحقیقی جائزہ درج ذیل ہے:

شاہد نمبر ۱: فضائل القرآن لابن الضریس و ذم الکلام للہروی وغیرہما۔ (ارواء الغلیل ۶/۳۵۸ ح ۱۵۸۹)

اس کی سند میں جابر الجعفی سخت ضعیف و مجروح ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ص ۹، اور الحدیث: ص ۳۹۔
امام زائدہ بن قدامہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: جابر الجعفی کذاب تھا۔ الخ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۱۳۹۹، و سندہ صحیح)
شاہد نمبر ۲: مسند الرویانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لو کان فیکم موسیٰ (فاتبعتموہ) و عصیتمونی لدخلتم النار“ اگر تمہارے درمیان موسیٰ ہوتے، پھر تم ان کی اتباع
کرتے اور میری نافرمانی کرتے تو ضرور جہنم میں داخل ہوتے۔ (ج ۱ ص ۷۵ ح ۲۲۵)

اس روایت کی سند عبد اللہ بن لہیعہ کے اختلاف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عثمان بن صالح کا ابن لہیعہ سے سماع اختلاف سے پہلے ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے میری کتاب الفتح المبین (ص ۷۷، ۷۸)

یہی روایت ”عثمان بن صالح عن ابن لہیعہ عن ابي عشانة حي بن یؤمن عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ“ کی
سند سے بھی مروی ہے جس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”هذا حدیث کذب“ یہ حدیث جھوٹ ہے۔

(علل الحدیث ۲/۱۵۰ ح ۱۹۴۵)

شاہد نمبر ۳: عن أبي قلابة أن عمر (رضي الله عنه) مرّ برجل يقرأ كتاباً.. إلخ

(ذم الکلام للہروی تحقیق عبدالرحمن بن عبدالعزیز الثبلی ۲۶۸۳، ۲۶۹، ۵۸۰ ج ۱۱، ۱۱، ۱۱، ۲۰۰۶۲)

اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو قلابہ رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

تنبیہ: اس روایت میں کسی نامعلوم کتاب کا قصہ تو موجود ہے، لیکن موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔

شاہد نمبر ۴: المختارة للضیاء المقدسی (ارواء الغلیل ۳۶۶)

اس کی سند عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس میں بھی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔

شاہد نمبر ۵: المعجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد (۱۷۴۱)

اس کی سند جامع المسانید والسنن لابن کثیر (۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۱۱۱۷۱) میں مذکور ہے۔ یہ سند سفیان ثوری اور ابواسحاق دونوں کی

تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

شاہد نمبر ۶: عن حفصة رضي الله عنها بحواله مصنف عبدالرزاق (۱۱۳۶، ۱۱۴، ۱۱، ۱۱۰) اور ذم الکلام للہروی (۵۸۱ ج ۲۷، ۰۳)

یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس میں نہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور نہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا بلکہ سیدنا یوسف

علیہ السلام کا ذکر ہے۔

شاہد نمبر ۷: مرسل الحسن البصري بحواله شعب الایمان للہبھقی (۱۷۵)

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت اپنے تمام شاہد کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔

یہ بات بالکل حق اور سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد، اب قیامت تک ہر انسان اور جن پر آپ کی اطاعت

فرض ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو آپ کی اتباع کرتے کیونکہ آپ کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

دلیل کے لئے دیکھئے سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱، ۸۲

اور (سیدنا) ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پاک (حلال رزق) کھائے،

سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں، وہ

جنت میں داخل ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! آج

کل تو ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں، آپ نے فرمایا: میرے بعد

والی صدیوں میں بھی ہوں گے۔

اسے ترمذی (۲۵۲۰) قال: غریب) نے روایت کیا ہے۔

[۱۷۸] وعن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله

ﷺ: ((من أكل طيباً و عمل في سنة و أمن

الناس بوائقه دخل الجنة .)) فقال رجل: يا

رسول الله! إن هذا اليوم لكثير في الناس؟ قال:

((و سيكون في قرون بعدي .)) رواه الترمذي .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے حاکم (۱۰۴/۴) اور ذہبی (دونوں) نے صحیح کہا ہے۔

دوسری طرف حافظ ذہبی نے خود ابو بشر عن ابی وائل کے بارے میں لکھا: ”لا یعرف“ وہ معروف نہیں ہے۔ (اکاشف ۲۷۳/۳) ذہبی کی توثیق اُن کی جرح سے ٹکرا کر ساقط ہو گئی اور حاکم متساہل تھے، لہذا ان کی اکیلی توثیق پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ راوی اُن کے شیوخ، شیوخ الشیوخ یا اُس طبقے سے ہو جو اپنی روایتوں کے ساتھ بہت مشہور تھے۔

تنبیہ (۱): حافظ ابن الجوزی نے بغیر کسی سند کے امام احمد سے نقل کیا کہ انھوں نے اس حدیث کا سخت رد کیا اور فرمایا: میں ابو بشر کو نہیں جانتا۔ الخ (العلل المتناہیہ ۲۶۳/۲ ج ۱۲۵۲)

تنبیہ (۲): ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۲۴ ص ۲۸) میں اس حدیث کو حسن لکھا گیا ہے جو أضواء المصباح والی تحقیق کی رو سے منسوخ ہے۔

[۱۷۹] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((إنكم في زمان من ترك منكم عشر ما أمر به هلك ثم يأتي زمان من عمل منهم بعشر ما أمر به نجا.)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دسواں حصہ جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، چھوڑ دے تو ہلاک ہو جائے گا، پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر کوئی شخص دسویں حصے پر عمل کرے گا تو نجات پا جائے گا۔ اسے ترمذی (۲۶۶۷) وقال: غریب نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

① نعیم بن حماد رحمہ اللہ اگرچہ صدوق حسن الحدیث تھے لیکن یہ روایت اُن روایتوں میں سے ہے جن کا نعیم پر انکار کیا گیا تھا۔ دیکھئے میری کتاب ”علمی مقالات“ (ج ۱ ص ۴۶۲)

② امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔

اس روایت کا سیدنا ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف شاہد مسند احمد (۱۵۵/۵) اور ذم الکلام للہروی (نسخہ عبدالرحمن اشبل ج ۹۷، نسخہ الشیخ الصالح ابی جابر عبداللہ بن محمد بن عثمان الانصاری حفظہ اللہ ج ۱۰۰) وغیرہ میں ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی (۴۰۶، ۴۱، ج ۲۵۱۰)

یہ شاہد متصل نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہے، علماء زیادہ اور خطبہ تھوڑے ہیں اور تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ نماز مختصر اور خطبہ لمبا ہوگا، خطبہ زیادہ اور علماء تھوڑے ہوں گے۔ الخ (المجم الكبير للطبرانی ۱۱۳/۹ ج ۸۵۶ و سندہ حسن) اس موقوف روایت (جو کہ حکماً مرفوع ہے) میں درج بالا حدیث کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ خلاصۃ التحقیق: اس روایت کو بعض علماء نے حسن لغیرہ قرار دیا ہے لیکن یہ اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف ہے۔

[۱۸۰] وعن أبي أمامة قال قال رسول الله ﷺ : ((ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل)) ثم قرأ رسول الله ﷺ هذه الآية : ﴿ مَا صَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴾ رواه أحمد والترمذي وابن ماجه .

اور (سیدنا) ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ ہدایت پر ہونے کے بعد گمراہ ہوئے تو انھیں مجادلوں میں مبتلا کر دیا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَا صَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴾ انھوں نے یہ مثال صرف مجادلے کے لئے پیش کی ہے بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں۔ (الزخرف: ۵۸) اسے احمد (۲۵۲/۵ ج ۲۲۵۱، ۲۵۶/۵ ج ۲۲۵۵۸) ترمذی (۳۲۵۳) وقال: ”حسن صحیح“ الخ اور ابن ماجہ (۴۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۴۲۸/۲) اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

اس روایت میں دو راوی حجاج بن دینار اور ابو غالب جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث راوی

تھے۔

فقہ الحدیث:

۱: حق کے مقابلے میں مجادلہ کرنا کفارِ قریش کا طریقہ ہے۔

۲: قرآن وحدیث کے مقابلے میں الزامی اعتراض مردود ہوتا ہے۔

۳: خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔

۴: کفار و مشرکین بھی اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان کے دلائل باطل ہوتے ہیں۔

۵: اہل حق کا آپس میں ایک دوسرے سے مناظرے کرنا غلط ہے لیکن یاد رہے کہ اگر اہل باطل سے مناظرے کی ضرورت پڑ جائے

تو عقائد و اصول پر مناظرہ کرنا چاہئے نہ کہ معمولی معمولی مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے رہیں۔

۶: قرآن وحدیث ایک دوسرے کی تفسیر، شرح اور بیان ہیں۔

۷: قرآن وحدیث کو ایک دوسرے سے ٹکرانا گمراہی ہے۔

۸: دین حق میں شبہ پیدا کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح مع فوائد غزویہ ج ۱ ص ۲۳۲ تحت ح ۱۷۱)

۹: شرک و کفر کرنے والے لوگ اللہ کے سوا دو قسم کے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں:

اول: جو اپنی عبادت پر راضی تھے۔

مشرکین و کفار کے ساتھ یہ معبودان باطلہ بھی جہنم میں ہوں گے۔

دوم: وہ جو اپنی عبادت پر راضی نہیں تھے بلکہ شرک و کفر کے مخالف تھے۔ انھیں اللہ تعالیٰ جہنم اور عذاب سے بچائے گا اور یہ اپنی

عبادت کرنے والوں سے بری ہوں گے مثلاً سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُن لوگوں سے بری ہوں گے جو انھیں اللہ کا بیٹا اور رب سمجھتے تھے۔

۱۰: تمام کفار و مشرکین اسی کوشش میں سرگرم ہیں کہ دین حق کو مٹادیں جبکہ حق کے مقابلے میں یہی لوگ ذلیل و رسوا ہوں گے اور

دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اور (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے تھے: اپنے آپ پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ

تم پر سختی کرے گا کیونکہ ایک قوم نے اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ

نے اُن پر سختی کی، (پس اب) یہ ان کے صومعوں (راہبوں

کے عبادت خانوں) اور خانقاہوں کے نشانات باقی رہ گئے

ہیں۔ ﴿رہبانیت کی بدعت انھوں نے شروع کی تھی، (جبکہ)

ہم نے اُن پر اسے لازم نہیں کیا تھا﴾

اسے ابو داؤد (۴۹۰۴) نے روایت کیا ہے۔

[۱۸۱] وعن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ

كان يقول: ((لا تشددوا على أنفسكم فيشدد الله

عليكم فإن قومًا شددوا على أنفسهم فشدد الله

عليهم، فتلك بقاياهم في الصوامع والديار

﴿رُهْبَانِيَّةٌ ابْتَدَعُوها ما كُتِبَناها عليهم﴾ ((

رواه أبو داود .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابو یعلیٰ الموصلی (المسند ۶/۳۶۵ ح ۳۶۹۴) نے بھی اسی سند سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے راوی سعید بن

عبدالرحمن بن ابی العمیاء کو ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا یعنی وہ مجہول الحال ہے۔

التاریخ الکبیر للبخاری (۴/۹۷) میں روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

((لا تشددوا على أنفسكم فإنما هلك من قبلكم بتشديدكم على أنفسكم وستجدون بقاياهم في الصوامع

والديارات.)) اپنے آپ پر تشدد نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے اپنے آپ پر تشدد کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے اور تم ان کے باقی رہ جانے والے نشانات راہبوں کے عبادت خانوں اور (سجدہ گاہوں والے) گھروں میں دیکھو گے۔

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ عبداللہ بن صالح کا تب الیث سے امام بخاری کی روایت حسن ہوتی ہے اور باقی سند صحیح ہے۔ ابو شریح عبدالرحمن بن شریح الاسکندرانی ثقہ فاضل تھے۔ ان پر ابن سعد کی جرح مردود ہے۔

نیز دیکھئے تقریب التہذیب (۳۸۹۲)

فقہ الحلالیۃ:

التاریخ الکبیر للبخاری والی روایت کا فقہ الحدیث درج ذیل ہے:

- ۱: شریعت میں جن امور کی اجازت اور رخصت موجود ہے، انہیں خواجواہ اپنے آپ پر حرام یا ممنوع قرار نہیں دینا چاہئے بلکہ رخصت سے فائدہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔
- ۲: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے بلکہ معاشرے میں رہ کر اپنی اور لوگوں کی اصلاح میں مصروف رہنا چاہئے۔
- ۳: غلو سے ہر وقت کلی اجتناب کرتے ہوئے ہمیشہ عدل و انصاف والا درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہئے۔
- ۴: معاشرے سے دُور خانقاہی نظام اصل میں احبار یہود اور رہبان نصاریٰ کے اعمال کی کاپی (Copy) ہے۔
- ۵: امام ابوداؤد کا سنن ابی داؤد میں کسی روایت پر سکوت اُس کے حسن یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں بلکہ عدل و انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے اسماء الرجال اور اصول حدیث کے مطابق ہی روایت کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہئے۔
- ۶: اسلام میں چلہ کشی کا کوئی تصور نہیں ہے۔
- ۷: قرآن و حدیث سے زہد اور پرہیزگاری کا تو ثبوت ملتا ہے لیکن تصوف اور پیری مریدی کا کوئی ثبوت کسی دلیل میں نہیں ہے۔
- ۸: شریعت اسلامیہ میں اہل اسلام اور اہل ایمان کی صحیح تربیت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے تاکہ مسلمان ہمیشہ، گمراہیوں سے بچتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں اور اسی میں نجات ہے۔
- ۹: سنت پر عمل میں ہی نجات ہے۔
- ۱۰: بدعات سے اجتناب ضروری ہے۔

[۱۸۲] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((نزل القرآن على خمسة أوجه: حلالٍ و حرامٍ و محكمٍ و متشابهٍ و أمثالي. فأحلوا الحلال و حرموا الحرام و اعملوا بالمحکم و آمنوا بالمتشابه و اعتبروا بالأمثال.))

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن پانچ طرح پر نازل ہوا ہے: حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال (مثالیں) پس اس کے حلال کو حلال سمجھو اور حرام کو حرام سمجھو، محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لے آؤ اور مثالوں سے عبرت حاصل کرو۔

یہ مصابیح السنۃ (۱۶۴/۱۲۲) کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان (۲۲۹۳، دوسرا نسخہ ۳/۵۲۸ ح ۲۰۹۵) میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں: پس حلال پر عمل کرو اور حرام سے اجتناب کرو اور محکم کی اتباع کرو۔

هذا لفظ المصايح وروى البيهقي في شعب الإيمان ولفظه: ((فاعملوا بالحلال واجتنبوا الحرام واتبعوا المحكم)).

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری سخت مجروح و متروک ہے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اُس کے پاس بیٹھا تو (اسی) ایک مجلس میں ہی مجھ پر اُس کا جھوٹ واضح ہو گیا۔ (الکامل لابن عدی ۴/۱۳۸، دوسرا نسخہ ۵/۲۶۹، سند صحیح) امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: ”منکر الحدیث متروک الحدیث“ وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا، وہ حدیث میں متروک تھا۔ (الجرح والتعديل ۱/۷۵) نیز دیکھئے میری کتاب: تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء (ص ۵۹ ت ۱۸۶) اس روایت کا دوسرا راوی معارک بن عباد ضعیف تھا۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۶۷۳/۳) اور سنن الترمذی (۵۰۲ تحقیقی) اسے معارک بن عبداللہ بھی کہتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”منکر الحدیث“ (التاریخ الصغیر ۲/۱۷۷) امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہؤلاء الذین [قیل فیہم] منکر الحدیث، لست أرى الروایة عنہم [وإذا] قالوا: سکتوا عنہ. فکذلک لا أروي عنہم“ یہ راوی جن کے بارے میں منکر الحدیث کہا گیا ہے، میں اُن سے روایت کا قائل نہیں ہوں اور جب وہ (محدثین کسی راوی کے بارے میں) سکتوا عنہ کہیں تو میں اُن سے بھی روایت نہیں کرتا۔

(التاریخ الاوسط ج ۲ ص ۱۰۷، ما بین عشر إلى ستین و مائة)

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امور تین طرح کے ہیں: ایسا امر جس کی ہدایت واضح ہے، لہذا اس پر عمل کرو، ایسا امر جس کی گمراہی واضح ہے پس اس سے اجتناب کرو اور ایسا امر جس میں اختلاف ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ اسے احمد نے (?) لعلہ احمد بن منیع؟ اور طبرانی نے المعجم الکبیر ۱۰/۳۸۶ ح ۱۰۷۷ میں روایت کیا ہے۔

[۱۸۳] وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: ((الأمر ثلاثة: أمر بين رشده فاتبعه وأمر بين غيه فاجتنبه وأمر اختلف فيه فكله إلى الله عز وجل)). رواه أحمد.

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں ایک راوی ابوالمقدام ہشام بن زیاد متروک ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۲۹۲) سنن ابن ماجہ (۹۵۹ تحقیقی) اور سنن الترمذی (۲۸۸۹ تحقیقی)

ابوحاتم الرازی نے طویل کلام کے بعد فرمایا: ”وہو منکر الحدیث“ اور وہ منکر الحدیث تھا۔ (الجرح والتعدیل ۵۸/۹) امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۶۱۲)



الفصل الثالث

[۱۸۴] عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذ الشاذة والقاصية والناحية وإياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامه)) رواه أحمد .

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً انسان کے لئے شیطان ایک بھیڑیا ہے، جیسے بکریوں کا بھیڑیا علیحدہ، اکیلی، دُور رہ جانے والی اور کٹارے پر رہ جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ تم گھاٹیوں سے دُور رہو اور جماعت سے اور عام مسلمانوں سے منسلک رہو۔ اسے احمد (۲۳۲/۵، ۲۳۳، ۲۳۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

مسند احمد میں اس روایت کی دو سنیں ہیں:

اول: سعید (بن ابی عروبہ) عن قتادة: حدثنا العلاء بن زیاد عن معاذ بن جبل رضي الله عنه .
علاء بن زیاد کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۴/۱۸۱) لہذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز اس میں ابن ابی عروبہ کا عنعنہ بھی ہے۔

دوم: عمر بن ابراہیم (العبدی البصری): حدثنا قتادة عن العلاء بن زیاد عن رجل حدثه يثق به عن معاذ ابن جبل رضي الله عنه .

یہ سن دین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: عمر بن ابراہیم العبدی اگرچہ صدوق تھے لیکن قتادہ سے اُن کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۸۶۳) اور سنن الترمذی (تحقیقی: ۳۰۷۷)

۲: قتادہ ثقہ مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: اس حدیث کو بیان کرنے والا رجل (ایک آدمی) مجہول ہے۔

مسند عبد بن حمید (المختب: ۱۱۴) میں یہ روایت ”فضیل بن عیاض عن أبان (بن ابی عیاش) عن شہر بن حوشب عن معاذ بن جبل رضي الله عنه“ کی سند سے موجود ہے۔ اس سند میں أبان بن ابی عیاش سخت ضعیف، متروک راوی ہے، لہذا یہ سند باطل مردود ہے۔ اگر شہر تک یہ سند صحیح ہوتی تو پھر بھی ضعیف ہوتی کیونکہ شہر بن حوشب کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں

ہے، لہذا سند منقطع ہے۔

فائدہ: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما من ثلاثة في قرية ولا بدو ولا تقام فيهم الصلوة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فليكن بالجماعة فانما يأكل الذئب القاصية)) جس گاؤں یا بستی میں تین آدمی ہوں اور ان میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو ان پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے، لہذا تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ دُور رہ جانے والی اکیلی بکری کو بھیر یا کھا جاتا ہے۔ اسے امام ابوداؤد (۵۴۷) وغیرہ نے بیان کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام ابن خزیمہ (۱۳۸۶) حافظ ابن حبان (الاحسان: ۲۰۹۸، دوسرا نسخہ: ۲۱۰۱، موارد الظمآن: ۲۲۵) حاکم (۲۳۶۱) اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے أضواء المصباح (۱۰۶۷)

اس حدیث کے راوی سائب بن حیث رحمہ اللہ نے فرمایا: جماعت سے مراد باجماعت نماز ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد

(۵۷۴) اور صحیح ابن حبان (الاحسان ۲۵۹/۵)

اس صحیح حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً:

- ۱: گاؤں ہو یا جنگل، ہر جگہ باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔
- ۲: عذر کے بغیر باجماعت نماز نہ پڑھنا غلط اور قابل مذمت ہے۔
- ۳: شیطان ہر وقت کوشاں ہے کہ اہل ایمان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دے۔
- ۴: مسئلہ سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز اور صحیح ہے، بشرطیکہ کسی شرعی حکم کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔
- ۵: روایت مذکورہ سے موجودہ کاغذی جماعتوں اور تنظیموں کا جواز ثابت کرنا، راوی حدیث کے فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
- ۶: عام کی تخصیص جائز ہے۔
- ۷: اجماع شرعی حجت ہے۔
- ۸: اگر شرعی عذر اور ضرورت ہو تو جنگل میں رہنا جائز ہے۔

[۱۸۵] وعن أبي ذر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم :

((من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه)) رواه أحمد و أبو داود .

اور (سیدنا) ابو ذر (الغفاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جماعت سے ایک بالشت برابر بھی دُوری اختیار کی تو اُس نے اپنی گردن سے اسلام کا طوق نکال پھینکا۔ اسے احمد (۱۸۰/۵ ج ۲۱۸۹۳) اور ابوداؤد (۴۷۵۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اس روایت کی سند خالد بن وہبان کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ خالد مذکور کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۰۷/۴) میں ذکر کر کے کہا: ”وہ ابوذر الغفاری کا خالد زاد تھا، اس سے لوگوں نے روایت کی ہے۔“ حاکم نے اسے ”تابعی معروف“، یعنی مشہور تابعی قرار دیا۔

سیدنا الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن يراجع))

بے شک جو شخص بالشت برابر جماعت سے دُور ہوا تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا، الا یہ کہ وہ رجوع کر لے یعنی واپس آجائے۔ (سنن الترمذی: ۲۸۶۳ وقال: ”هذا حديث حسن صحيح غريب“، وسنده صحيح، الشريعة للآجری ۱/۲۸۷ ح ۷ وسنده صحيح، دوسرے نسخہ ص ۸) اس شاہد کے ساتھ درج بالا حدیث بھی حسن ہے۔

فائدہ: خالد بن وہبان کی بیان کردہ حدیث کتاب السنن لابن ابی عاصم (۱۰۵۳) میں ”من فارق الجماعة والإسلام فقه خلع ربقة الإسلام من عنقه“ [جس نے اسلام اور جماعت سے جدائی اختیار کی تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے نکال پھینکا۔] کے متن سے موجود ہے۔

فقہ الخلافیہ:

- ۱: اجماع شرعی حجت ہے۔
 - ۲: خلیفہ اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے الا یہ کہ فریقین یا ایک فریق کسی اجتہادی خطا میں مبتلا ہو تو وہ معذور ہے۔
 - ۳: سلف صالحین کے متفقہ فہم کے خلاف ہر قسم کی تشریح، تاویل اور استدلال مردود ہے۔
 - ۴: باجماعت نماز قائم کرنے کا ہمیشہ اہتمام کرنا چاہئے۔
 - ۵: اُمت اجابت میں گمراہی کی اصل وجوہات چار ہیں:
 - اول: قرآن و حدیث اور اجماع کا انکار (مثلاً تکفیری خوارج، معتزلہ اور منکرین حدیث وغیرہ)
 - دوم: سلف صالحین کے متفقہ فہم سے فرار (مثلاً جہمیہ، مرجیہ، روافض اور قدریہ وغیرہ)
 - سوم: تاویلات باطلہ اور مردود روایات سے پیار (مثلاً اہل بدعت اور اہل شرک کے تمام گروہوں کا طرز عمل)
 - چہارم: علمائے حق اور اہل حق سے برسرِ پیکار (مثلاً تکفیری اور تصفیعی خوارج وغیرہ)
 - ۶: نصوص شرعیہ کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ اتفاق ہو۔
 - ۷: سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ سے ثابت ہے کہ باغی بغاوت کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا بلکہ اہل ایمان میں شامل رہتا ہے، لہذا دوسری نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر صرف وعید و تشدید والے دلائل کی وجہ سے تکفیر کرنا باطل ہے۔
- فائدہ: تکفیری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور تصفیعی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو صحیح العقیدہ مسلم

علماء کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔

[۱۸۶] وعن مالك بن أنس مرسلًا قال قال رسول الله ﷺ: ((تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكنم بهما: كتاب الله و سنة رسوله.))
اور (امام) مالک بن انس (المدنی رحمہ اللہ) سے مرسل (یعنی ضعیف) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم انھیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

اسے انھوں (امام مالک) نے موطأ (۸۹۹/۲ ح ۱۷۲۷) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے، لیکن حدیث حسن ہے۔

یہ روایت امام مالک نے معضل (منقطع اور بغیر سند کے) بیان کی ہے لیکن اس کے بہت سے شواہد ہیں:

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ألا و إني تارك فيكم الثقلين: أحدهما كتاب الله ...)) سن لو! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: اُن میں ایک کتاب اللہ ہے... (صحیح مسلم: ۲۴۰۸، دار السلام: ۶۲۲۸) پھر آپ نے اپنے اہل بیت کا ذکر کیا۔

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فمن رغب عن سنتي فليس مني.)) پس جس نے میری سنت سے منہ موڑا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

③ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم“ اگر تم نبی (ﷺ) کی سنت ترک کر دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴، دار السلام: ۱۴۸۸)

④ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبداً: كتاب الله و سنة نبيه ﷺ.)) میں تمہارے درمیان وہ چھوڑے جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور اُس کے نبی ﷺ کی سنت۔ الخ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۱۸ و سندہ حسن) دیگر شواہد کے لئے دیکھئے سرفراز صفردیو بندی کی کتاب: راہ سنت (ص ۲۵) اور ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۷ ص ۱۶) ان صحیح شواہد کے ساتھ درج بالا حدیث حسن ہے۔ والحمد للہ

مہر محمد میاں الوالی دیو بندی نے اس حدیث کے بارے میں اہل سنت سے نقل کیا ہے کہ ”صحیح ہے۔“

(شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۴۹۳، جواب سوال نمبر ۸۳۱)

تنبیہ: روایت مذکورہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن و حدیث کے علاوہ اور کچھ بھی حجت نہیں۔ قرآن سے عموماً اور حدیث صحیح سے خصوصاً یہ ثابت ہے کہ اجماع شرعی حجت ہے اور اسی طرح دلائل شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔

[۱۸۷] وعن غضیف بن الحارث الشمالي قال قال رسول الله ﷺ: ((ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من إحداث بدعة)) رواه أحمد.

اور غضیف بن الحارث الشمالي سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس قوم نے کوئی بدعت نکالی تو ان سے اُس جیسی سنت اٹھالی گئی، لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اسے احمد (۴/۱۰۵ ح ۱۷۰۹۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی ضعیف ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۷۹۷۴) اور سنن ابی داؤد (۲۲۹۵ تحقیق) میں

[۱۸۸] وعن حسان قال: ما ابتدع قوم بدعة في دينهم إلا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها إليهم إلى يوم القيامة. رواه الدارمي.

حسان (بن عطیہ تابعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے تو اللہ ان سے اُس جیسی سنت کھینچ لیتا ہے پھر اسے قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں بھیجتا۔ اسے دارمی (۱/۲۵۸ ح ۹۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ تابعی کا قول ہے جسے اصول حدیث میں مقطوع کہتے ہیں۔ امام دارمی سے لے کر حسان بن عطیہ تک سند صحیح ہے۔

[۱۸۹] وعن إبراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله ﷺ: ((مَنْ وَقَرَّ صَاحِبٌ بِدَعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلِيَّ هَدْمَ الْإِسْلَامِ)) رواه البيهقي في شعب الإيمان مرسلًا.

ابراہیم بن میسرہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں تعاون کیا۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان (۹۴۶۴، دوسرا نسخہ: ۹۰۱۸) میں مرسل (یعنی منقطع) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے لیکن حدیث صحیح ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① مرسل ہے۔

② ابوہام (راوی) کا تعین نامعلوم ہے۔ شعب الایمان (طبع جدید) کے محقق مختار احمد ندوی نے ابوہام کو ابوہشام (محمد بن نصر بن سعید الکرمانی) قرار دے کر کہا: مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (ج ۱۲ ص ۵۷۷ ح ۹۰۱۸)

امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ) نے کہا: ”حدثنا أبو الفضل العباس ابن يوسف الشكلى قال: حدثنا أحمد بن سفيان المصري قال: حدثنا يحيى ابن عبد الله بن بكير المنزومي قال: حدثنا الليث بن سعد قال: حدثني هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:

((من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام))“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بدعت کی عزت کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔ (کتاب الشریعہ طبع جدید ص ۹۶۲ ح ۲۰۴۰)

اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

① ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا

② عروہ بن الزبیر: ثقة فقیہ مشہور . (تقریب التہذیب: ۴۵۶۱)

③ ہشام بن عروہ: ثقة إمام فی الحدیث . (کتاب الجرح والتعديل ۶۲۹)

وهو بری من التذلیس .

④ لیث بن سعد: ثقة ثبت فقیہ إمام مشہور . (تقریب التہذیب: ۵۶۸۴)

⑤ یحییٰ بن عبد اللہ بن کبیر: ثقة فی اللیث إلخ . (تقریب التہذیب: ۷۵۸۰)

⑥ احمد بن سفيان النسائي: صدوق مصنف . (تقریب التہذیب: ۴۲)

⑦ عباس بن يوسف الشكلى: مقبول الرواية . [اس کی روایت مقبول ہے]

(تاریخ الاسلام للذہبی ۲۳/۴۷۹، الوافی بالوفیات ۱۶/۳۷۳)

ذہبی اور صفدی کی توثیق کے بعد عرض ہے کہ عباس بن یوسف مذکور (متوفی ۳۱۴ھ) کے بارے میں خطیب بغدادی اور ابن

الجوزی نے کہا: ”وكان صالحًا متنسكًا“ اور وہ نیک، دیندار تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۵۳/۱۲۱۵ تا ۱۵۴/۱۶۲۳، المنتظم ۱۳/۲۵۷)

ان سے شاگردوں کی ایک جماعت نے حدیثیں بیان کی ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر جرح نہ ہو تو اس

کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ہے بلکہ علم، فقاہت، نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایسے شخص کی حدیث حسن کے درجے سے کبھی نہیں گرتی اور اس کا مقام کم از کم صدوق ضرور ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی اور علامہ صفدی کی واضح توثیق کے بعد شیخ البانی کا عباس بن یوسف کی وجہ سے اپنے سلسلہ ضعیفہ (ح ۱۸۶۲) میں

اس روایت کو ضعیف قرار دینا بہت ہی عجیب و غریب ہے۔

مٹھیاں بند کر کے نماز میں اٹھنے والی روایت کے راوی پیٹم بن عمران الدمشقی (متوفی ۱۹۹ھ) جن کی کوئی معتبر توثیق ثابت نہیں اور نہ نیک اور دیندار ہونا معلوم ہے، لیکن البانی صاحب نے اس کی روایت کو حسن کہا۔ (دیکھئے السلسلۃ الضعیفۃ ۳۹۲/۲ ح ۹۶۷) اور نیک اور دیندار مقبول الروایت عباس بن یوسف کی روایت کو ضعیف قرار دیا، کیا انصاف ہے!!

خلاصۃ التحقیق: امام ابو بکر الآجری والی روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت سے بغض رکھنا ایمان میں سے ہے اور دین کا بنیادی مسئلہ ہے۔

[۱۹۰] وعن ابن عباس قال: من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه، هداه الله من الضلالة في الدنيا ووقاه يوم القيامة سوء الحساب. وفي رواية قال: من اقتدى بكتاب الله لا يضل في الدنيا ولا يشقى في الآخرة - ثم تلا هذه الآية: ﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾ رواه رزين.

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا علم حاصل کیا، پھر جو اس میں ہے اُس کی اتباع کی، اللہ اسے دنیا کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت دے گا اور قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کی اقتدا کی، وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور آخرت میں بدنصیب نہیں ہوگا، پھر انھوں نے اس (مذکورہ) آیت کی تلاوت کی: جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔

اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے بے اصل ہے۔

مستدرک الحاکم (۳۸۱/۲ ح ۳۴۳۸) کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس میں جو ہے اُس کی اتباع کرے تو اللہ اسے گمراہی سے ہدایت دے گا اور قیامت کے دن بُرے حساب سے بچائے گا اور یہ اس طرح ہے کہ اللہ نے فرمایا: پس جس نے میری ہدایت کی اتباع کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ (ط: ۱۲۳)

اس کی سند عطاء بن السائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مصنف عبدالرزاق (۳۸۲/۳ ح ۶۰۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۲۶۷، ۲۶۸ ح ۲۹۹۴۶، ۲۹۹۴۷، ۳۲۱/۱۳، ۳۲۲، ۳۲۷ ح ۳۷۷۰) اور تفسیر طبری (۱۶/۱۶۳) میں اس کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہی ہے۔ اس باب میں ایک مرفوع روایت بھی ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الضعیفۃ (۳۳۱/۱۰ ح ۴۵۳۱)

اس سلسلے کی ایک دوسری مرفوع روایت بھی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲/۴۸ ح ۱۲۳۷)

اس کی سند عمران بن ابی عمران کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۶۷/۷)

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے صراطِ مستقیم (سیدھے راستے) کی مثال بیان کی ہے، راستے کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں جن میں دروازے کھلے ہوئے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ راستے کے سر پر ایک دعوت دینے والا کہہ رہا ہے: راستے پر سیدھے چلو اور ٹیڑھے راستے اختیار نہ کرو، اس دعوت دینے والے کے اوپر ایک پکارنے والا ہے، جب بندہ ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو کہتا ہے: تیری خرابی، اسے نہ کھول کیونکہ اگر تو اسے کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا۔ پھر انھوں نے اس کی تفسیر بیان کی: صراطِ مستقیم اسلام ہے اور کھلے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں۔ راستے کے سر پر دعوت دینے والا قرآن ہے اور اس سے اوپر پکارنے والا اللہ کا واعظ (نفسِ امارہ) ہے جو ہر مومن کے دل میں جا گزرتا ہے۔ اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

[۱۹۱] وعن ابن مسعود أن رسول الله ﷺ قال: ((ضرب الله مثلاً صراطاً مستقيماً وعن جنبتى الصراط سوران، فيهما أبواب مفتحة وعلى الأبواب ستور مرخاة. وعند رأس الصراط داع يقول: استقيموا على الصراط ولا تعوجوا و فوق ذلك داع يدعو، كلما هم عبد أن يفتح شيئاً من تلك الأبواب قال: ويحك! لا تفتحها فإنك إن تفتحها تلجه.)) ثم فسره فأخبر: ((أن الصراط هو الإسلام وأن الأبواب المفتحة محارم الله وأن الستور المرخاة حدود الله وأن الداعي على رأس الصراط هو القرآن وأن الداعي من فوقه واعظ الله في قلب كل مؤمن.)) رواه رزين.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند نامعلوم ہے۔

رزین العبدي رحمه الله کی کتاب نہ تو مطبوعہ ہے اور نہ اس کے کسی مخطوطے کا کوئی علم ہے، لہذا یہ روایت سند نہ معلوم ہونے کی

وجہ سے مردود ہے۔

اور احمد (۱۸۲/۴-۱۸۳-۱۸۴ ح ۱۷۷۸۳) اور بیہقی نے شعب الایمان (۷۲۶) میں نواس بن سماعان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے اور اسی طرح ترمذی (۲۸۵۹) وقال: غریب) نے ان سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

[۱۹۲] ورواه أحمد والبيهقي في شعب الإيمان عن النواس بن سماعان و كذا الترمذي عنه إلا أنه ذكر أخصر منه .

تحقیق الحدیث: مسند احمد (الموسومة الحریثية ۱۸۲، ۱۸۱، ۲۹ ج ۶۳۴) وغیرہ میں سیدنا نواس بن سمران الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ضرب اللہ مثلاً صراطاً مستقیماً و علی جنبتي صراط سوران فیہما أبواب مفتحة و علی الأبواب ستور مرخاة و علی باب الصراط داع یقول: أیہا الناس! ادخلوا الصراط جمیعاً و لا تتعرجوا و داع یدعو من فوق الصراط فإذا أراد أن یفتح شیئاً من تلك الأبواب قال: ویحک! لا تفتحہ فإنک إن تفتحہ تلجہ، و الصراط: الإسلام و السوران: حدود اللہ و الأبواب المفتحة محارم اللہ و ذلك الداعي علی رأس الصراط: کتاب اللہ و الداعي من فوق الصراط: واعظ اللہ فی قلب کل مسلم.)) اللہ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان فرمائی، راستے کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں جن میں دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ہر دروازے پر پردہ لٹکا ہوا ہے۔ ہر دروازے پر ایک پکارنے والا کہہ رہا ہے: اے لوگو! تم سارے کے سارے راستے پر داخل ہو جاؤ اور ٹیڑھے راستوں پر نہ مڑو، جب بھی کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی دروازے کا پردہ کھولنا چاہتا ہے تو راستے کے اوپر سے بلانے والا کہتا ہے: تیری خرابی ہو! اسے نہ کھول، اگر تو نے اسے کھول دیا تو اندر داخل ہو جائے گا۔ راستہ اسلام ہے فصیلیں اللہ کی حدیں ہیں اور کھلے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ راستے پر آواز دینے والا قرآن ہے اور راستے کے اوپر سے پکارنے والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور شواہد کے ساتھ یہ صحیح ہے۔ اسے حاکم (۷۳۱) نے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا ہے۔

اور (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے طریقے پر عمل کرے جو فوت ہو گیا ہے کیونکہ زندہ شخص کے بارے میں فتنے سے بے خوف نہیں ہو سکتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس اُمت میں سب سے افضل، نیک ترین دلوں والے، گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، اللہ نے انھیں اپنے نبی کا ساتھی بنانے اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چن لیا، لہذا اُن کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کے آثار کی اتباع کرو اور اپنی استناعت کے مطابق، اُن کے اخلاق اور سیرتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو، کیونکہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔

اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

[۱۹۳] وعن ابن مسعود قال: من كان مستنّاً فليستنّ بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة. أولئك أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم كانوا أفضل هذه الأمة، أبرّها قلوباً و أعمقها علماً و أقلها تكلفاً، اختارهم اللہ لصحبة نبيه و لإقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم و اتبعوهم على آثارهم و تمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم. رواه رزین.

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔ رزین والا حوالہ تو بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لیکن اس جیسی ایک روایت کو ابن عبد البر نے جامع بیان العلم وفضلہ (۹۷/۲) میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قتادہ راوی بیان کئے گئے ہیں اور قتادہ کی ابن مسعود سے روایت منقطع (یعنی مردود) ہے۔ قتادہ تک سند میں بھی نظر ہے۔ اس روایت کا دوسرے صحابی سے ایک شاہد حلیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱) میں ہے، لیکن اُس کی سند بھی ضعیف ہے۔

[۱۹۴] وعن جابر أن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما أتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال: يا رسول الله! هذه نسخة من التوراة فسكت، فجعل يقرأ ووجه رسول الله ﷺ يتغير. فقال أبو بكر: ثكلتك الثواكل! ما ترى ما بوجه رسول الله ﷺ! فنظر عمر إلى وجه رسول الله ﷺ فقال: أعود بالله من غضب الله و غضب رسوله، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً. فقال رسول الله ﷺ: ((والذي نفس محمد بيده! لو بدا لكم موسى فاتبعتموه و تركتموني لصلتكم عن سواء السبيل ولو كان حياً و أدرك نبوتي لا تبعني)). رواه الدارمي.

اور جابر (بن عبد اللہ الانصاری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تو رات کا ایک نسخہ لے کر آئے تو کہا: یا رسول اللہ! یہ تو رات کا ایک نسخہ ہے تو آپ خاموش ہو گئے، پھر وہ (عمر رضی اللہ عنہ سے) پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو رہا تھا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: تجھے گم کرنے والیاں گم پائیں! کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتے؟ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھا تو کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے موسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہو جائیں، پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر وہ (موسیٰ علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میرا دور نبوت پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اسے دارمی (۱۱۵/۱، ۱۱۶ ج ۴۳۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف عند الجمہور راوی ہے۔ اور یہ روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن کے درجے تک نہیں پہنچتی۔ (دیکھئے حدیث سابقہ: ۱۷۷)

اور انھی (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کے کلام کا بعض دوسرے بعض کو منسوخ کرتا ہے۔

[(اسے دارقطنی ۴/۱۴۵ ح ۲۲۳۳) نے روایت کیا ہے۔]

[۱۹۵] وعنه قال قال رسول الله ﷺ :

((کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضه بعضاً))

تحقیق الحدیث: اس کی سند موضوع ہے۔

اس میں جبرون بن واقد مہتمم راوی ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: اُس نے یہ روایت حیا کی کمی کی وجہ سے بیان کی... اور یہ روایت

موضوع ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۸۸ ملخصاً، دوسرا نسخ ج ۲ ص ۱۱۱)

حافظ ابن عدی الجرجانی (متوفی ۳۶۵ھ) نے اس روایت کو ”منکر“ یعنی مردود قرار دیا ہے۔

(دیکھئے اکال فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۶۰۲، دوسرا نسخ ج ۲ ص ۲۲۳)

جبرون ثقہ نہیں تھا۔ دیکھئے دیوان الضعفاء والمتر وکین للذہبی (۱۴۲۱ ت ۷۲)

حافظ ابن الجوزی نے اس روایت کو واہیات (بہت کمزور روایتوں) میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے العلل المتناہیہ (۱۲۵ ح ۱۹۰) کسی ایک محدث نے بھی جبرون بن واقد کی توثیق یا تعریف نہیں کی، لہذا وہ متروک مہتمم راوی تھا۔

اور (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طرح قرآن ایک دوسرے کو منسوخ کرتا ہے، اسی طرح ہماری حدیثیں ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں۔

[(اسے دارقطنی ۴/۱۴۵ ح ۲۲۳۴) نے روایت کیا ہے۔]

[۱۹۶] وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ :

((إن أحاديثنا ینسخ بعضها بعضاً کنسخ القرآن))

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف اور منکر ہے۔

اس کا ایک راوی محمد بن الحارث بن زیاد بن الربیع الحارثی البصری جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح تھا۔ امام عمرو بن

علی الفلاس رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ) نے فرمایا: ”روی أحادیث منكرة وهو متروك الحدیث“

اُس نے منکر حدیثیں بیان کیں اور وہ متروک الحدیث تھا۔ (الجرح والتعديل ۷/۲۳۱، سندہ صحیح)

نیز دیکھئے سنن ابن ماجہ تحقیقی (تسہیل الحاجہ: ۲۵۰۰)

روایتِ مذکورہ میں محمد بن الحارث کا استاد محمد بن عبدالرحمن بن البلیمانی الکوفی بہت زیادہ ضعیف اور متروک: منکر الحدیث تھا۔ اس راوی کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: منکر الحدیث (کتاب الضعفاء تحقیقی: ۳۳۸)

امام بخاری جنہیں منکر الحدیث کہتے تو وہ اُن سے روایت لینے کے قائل نہیں تھے۔

دیکھئے التاريخ الاوسط للبخاری (۱۰۷/۲) اور لسان المیزان (۲۰۱، دوسرا نسخہ ۳۰۱)

حافظ ابن حبان نے ابن البلیمانی کے بارے میں فرمایا: اُس نے اپنے باپ سے دوسوا حدیث کے قریب ایک نسخہ بیان کیا ہے، جس کی ساری حدیثیں موضوع ہیں، اس شخص کے ساتھ حجت پکڑنا جائز نہیں ہے... الخ (کتاب البحر وجین ج ۲ ص ۲۶۴)

عبدالرحمن بن البلیمانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی تھا۔

نیز دیکھئے تقریب التہذیب (۳۸۱۹) اور سنن ابی داؤد تحقیقی (نیل المقصود: ۴۲۶۴)

اور (سیدنا) ابو ثعلبہ الخشنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض چیزیں اللہ نے فرض کی ہیں، لہذا تم انھیں ضائع نہ کرنا اور بعض چیزیں حرام قرار دی ہیں، لہذا تم ان کی حرمت کو نہ توڑنا، اللہ نے کچھ حدیں مقرر کی ہیں، لہذا تم ان سے تجاوز نہ کرنا اور اللہ نے کچھ چیزوں سے (جان بوجھ کر) بھولے بغیر سکوت اختیار فرمایا ہے، لہذا تم اُن کی بحث و تحقیق میں نہ لگنا۔ [اسے دارقطنی ۱۸۳۷-۱۸۴۰ ج ۱ ص ۳۵۰ نے روایت کیا ہے۔]

ان تین احادیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

[۱۹۷] وعن أبي ثعلبة الخشني قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الله فرض فرائض فلا تصيبوها وحرّم حُرْمَاتٍ فلا تنتهكوها وحدّ حدوداً فلا تعتدوها وسكت عن أشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها)).

روى الأحاديث الثلاثة الدارقطني.

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے حاکم (المستدرک ۱۱۵/۲ ج ۱۱۴) اور بیہقی (السنن الکبریٰ ۱۲/۱۰، ۱۳) نے بھی مکحول عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

امام مکحول رحمہ اللہ کی سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت (متابعات میں) صحیح مسلم (۱۹۳۱، دارالسلام: ۴۹۸۷) میں موجود ہے لیکن صراحتاً سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اُن کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔ امام مکحول کا مدلس ہونا ثابت نہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۶۵) حافظ العلاء نے فرمایا: مکحول عمر اور شہر کے لحاظ سے (سیدنا) ابو ثعلبہ الخشنی (رضی اللہ عنہ) کے معاصر تھے، لہذا اس کا احتمال ہے کہ انھوں نے ابو ثعلبہ سے ملاقات کی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنی عادت کے طور پر یہ روایت مرسل بیان کر دی ہو۔

(جامع التحصیل ص ۲۸۵، ۲۸۶، تحفۃ التحصیل ص ۳۱۵)

امام ابو مسہر کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مکحول نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی صحابی سے کچھ نہیں سنا۔
دیکھئے المراسیل لابن ابی حاتم (ص ۲۱۱ و سندہ صحیح)

حافظ مزنی نے کہا: اور (مکحول نے) اُن (ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ) سے کچھ بھی نہیں سنا۔ (تحفۃ الاشراف ۹/۳۳۷ قبل ج ۳ ص ۱۱۸)
حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بارے میں کہا: اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ منقطع ہے۔ (المطالب العالیہ ۷/۲۲۷ ج ۲ ص ۲۹۵)
حافظ ابن عساکر نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور مکحول نے ابو ثعلبہ سے نہیں سنا۔ (معجم الشیوخ ج ۲ ص ۸۵ ج ۲ ص ۱۲۳۲)
معلوم ہوا کہ اتصالِ سند میں شک ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

نیز دیکھئے انیس الساری (۱۱۸۱ ج ۱ ص ۲۱۲)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عہدِ جاہلیت والے لوگ بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو گھن کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے، پھر اللہ نے اپنا نبی بھیجا اور اپنی کتاب نازل فرمائی۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا، لہذا جسے اُس نے حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا ہے، وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں سکوت کیا ہے تو اس میں معافی (اجازت) ہے۔ الخ (سنن ابی داؤد: ۳۸۰۰ و سندہ صحیح و صحیح الحاكم ۴/۱۱۵، ووافقتہ الذہبی)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ جس چیز کے بارے میں شریعت میں سکوت کیا گیا ہو تو وہ مباح ہے۔
لطیفہ: ہمارے ایک دوست معصم خان غورغشتوی سے ایک شخص نے کہا: ”اگر تم بھینس کا حلال ہونا ثابت کر دو تو میں ایک لاکھ روپے انعام دوں گا۔“ معصم خان نے کہا: ”اگر تم بھینس کا حرام ہونا ثابت کر دو تو میں دو لاکھ روپے انعام دوں گا۔“
وہ شخص مہبوت و لاجواب ہو کر چپ ہو گیا۔



كتاب العلم

الفصل الأول

[۱۹۸] عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةٌ وَحَدَّثُوا عَنِّي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) رواه البخاري .

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے (لے کر) آگے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۳۴۶۱)

فقہ الحدیث:

۱: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی انسان کے پاس قرآن مجید کی صرف ایک آیت کا ہی علم ہو تو وہ اسے دوسرے بھائیوں تک پہنچادے۔ مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دلیل سے بات کرے لیکن اس کے لئے تمام دلائل کا احاطہ ضروری نہیں ہے۔

۲: لفظ آیت کے چار معنی ہیں: قرآن مجید کی آیت، دو چیزوں کے درمیان جدائی والی خاص نشانی، بہت عجیب بات اور بڑی مصیبت۔ حدیث مذکور میں اول الذکر مراد ہے۔

۳: ہر انسان حسب استطاعت تبلیغ دین پر مامور ہے۔

۴: بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ روایتیں اپنے قائل تک باسند صحیح ثابت ہوں اور شریعت محمدیہ (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام عدد النجوم فی السماء) کے خلاف نہ ہوں۔

۵: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے۔

۶: ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ حسب ضرورت دین کا علم سیکھے، جو اس کے عقائد اور اعمال صحیح کرنے میں مؤید ہو اور اگر وہ تفصیلی علم حاصل نہ کر سکے تو اُس پر یہ لازم ہے کہ صحیح العقیدہ علمائے حق کی طرف رجوع کرے اور اُن سے کتاب و سنت اور اجماع (و آثار سلف صالحین) کا علم حاصل کرے۔

یاد رہے کہ عام آدمی کا علماء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے، ورنہ عصر حاضر میں ہی صرف حنفی و تقلیدی حضرات میں ہزاروں امام بن جائیں گے جن کی تقلید کی جاتی ہے (!) اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

۷: حدیث حجت ہے۔

اور (سیدنا) سمرہ بن جندب اور (سیدنا) مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہما) دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۱۹۹] وعن سمرۃ بن جندب والمغیرۃ بن شعبۃ قالا: قال رسول اللہ ﷺ: ((مَنْ حَدَّثَ عَنِي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ)) رواه مسلم .

تخریج: صحیح مسلم (۱)

فقہ الحدیث:

- ۱: جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے لیکن اللہ اور رسول پر جھوٹ بولنا تو کبیرہ گناہ، حرام بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے۔
- ۲: بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس شدید وعید اور دلائل کے باوجود اللہ اور رسول پر جھوٹ بولتے ہیں، موضوع اور بے اصل روایات لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کیا انھیں اللہ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے!؟
- ۳: جھوٹ بولنے والے راویوں کے ساتھ وہ شخص بھی برابر کا شریک ہے جو جھوٹی روایات کو لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا رہتا ہے۔
- اگر حدیث مذکور میں کا ذہن سے مراد تنبیہ (دو) لیا جائے تو پھر دو شخص اس حدیث کے مخاطب ہیں: وہ جس نے جھوٹی حدیث بنائی ہے، اور وہ شخص جو یہ جھوٹی حدیث لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا ہے۔
- ۴: اس شدید وعید سے اشارتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث وحی اور حجت ہے، جس کی حفاظت کے لئے یہ بتا دیا گیا ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے والا شخص جھوٹا ہے اور یہ شخص جہنم میں جائے گا جیسا کہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔
- ۵: علماء پر یہ ضروری ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت اس کی تحقیق کر لیں، بلکہ علم اسماء الرجال اور اصول حدیث کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

اور (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر (بھلائی) کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔ متفق علیہ

[۲۰۰] وعن معاویۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: ((مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يَعْطِي)) متفق عليه .

تشریح: صحیح بخاری (۷۱) صحیح مسلم (۹۸/۱۰۳۷)

فقہ الحدیث:

۱: فقہ اصل میں فہم اور سو جھ بوجھ کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں تفقہ فی الدین کی بڑی فضیلت ہے۔ اس تفقہ والے یعنی فقہاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

”وقد جزم البخاري بأن المراد بهم أهل العلم بالآثار، وقال أحمد بن حنبل: إن لم يكنوا أهل الحديث فلا أدري من هم...“ (امام) بخاری نے بطور جزم بتایا ہے کہ ان سے مراد آثار (احادیث) جاننے والے علماء ہیں اور احمد بن حنبل نے فرمایا: اگر یہ لوگ اہل حدیث (محدثین) نہیں ہیں تو پھر مجھے نہیں پتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۶۴ تحت ج ۷۱) نیز دیکھئے عمدۃ القاری (ج ۲ ص ۵۲)

امام بخاری کے قول کے لئے دیکھئے مسألتہ الاحتجاج بالشافعی للخطیب (ص ۴۷ و سندہ صحیح)
امام احمد بن حنبل کے قول کے بارے میں دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۲ و سندہ حسن)
یہ کہنا کہ محدثین کرام فقہاء نہیں تھے، بہت بڑا جھوٹ ہے۔

امام بخاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”و إمام الدنيا في فقه الحديث“

اور آپ فقہ حدیث میں دنیا کے امام تھے۔ (تقریب التہذیب: ۵۷۲۵)

امام مسلم کے بارے میں فرمایا: ”... عالم بالفقه“ فقہ کے عالم (تقریب التہذیب: ۶۶۲۳)

۲: وإنما أنا قاسم (اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں) کی تشریح میں قسطلانی نے لکھا ہے: ”أي أقسم بينكم تبليغ الوحي من غير تخصيص“، یعنی میں بغیر کسی تخصیص کے تمہارے درمیان وحی کو تقسیم کر رہا ہوں۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۰)

معلوم ہوا کہ قاسم سے مراد قرآن و حدیث کا علم لوگوں میں تقسیم کرنا اور پھیلانا ہے۔

بعض لوگوں نے اس سے تقسیم مال (یعنی مال غنیمت کی لوگوں میں تقسیم) مراد لیا ہے اور یہ مفہوم بھی صحیح ہے۔

۳: یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبے میں بیان فرمائی، جو اس کی دلیل ہے کہ خلفائے اسلام حدیث کو حجت سمجھتے تھے اور عوام میں اُس کی علانیہ تبلیغ بھی کرتے تھے، لہذا منکرین حدیث کا صحیح حدیث سے انکار خوارج و معتزلہ کی تقلید اور عجمی سازش ہے۔

۴: یہ تقسیم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اور آپ کی وفات کے بعد اب تمام فقہ آپ کی احادیث صحیحہ کی اتباع میں ہی

ہے۔

[۲۰۱] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((الناس معادن كمعادن الذهب والفضة، خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام إذا فقهوا.)) رواه مسلم.

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ معدنیات کی طرح ہیں جس طرح سونے چاندی کی معدنیات (کانیں) ہوتی ہیں، جو لوگ جاہلیت میں بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ وہ تفقہ (دین میں سوجھ بوجھ) حاصل کریں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح مسلم (۱۹۹/۲۵۲۶)

فقہ الحدیث:

۱: انسانوں میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

۲: جو شخص ناسمجھی میں اخلاص سے اسلام کی مخالفت کرتا تھا تو جب خلوص دل سے مسلمان ہو جاتا ہے، پھر دین اسلام کا دفاع بھی انتہائی خلوص اور عظیم قربانیوں کے ساتھ سرانجام دیتا ہے۔ جو لوگ جاہلیت میں اسلام کے کٹر مخالف تھے مثلاً سیدنا عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ) وغیرہ، جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو اپنا مال و جان اور سب کچھ اسلام پر نچھاور کر دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۳: جو شخص دین اسلام (کتاب و سنت) کی نشر و اشاعت میں دل و جان سے ہر وقت مصروف رہے، یہی شخص فقیہ اور صاحب فضل و خیر ہے۔

۴: بہترین اور افضل کو دوسری بہترین چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ توہین و تحقیر مراد نہ ہو لیکن یاد رہے کہ تشبیہ میں ہر لحاظ سے مماثلت ضروری نہیں ہے۔

۵: افضل کو افضل کے ساتھ ہی تشبیہ دینا جائز ہے۔

۶: تمام لوگ اعمال میں برابر نہیں بلکہ مختلف ہوتے ہیں۔

۷: دین میں سوجھ بوجھ (تفقہ) حاصل کرنے کے لئے ہمہ وقت مصروف اور سرگرم رہنا چاہئے۔

۸: جس طرح سونے چاندی کو آگ کی بھٹی میں مختلف عوامل اور حالتوں سے گزارا جاتا ہے، تب کہیں جا کر خالص سونا چاندی تیار ہوتے ہیں، اسی طرح اہل ایمان بھی مختلف تکالیف اور مشقتوں میں صبر سے نکلنے کے بعد کندن (اعلیٰ درجے کے مومنین) بن جاتے ہیں۔

۹: اگر ایمان و اسلام کی نعمت نصیب نہ ہو تو پھر موروثی برتری اور قومی و خاندانی غلبے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسد (رشک) صرف دو (آدمیوں) کے ساتھ (جائز) ہے: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا تو اس نے اُسے حق (صحیح مصرف) میں لگا دیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت عطا فرمائی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔ متفق علیہ

[۲۰۲] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله مالا فسلطه علىهلكته في الحق ورجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها.)) متفق عليه .

تفسیر: صحیح بخاری (۷۳) صحیح مسلم (۸۱۶/۲۶۸)

فقہ الحدیث:

۱: کسی شخص کی خوشحالی یا نیکی سے متاثر ہو کر اپنے لئے ویسی خواہش و تمنا کرنا غبطہ (رشک) کہلاتا ہے اور حدیث مذکور میں حسد سے مراد غبطہ ہے۔

۲: وہ انسان افضل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کا علم عطا فرمایا ہے اور وہ اسے تحریر، تدریس اور تقریر وغیرہ کے ذریعے سے لوگوں میں پھیلا رہا ہے۔

۳: خوش قسمت ہے وہ امیر آدمی جو خلوص نیت اور اتباع سنت سے اپنے مال و دولت کو کتاب و سنت کی دعوت پھیلانے اور غرباء و مساکین کی مدد کرنے میں صرف کر رہا ہے۔

۴: حسد حرام اور رشک جائز ہے بشرطیکہ دوسرے شخص کی نعمت کے زوال اور خاتمے کی خواہش نہ ہو۔

۵: ہر وقت کتاب و سنت کا علم سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے لوگوں میں حسب استطاعت پھیلانے میں مصروف رہنا چاہئے۔

۶: اگر شرعی عذر مانع نہ ہو تو سارے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دینا جائز ہے۔

فائدہ: سیدنا عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اُس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے کہا: اگر میں ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) سے کبھی آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ میں اپنا آدھا مال لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا: آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں۔

اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اپنا سارا مال لے آئے پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں اُن کے لئے اللہ اور رسول (کی محبت) کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر سبقت نہیں لے سکوں گا۔ (سنن الترمذی: ۳۶۷۵، وقال: "هذا حديث حسن صحيح" وسنده حسن وصحة الحاكم على شرط مسلم ۴۱۴۱ ووافقه الذہبی)

نیز دیکھئے سنن ابی داؤد (۱۶۷۸) اور أضواء المصباح (۶۰۲۱)

اس حدیث کے جملے: ((أبقيت لهم الله ورسوله)) کی تشریح میں ملا علی قاری (حنفی) نے کہا: "أي رضاهما" یعنی اللہ اور

رسول کی رضامندی چھوڑ کر آیا ہوں۔ دیکھئے مرقاۃ المفاتیح (ج ۱۰ ص ۳۷۹ ح ۶۰۳۰) معلوم ہوا کہ عند الضرورت اور شرعی عذر کے ساتھ سارا مال بھی اللہ کے راستے میں قربان کیا جاسکتا ہے۔

[۲۰۳] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة أشياء: صدقةٍ جارِيةٍ أو علمٍ ينتفع به أو ولدٍ صالحٍ يدعو له)) رواه مسلم .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرتا ہے تو اس کے سارے اعمال ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعائیں کرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: صحیح مسلم (۱/۲۳۱، ۱/۲۳۲، ۱/۲۳۳، ۱/۲۳۴) واللفظ لہ بزیاۃ ”من“، قبل ”صدقۃ“

فقہ الحدیث:

- ۱: مرنے والے کے سارے اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ مومن مسلمان تھا تو مذکورہ تین اعمال کا اسے مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچتا ہے۔
- ۲: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردہ دنیا والوں کی باتیں سنتا اور نہ کچھ دنیا میں سے دیکھتا ہے۔ یاد رہے کہ جس بات کا استثناء ثابت ہے اُس پر ایمان لانا واجب ہے، مثلاً یہ ثابت ہے کہ دفن کے بعد واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز مردہ سنتا ہے۔ دیکھئے أضواء المصائب (۱۲۶)
- ۳: عالم اور طالب علم کو عام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔
- ۴: وفات کے بعد، مرنے والے کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام یا قفل، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ اُسے ذرہ بھر مفید نہیں ہیں، ماسوائے درج بالا تین اعمال کے، لہذا اس قسم کی بدعات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

[۲۰۴] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة . ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة . ومن ستر مسلماً ستره الله في الدنيا والآخرة . والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه . ومن سلك

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مومن کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ قیامت کی سختیوں میں سے اس کی سختی دور فرمائے گا، جو شخص کسی تنگ دست آدمی پر آسانی کرے گا تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالے گا تو

اللہ دنیا و آخرت میں اس (کے عیوب) پر پردہ ڈالے گا، اللہ (اس) بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے اس کے راستے پر چلے گا تو اللہ اس کا جنت کی طرف راستہ آسان کر دے گا، جو لوگ بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اس کا درس و تدریس جاری کرتے ہیں تو ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ اپنے پاس والوں (مقرب فرشتوں) کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے، اور جس کا عمل پیچھے رہ جائے تو اس کا نسب اُسے آگے نہیں لے جائے گا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

طريقاً يلتبس فيه علماً سهل الله له به طريقاً إلى الجنة . وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة و غشيتهم الرحمة و حفتهم الملائكة و ذكرهم الله فيمن عنده و من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه . ((رواه مسلم .

تخریج: صحیح مسلم (۲۶۹۹/۳۸)

فقہ الحدیث:

- ۱: یہ حدیث اس قدر جامع ہے کہ اگر صرف اسی پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہوا جائے تو دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔
- ۲: اسلام ہمدردی و ایثار کا درس دیتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔
- ۳: کسی کے عیوب کی پردہ پوشی درحقیقت اپنے ہی گناہوں کو چھپانا ہے۔
- ۴: طلب علم حصول جنت کا بہترین ذریعہ ہے، نیز اہل علم دوسروں سے افضل ہیں۔
- ۵: روز قیامت حسب و نسب نہیں بلکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ سے ہی کامیابی ملے گی۔

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے جس آدمی کا فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا، پھر (اللہ) اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ انھیں پہچان لے گا، پھر اللہ فرمائے گا: تو نے ان میں کیا عمل کیا تھا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے لئے جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ فرمائے

[۲۰۵] وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((إن أول الناس يقضى عليه يوم القيامة رجل استشهد فأتى به فعرفه نعمته فعرّفها فقال: ما عملت فيها؟ قال: قاتلت فيك حتى استشهدت قال: كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال: جريء، فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار. ورجل

گا: تو نے جھوٹ کہا، لیکن تم تو اس لئے لڑے تھے کہ لوگ تجھے بہادر کہیں پس ایسا کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا تو اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

اور (دوسرا) آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پڑھا تھا، اسے لایا جائے گا، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ انھیں پہچان لے گا، پھر وہ (اللہ) فرمائے گا: تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا تھا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، تو نے تو اس لئے علم سیکھا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور یہ کہہ دیا گیا ہے۔ پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینکا جائے گا۔

اور (تیسرا) آدمی جسے اللہ نے وسیع مال و دولت عطا کیا تھا لایا جائے گا پھر اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ انھیں پہچان (اور تسلیم کر) لے گا۔ اللہ فرمائے گا: تو نے ان میں کیا عمل کیا تھا؟ وہ کہے گا: میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جسے تو پسند کرتا ہے مگر اس میں مال خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، لیکن تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور یہ کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا تو اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر (جہنم) کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَتَى بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَّفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتَهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: إِنَّكَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَيَّ وَجْهَهُ حَتَّى أَلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَسِعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهَا فَأَتَى بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَّفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يَنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَيَّ وَجْهَهُ ثُمَّ أَلْقِيَ فِي النَّارِ.)) رواه مسلم .

تصريح: صحیح مسلم (۱۹۰۵/۱۵۲)

فقہ الحدیث:

۱: ریا (دکھاوا) ایسا بڑا گناہ ہے جو تمام نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے، لہذا ہر شخص کو اس سے بچنا چاہئے، چاہے عالم ہو یا مجاہد سخی، ورنہ ہر عبادت اور ہر عمل رائیگاں و باطل ہو جائے گا۔

مولانا محمد سلیمان کیلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

”عمل خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو جب تک اس میں نیت کا اخلاص نہ ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقبول نہیں ہوتا، نمود و نمائش سے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک آدمی اگر زید کے گھر جا کر اس کا کوئی کام کرے تو اجرت بھی اس سے اسے لینی چاہئے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کام تو زید کا کرے اور اجرت عمر سے مانگے۔ اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مزدوری کا حقدار ہے اور جس نے کام تو کیا ہو دنیا کو خوش کرنے کے لئے اور آفرین حاصل کرنے کے لیے لیکن ثواب کی توقع اللہ تعالیٰ سے رکھے تو یہ بالکل باطل ہے۔“ (حواشی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۵، ۲۲۶ ج ۱۹۶)

۲: اعمالِ صالحہ کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ضروری ہیں:

اول: صرف اللہ کی رضامندی کے لئے پورے خلوص کے ساتھ عمل کیا جائے۔

دوم: کتاب و سنت کے مطابق عمل ہو اور ہر قسم کی بدعات سے بچا جائے۔

۳: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون (یعنی قتل) کے مقدمات کا فیصلہ ہوگا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۶۵۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۷۸)

ان روایات کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ ریا اور دکھاوے والوں میں سب سے پہلے مقتول، عالم اور سخی مالدار کے درمیان

فیصلہ کیا جائے گا، مظالم میں سب سے پہلے قتل کے فیصلے ہوں گے اور عبادات میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ واللہ اعلم

اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ علم کو لوگوں سے کبیتاً (سارے کا سارا) اٹھا نہیں لے گا بلکہ وہ علم کو علماء کی ارواح قبض کرنے کے ساتھ اٹھائے گا حتیٰ کہ وہ جب کسی عالم کو نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا بڑا بنالیں گے پھر ان (جاہلوں) سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے (اپنی رائے سے) فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ متفق علیہ

[۲۰۶] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا.)) متفق عليه.

تصحیح: صحیح بخاری (۳۴) صحیح مسلم (۲۶۷۳/۱۳)

فقہ الحدیث:

۱: قرآن و حدیث کے مقابلے میں رائے سے فتویٰ دینا حرام ہے۔

۲: کتاب وسنت کا وجود قیامت تک رہے گا لیکن علمائے حق میں عام طور پر کمی آتی رہے گی۔

۳: صحیح بخاری کی ایک روایت میں ”فیفتون برأیہم“ [پس وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے] کے الفاظ آتے ہیں۔

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنتح ۴۳۰۷)

یعنی وہ لوگ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں رائے سے فتویٰ دینا حرام ہے اور قیامت سے پہلے ایسے لوگ ہوں گے جو اپنی رائے سے قرآن وحدیث کے خلاف فتوے دیتے رہیں گے۔

۴: تقلید شخصی بدعت ہے اور کتاب وسنت کے مقابلے میں تقلید کرنا حرام ہے۔

۵: گمراہوں سے بچنا ضروری ہے ورنہ آخرت برباد ہو جائے گی۔

اور شقیق (بن سلمہ، ابو وائل رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو جمعرات کے دن وعظ ونصیحت کرتے تھے، پھر انہیں ایک آدمی نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ ونصیحت کرتے، انہوں نے فرمایا: مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں مبتلا کرنا پسند کرتا ہوں اور میں تمہیں کبھی کبھار وعظ ونصیحت اسی طرح کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کبھی کبھار وعظ ونصیحت کرتے تھے، اس خوف کی وجہ سے کہ ہم اکتانہ جائیں۔ متفق علیہ

[۲۰۷] وعن شقیق: كان عبد الله بن مسعود يذکر الناس في كل خميس. فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن! لوددت أنك ذكرتنا في كل يوم. قال: أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملككم وأني أتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله ﷺ يتخولنا بها مخافة السامة علينا. متفق عليه.

تخریج: صحیح بخاری (۷۰) صحیح مسلم (۲۸۲۱/۸۲)

فقہ الحلالیہ:

۱: وعظ ونصیحت کی طوالت اور اختصار میں موقع محل اور عام سامعین کا خیال رکھنا مسنون ہے۔

۲: دعوتی تقاریر اور تبلیغ کے لئے کوئی دن مخصوص کر لینا جائز ہے۔

۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔

۴: جو لوگ ساری ساری رات یارات کے بہت زیادہ حصے میں دھواں دھار تقریریں کرتے رہتے ہیں اور پھر صبح کی نماز سے غافل ہو کر سوجاتے ہیں، اُن کا یہ عمل غلط اور قابل مذمت ہے۔

۵: سائل کے سوال کا جواب دلیل سے دینا چاہئے۔

۶: اگر کوئی پوچھے کہ حدیث مذکور میں سائل سے مراد کون ہیں؟ تو عرض ہے کہ ان سے مراد مشہور زاہد و عابد یزید بن معاویہ النخعی رحمہ اللہ ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری (۱۶۲/۱ ج ۷۰)

یاد رہے کہ یہ مشہور یزید بن معاویہ الاموی کے علاوہ دوسرے شخص تھے، ان کی روایتیں کتاب الزہد للامام احمد وغیرہ (اور ان کا ذکر صحیح بخاری میں جیسا کہ تقریب التہذیب: ۷۷۷ میں ہے) میں موجود ہیں اور قاضی ابوبکر بن العربی المالکی کو اپنی کتاب ”العواصم من القواصم“ (ص ۲۳۲-۲۳۳) میں عجیب غلطی لگی تھی۔

وہ یزید بن معاویہ النخعی کو یزید بن معاویہ الاموی سمجھ بیٹھے، حالانکہ ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ (دیکھئے کتاب الزہد للامام احمد ص ۳۶۷ ج ۲۱۵) قاضی ابوبکر نے کتاب الزہد کی طرف جو روایت منسوب کی ہے وہ اصل کتاب میں نہیں ملی اور نہ دنیا کی کسی کتاب میں امام احمد کی سند سے ملی ہے۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا درج ذیل قول علامہ ابن الجوزی نے نقل کیا ہے:

”فأبأننا أبو بكر محمد بن عبد الباقي البزاز عن أبي إسحاق البرمكي عن أبي بكر عبد العزيز بن جعفر قال : ثنا مهنا بن يحيى قال : سألت أحمد عن يزيد بن معاوية فقال : هو الذي فعل بالمدينة ما فعل . قلت : وما فعل ؟ قال : نهى ، قلت : فنذكر عنه الحديث ؟ قال : لا يذكر عنه الحديث ولا ينبغي لأحد أن يكتب عنه حديثاً . قلت : ومن كان معه حين فعل ما فعل ؟ قال : أهل الشام “مهنا بن يحيى سے روایت ہے کہ میں نے احمد (بن حنبل) سے یزید بن معاویہ (الاموی) کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ وہی ہے جس نے مدینے والوں کے ساتھ وہ کرٹوت کئے جو اس نے کئے، میں نے کہا: اس نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: اُس نے مدینے کو لوٹا تھا۔ میں نے کہا: کیا ہم اُس سے حدیث بیان کر سکتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، اس سے حدیث بیان نہیں کرنی چاہئے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اُس سے ایک حدیث بھی لکھے۔ میں نے کہا: جب اس نے وہ حرکتیں کی تھیں تو لوگوں میں سے کون اُس کے ساتھ تھا؟ انھوں نے فرمایا: اہل شام اس کے ساتھ تھے۔ (الرد علی المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد بن الجوزي ص ۴۰ و سندہ حسن)

اس روایت کی سند حسن ہے۔ محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ الانصاری قاضی مرستان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے۔ نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۰/۲۳-۲۸)

انھیں ابن الجوزی نے (ثقة) مثبت حجت قرار دیا۔ دیکھئے المنتظم (۱۴/۱۸، وفیات ۵۳۵ھ) اور سیر اعلام النبلاء (۲۰/۲۶) ابواسحاق البرمکی صدوق تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۳۹/۶)

محمد بن عبد الباقی کی اُن سے روایت بطریقہ سماع نہیں بلکہ بطریقہ اجازت ہے جو کہ جمہور محدثین کے اصول سے مقبول ہے۔

عبد العزیز بن جعفر روایت میں ثقہ تھے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴)

مهنا بن يحيى جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے۔

تنبیہ: امام احمد کا یہ قول السنۃ للخلال (فقہ: ۸۴۵ و سندہ صحیح) میں بھی صحیح سند سے موجود ہے۔

اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی (اہم) بات کرتے تو تین دفعہ دہراتے تاکہ لوگ سمجھ لیں، اور جب آپ کسی قوم کے پاس جاتے تو (اجازت لینے کے لئے) انھیں تین دفعہ سلام کہتے تھے۔
اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

[۲۰۸] وعن أنسٍ قال : كان النبي ﷺ إذا تكلم بكلمة أعادها ثلاثاً حتى تفهم عنه و إذا أتى على قوم فسلم عليهم سلم عليهم ثلاثاً . رواه البخاري .

تشریح: صحیح بخاری (۹۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: تقریر، تبلیغ اور نصیحت وغیرہ کے دوران میں اہم بات دو تین دفعہ دہرائی چاہئے تاکہ مخاطب اسے سمجھ کر یاد کر لے۔
- ۲: تین دفعہ سلام کہنے سے مراد کسی گھریا جگہ میں داخل ہونے کے لئے سلام کہنا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کی کتاب الاستئذان میں تبویب سے ظاہر ہے اور علمائے کرام نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔
- ۳: منصب کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو، دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔

اور (سیدنا) ابو مسعود الانصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: میری سواری ضائع ہو گئی ہے آپ مجھے سواری عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے۔ پھر ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اسے اُس کی طرف راہنمائی کرتا ہوں جو اسے سوار کر لے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خیر (کسی اچھی بات) کی طرف راہنمائی کرتا ہے تو اسے اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا اس خیر پر کام کرنے والے کو ملتا ہے۔
اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[۲۰۹] وعن أبي مسعود الأنصاري قال جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال : إنه أهدع بي فاحملني . فقال : ((ما عندي)) . فقال رجل : يا رسول الله ! أنا أدله على من يحمله . فقال رسول الله ﷺ : ((من دل على خيرٍ فله مثله أجر فاعله)) . رواه مسلم .

تشریح: صحیح مسلم (۱۸۹۳/۱۳۳)

فقہ الحدیث:

- ۱: نیکی کی طرف دعوت دینے والے کی بات پر جو لوگ عمل کریں گے تو ان کے ساتھ ساتھ دعوت دینے والے کو بھی ثواب ملے گا۔

- ۲: خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا بہت اچھا اور اجر و ثواب والا کام ہے۔
 ۳: ایک دوسرے سے ماتحت الاسباب تعاون مانگنا جائز ہے۔
 ۴: مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے، جس کے پاس بے حد و انتہا خزانے ہی خزانے ہیں۔

اور (سیدنا) جریر (بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم پہلے پہر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، اتنے میں ایک قوم آئی جو ننگے بدنوں پر سفید و سیاہ دھاری دار کمبل نما چادریں یا عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ اُن میں سے عام بلکہ سارے مضر (قبیلے) میں سے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کی فاتحے والی حالت دیکھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، پھر باہر تشریف لائے تو بلال کو حکم دیا کہ اذان و اقامت کہیں، پھر آپ نے نماز پڑھائی تو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اُس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کے ذریعے سے بہت سے مرد و عورتیں پیدا کر کے (زمین میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو! جس کے ذریعے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو۔

بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (النساء: ۱)

آپ نے آخر تک آیت تلاوت فرمائی۔ اور (پھر) سورۃ الحشر کی آیت پڑھی۔

(اے ایمان والو!) اللہ سے ڈرو اور ہر آدمی کو کل کی فکر کرنی چاہئے اور اللہ سے ڈرو! بے شک تم جو کرتے ہو اُسے اللہ خوب جانتا ہے۔ (الحشر: ۱۸)

لوگوں میں سے کوئی آدمی اپنے دینار میں سے صدقہ کرنے لگا اور کوئی درہم، کپڑے، گندم اور کھجور کے صاع (تقریباً ڈھائی

[۲۱۰] وعن جریر قال : كنا في صدر النهار عند رسول الله ﷺ فجاءه قوم عراة مجتأبي النمار أو العباء متقلدي السيوف عامتهم من مضر بل كلهم من مضر فتمعروا وجه رسول الله ﷺ لما رأى بهم من الفاقة فدخل ثم خرج فأمر بلائاً فأذن وأقام فصلى ثم خطب فقال : ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴾ إلى آخر الآية : ﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ والآية التي في الحشر : ﴿ اتَّقُوا اللَّهَ وَكُنْتُمْ نَفْسًا مَّا قَدَّمْتُمْ لِغَدٍ ﴾ تصدق رجل من دينار، من درهم، من ثوبه، من صاع بره، من صاع تمره حتى قال : ((ولو لبشق تمره)) قال : فجاء رجل من الأنصار بصرة كادت كفه تعجز عنها بل قد عجزت ثم تتابع الناس حتى رأيت كومين من طعام و ثياب . حتى رأيت وجه رسول الله ﷺ يتهلل كأنه مذهبة فقال رسول الله ﷺ : ((من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء و من سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء .))

رواه مسلم .

کلوکا ایک برتن) میں سے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو! پھر ایک انصاری ایک (بھاری) تھیلی کے ساتھ آئے کہ اُن کا ہاتھ اُسے اٹھانے سے عاجز تھا، پھر لوگ (مال و اسباب لے کر) آنے لگے یہاں تک کہ میں نے کھانے (غله) اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ (خوشی سے) سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں اچھی سنت کو جاری کرے گا تو اُسے اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اُن کا اجر بھی اُسے ملے گا، لیکن اُن کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں غلط طریقہ رائج کرے گا تو اُسے اس کا گناہ ملے گا اور جو لوگ بعد میں اس طریقے پر عمل کریں گے، اُن کے گناہوں کا بوجھ بھی اُسی پر ہوگا، لیکن ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۶۹/۱۰۱۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث میں سنت جاری کرنے سے مراد وہ طریقہ ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہو، لیکن یاد رہے کہ اس سے مراد بدعت کا ایجاد کرنا نہیں ہے۔
- ۲: جو کام سنت سے ثابت ہے اُس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔
- ۳: رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔
- ۴: اگر شہید ضرورت ہو تو لوگوں کے سامنے تعاون کی اپیل کرنا جائز ہے۔
- ۵: اگر اسلحہ موجود ہو تو ہر وقت مسلح رہنا مسنون ہے۔ ۶: مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے۔
- ۷: خطبے میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے آیات کی تلاوت کرنا سنت ہے۔
- ۸: کسی پریشان حال مسلمان کو دیکھ کر مضطرب ہونا اور اس کی راحت میں خوشی محسوس کرنا عین ایمان ہے۔

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مظلوم انسان مارا جاتا ہے تو آدم (علیہ السلام) کے پہلے بیٹے کو اس (قتل) کا گناہ ملتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ جاری کیا۔ متفق علیہ

ہم (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی (بیان کردہ) حدیث: ((لا تنزال من أمتي)) ثواب هذه الأمة (۶۷۶) کے باب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۲۱۱] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((لا تقتل نفس ظلماً إلا كان على ابن آدم الأول كفل من دمها لأنه أول من سن القتل)) . متفق عليه .

وسند ذكر حدیث معاویة: ((لا يزال من أمتي)) في باب ثواب هذه الأمة إن شاء الله تعالى .

تخریج: صحیح بخاری (۳۳۳۵) صحیح مسلم (۱۶۷۷/۲۷)

فقہ الحدیث:

۱: جس شخص نے بُرائی اور گناہ کا طریقہ ایجاد کر کے لوگوں میں رائج کیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کا وبال بھی اُسی پر ہوگا۔

۲: کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

نام کی تصریح کے بغیر ان دو بھائیوں کا قصہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے المائدہ: ۲۷-۳۱



الفصل الثاني

کثیر بن قیس (یا قیس بن کثیر/ ایک ضعیف راوی) سے روایت ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا پھر ایک آدمی نے آکر کہا: اے ابودرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے شہر (مدینے) سے آیا ہوں اور کسی (دُنیاوی) ضرورت کے لئے نہیں آیا، انھوں نے (سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص علم کی طلب کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ اُسے جنت والے راستے پر چلا دیتا ہے، اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی رضامندی کے لئے بچھا دیتے ہیں، عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اور پانی میں مچھلیاں دعائے استغفار کرتی ہیں، عابد پر عالم کی فضیلت اس طرح ہے، جیسے تمام ستاروں پر چودھویں کے چاند کو فضیلت حاصل ہے۔ بے شک انبیاء کے وارث علماء ہیں، انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں بلکہ اُن کی وراثت تو علم ہے، جس نے اسے حاصل کر لیا تو اسے بہت بڑا حاصل مل گیا۔

اسے احمد (۱۹۶/۵ ح ۲۲۰۵۸) ترمذی (۲۶۸۲) و قال: "ولیس إسناده عندي بمتصل" أي سند الترمذي لأنه سقط منه داود بن جميل (ابوداود (۳۶۲۱) ابن ماجہ (۲۲۳) اور دارمی (۳۴۹ ح ۹۹/۱) نے روایت کیا اور ترمذی نے (کثیر بن قیس کے بجائے) قیس بن کثیر کہا۔

[۲۱۲] عن كثير بن قيس قال: كنتُ جالساً مع أبي الدرداء في مسجد دمشق فجاء رجل فقال: يا أبا الدرداء! إني جئتُك من مدينة الرسول ﷺ، ما جئتُ لحاجة. قال: فيأني سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضى لطالب العلم وإن العالم يستغفر له من فى السموات ومن فى الأرض والحيتان فى جوف الماء وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وإن العلماء ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً وإنما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر.)) رواه أحمد والترمذي وأبو داود وابن ماجه والدارمي وسماه الترمذي قيس بن كثير.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

روایتِ مذکورہ میں دو راوی ضعیف ہیں:

۱: کثیر بن قیس یا قیس بن کثیر . (تقریب التہذیب: ۵۶۲۳ وقال: ضعیف)

۲: داود بن جمیل . (تقریب التہذیب: ۱۷۷۸، وقال: ضعیف)

سنن ابی داود (۳۶۴۲) میں اس کی دوسری سند بھی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ اس میں شیبہ بن شیبہ مجہول ہے۔ دیکھئے

تقریب التہذیب (۲۷۴۱)

یا اُس سے مراد شیبہ بن رزین ہیں، جو کہ قولِ راجح میں حسن الحدیث راوی تھے۔ دیکھئے تحریر تقریب التہذیب (۱۱۷/۲ ات ۲۸۰۱)

اگر شیبہ بن شیبہ سے شیبہ بن رزین ابوشیبہ مراد لیا جائے تو پھر دو باتیں اہم ہیں:

۱: ولید بن مسلم رحمہ اللہ مدلس تھے۔

امام ابومسہر (عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی / متوفی ۲۱۸ھ) رحمہ اللہ نے کہا:

”کان الولید يأخذ من ابن أبي السفر حديث الأوزاعي و كان ابن أبي السفر كذاباً [!] وهو يقول فيها: قال

الأوزاعي “وليد (بن مسلم) ابن أبي السفر سے اوزاعی کی حدیث لیتے اور ابن ابی السفر (لعلمہ یوسف بن السفر: کاتب الاوزاعی)

کذاب تھا، اور وہ (ولید بن مسلم) کہتے: اوزاعی نے کہا۔ (تاریخ دمشق ۶۶/۲۱۲ وسندہ صحیح)

اس قول کی سند صحیح ہے اور راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

① ابوالقاسم بن السمر قندی شیخ ابن عساکر ثقہ تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۸/۲۰-۳۱)

② ابوالفضل بن البقال ثقہ تھے۔ دیکھئے المنتظم (۲۰۳/۱۶-۲۰۴/۲۰۳۹۵ توفیات ۲۷۷ھ)

③ ابوالحسین بن بشران صدوق تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۱۲/۱۷)

④ عثمان بن احمد عرف ابن السماک ابو عمر والد قاق ثقہ و صدوق تھے۔

دیکھئے لسان المیزان (۱۳۱/۴-۱۳۲، دوسرے نسخہ ۵۸۸/۴-۵۹۰)

⑤ حنبل بن اسحاق ثقہ تھے۔

ہمارے عربی دوست اور الشیخ الصالح ابوجابر عبداللہ بن محمد بن عثمان الانصاری المدنی حفظہ اللہ نے تین جلدوں میں ایک

کتاب لکھی ہے: ”القول النفیس فی براءۃ الولید بن مسلم من التذلیس“

اس کتاب میں حنبل بن اسحاق کے بارے میں ابوجابر الانصاری المدنی حفظہ اللہ نے سیوطی سے نقل کیا: ”... لہ تاریخ حسن

وغیرہ و لہ عن أحمد سؤالات يأتي فيها بغرائب ويخالف رفاقه...“ اس کی تاریخ اچھی ہے، وغیرہ، اور اس نے احمد

بن حنبل سے سوالات کئے جن میں وہ غرائب لاتا تھا اور اپنے رفقاء کی مخالفت کرتا تھا... (بحوالہ طبقات الحفاظ ص ۲۷۲ ت ۶۱۱)

اور حافظ ذہبی کی سیر اعلام النبلاء (۵۲/۱۳) سے نقل کیا: ”... لہ مسائل كثيرة عن أحمد و يتفرد و يغرب...“

اس نے احمد سے بہت سے مسائل بیان کئے، وہ (بعض میں) منفرد رہتا ہے اور غرائب بیان کرتا ہے۔ (القول النفیس ج ۳ ص ۱۲۴)

عرض ہے کہ یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

حنبل بن اسحاق کے بارے میں خطیب بغدادی نے کہا: ”و كان ثقة ثبتاً“

دارقطنی نے کہا: ”و كان صدوقاً“ وہ سچا تھا۔ (تاریخ بغداد ۸/۲۸۷ تا ۲۸۸، ۲۳۸۶ و سندہ صحیح)

ابن الجوزی نے کہا: ”و كان ثقة ثبتاً صدوقاً“ (المنتظم ۱۲/۲۵۶ تا ۲۵۷، وفیات ۲۷۳ھ)

خود حافظ ذہبی نے کہا: ”الحافظ الثقة“ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۰۰ تا ۶۲۳)

اور کہا: ”الإمام الحافظ المحدث الصدوق المصنف“ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۱)

خود سیوطی نے کہا: ”الحافظ الثقة“ (طبقات الحفاظ ص ۲۷۲ تا ۲۷۱)

جمہور کی اس زبردست توثیق کے مقابلے میں غرائب اور افراد بیان کرنے والی جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

⑥ حنبل بن اسحاق کے استاذ امام یحییٰ بن معین بہت بڑے ثقہ امام بلکہ فوق الثقہ تھے۔

خلاصہ یہ کہ ابو مسہر کے قول کی سند صحیح ہے اور اس سے ولید بن مسلم کا مدلس ہونا ثابت ہے۔

امام دارقطنی نے ولید بن مسلم کے بارے میں کہا: ”الولید بن مسلم یرسل، یروی عن الأوزاعی أحادیث الأوزاعی

عن شیوخ ضعفاء عن شیوخ قد أدرکهم الأوزاعی مثل: نافع و عطاء و الزہری فیسقط أسماء الضعفاء

ویجعلها عن الأوزاعی عن عطاء یعنی مثل عبد اللہ ابن عامر الأسلمی و إسماعیل بن مسلم“

ولید بن مسلم مرسل روایتیں بیان کرتے تھے، وہ اوزاعی سے اُن کی حدیثیں بیان کرتے جو انہوں نے ضعیف استادوں سے بیان کی

تھیں، انہوں نے اُن استادوں سے بیان کی تھیں جنہیں اوزاعی نے پایا یعنی دیکھا تھا۔ مثلاً نافع، عطاء اور زہری پھر وہ ضعیف راویوں

کے نام گرا دیتے اور ان روایتوں کو عن اوزاعی عن عطاء بیان کر دیتے، یعنی عبد اللہ بن عامر الأسلمی اور اسماعیل بن مسلم جیسے (ضعیف

راویوں کو وہ سند سے گراتے تھے۔) (کتاب: الضعفاء والمتر وکون: ۶۳۱)

امام دارقطنی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ولید بن مسلم تدلیسِ تسویہ کرتے تھے۔

ولید بن مسلم کو حافظ ابن حجر، العلاء، ابوزرعہ ابن العراق، ذہبی، حلبی، مقدسی، اور سیوطی وغیرہم نے مدلس قرار دیا ہے۔

دیکھئے الفتح للمبین (ص ۷۳)

اور ان کا کوئی مخالف مجھے معلوم نہیں ہے لہذا تدلیسِ ولید پر اجماع ہے۔

شعیب بن رزیق والی روایت (تحفة الاشراف ۸/۲۷۷) میں اُن (ولید بن مسلم) کے سماع کی تصریح موجود نہیں۔

۲: شعیب بن رزیق سے ولید بن مسلم والی روایت کی مکمل سند اور مکمل متن نامعلوم ہے۔

سنن ابن ماجہ (۲۳۹) وغیرہ میں اس حدیث کے ضعیف شواہد بھی ہیں، جن کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہی رہتی ہے، اگرچہ حافظ ابن

حجر نے لکھا ہے: ”لکن له شواهد یتقوی بها“، لیکن اس کے شواہد ہیں جس سے یہ قوی ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری ۱۶۰/۱، قبل ح ۶۸)!

فائدہ: صحیح مسلم میں آیا ہے: ”اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے اس کے راستے پر چلے گا تو اللہ اس کا جنت کی طرف راستہ آسان کر دے گا...“ (ح ۲۶۹۹، أضواء المصباح: ۲۰۴، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۶۶ ص ۳)

اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ انبیاء کی (مال و دولت والی) وراثت نہیں ہوتی، بلکہ وہ جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۳۰۹۴) صحیح مسلم (۱۷۵۷)

امام جعفر الصادق رحمہ اللہ نے فرمایا: اور بے شک انبیاء کے وارث علماء ہیں، بے شک نبیوں کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی لیکن وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، جس نے اسے لیا تو اس نے بڑا حصہ لے لیا۔

(الاصول من الکافی للکلینی ج ۱ ص ۳۴، باب ثواب العالم والمعلم ح ۱، وسندہ صحیح عند الشیخین، موطا امام مالک روایۃ ابن القاسم تحقیقی ص ۱۱۵ ح ۴۴)

سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (مجھے پتا چلا ہے کہ) بے شک طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، اس کے طلب علم کی رضامندی کے لئے۔ (سنن الترمذی: ۳۵۳۵، ۳۵۳۶ وقال: ”حسن صحیح“ وهو حدیث حسن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ (رحمت برساتا ہے اور) اُس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ (بل) میں اور مچھلی (سمندر، پانی میں) بھی لوگوں کو خیر سکھانے والے استاد کے لئے دعائیں کرتی ہے۔

دیکھئے آنے والی حدیث: ۲۱۳

(سیدنا) ابوامامہ الباہلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا: ایک عابد اور دوسرا عالم، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت ہے، جس طرح میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ (رحمت برساتا ہے اور) اُس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ (بل) میں اور مچھلی (سمندر، پانی میں) بھی لوگوں کو خیر سکھانے والے استاد کے لئے دعائیں کرتی ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۵) نے روایت کیا ہے۔

[۲۱۳] وعن أبي أمامة الباهلي قال: ذكر لرسول الله ﷺ رجلا من أحدهما عابد والآخري عالم فقال رسول الله ﷺ: ((فضل العالم على العابد كفضلي على أذنكم.)) ثم قال رسول الله ﷺ: ((إن الله وملائكته وأهل السموات والأرض حتى النملة في جحرها وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير.)) رواه الترمذي.

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا: ”حسن غریب صحیح“

ولید بن جمیل جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث راوی تھے۔ دیکھئے میری کتاب: تسہیل الحاجہ (۳۷۲۵)

فقہ الحدیث:

- ۱: بچوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دینا اور مدارس کے انتظام و انصرام میں حصہ لینا کا رِخیر ہے۔
- ۲: صحیح العقیدہ باعمل عالم کو عابد پر ہمیشہ فضیلت حاصل ہے۔
- ۳: مخلوقات غیر ناطقہ کا استغفار کرنا اُمورِ غیب میں سے ہے، جس پر ثبوت کے بعد ایمان لانا ضروری ہے اور اس کی کیفیت سے ہم بے خبر ہیں۔
- ۴: قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: ”عالم عامل معلّم يدعى كبيراً في ملكوت السموات“ عالم عامل معلّم آسمانوں کی بادشاہی میں بڑا کہلاتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۶۸۵ و سندہ صحیح)

اور اسے دارمی (۱/۸۸۸ ح ۲۹۵) نے مکحول (تابعی رحمہ اللہ) سے مرسلًا (یعنی منقطع) روایت کیا اور دو آدمیوں کا ذکر نہیں کیا اور فرمایا: عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے، جس طرح مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر فضیلت حاصل ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ اللہ سے اُس کے بندوں میں سے صرف علماء ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸) اور آخر تک حدیث بیان کی۔

[۲۱۴] ورواه الدارمي عن مكحول مرسلًا ولم يذكر: رجلا ن وقال: ((فضل العالم على العابد كفضلي على أدناكم. ثم تلا هذه الآية: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾)) و سرد الحديث إلى آخره.

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۱۳

اور (سیدنا) ابو سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ تمہارے تابع (یعنی پیچھے چلنے والے) ہیں اور دین میں تفقہ کے لئے لوگ تمہارے پاس زمین کے اطراف سے آئیں گے، پس وہ جب تمہارے پاس آئیں تو انھیں خیر کی وصیت کرنا۔

[۲۱۵] وعن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الناس لكم تبع وإن رجلاً يأتونكم من أقطار الأرض يتفقون في الدين فإذا أتوكم فاستوصوا بهم خيراً.)) رواه الترمذي.

اسے ترمذی (۲۶۵۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف (بلکہ موضوع) ہے۔

اس روایت کا راوی ابو ہارون عمارہ بن جوین العبیدی سخت ضعیف و مجروح تھا۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اُس کے بارے میں فرمایا: ”کانت عنده صحيفة، يقول: هذه (صحيفة) الوصي. و كان عندهم لا يصدق في حديثه.“ اس کے پاس ایک صحیفہ تھا، وہ کہتا تھا: یہ وصی کا صحیفہ ہے۔ اور وہ اُن (محدثین) کے نزدیک اپنی حدیث میں سچا نہیں تھا۔ (تاریخ ابن معین، روایت عباس الدوری: ۳۶۲۳، الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ۳۶۲۶ و سندہ صحیح، والزيادة منه) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی گواہی سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱: ابو ہارون العبیدی کذاب (جھوٹا) تھا۔

۲: ابو ہارون العبیدی کٹر شیعہ (رافضی) تھا۔ وہ سیدنا علیؑ کو وصی سمجھتا تھا یعنی اُس کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علیؑ کے لئے خلافت کی وصیت کر دی تھی، حالانکہ یہ عقیدہ بالکل باطل اور مردود ہے۔

امام ابن معین نے مزید فرمایا: ”أبو هارون العبدي غير ثقة، يكذب واسمه عمارة بن جوين“ ابو ہارون العبیدی غیر ثقہ (تھا) جھوٹ بولتا تھا اور اس کا نام عمارہ بن جوین تھا۔ (سوالات ابن الجینید: ۱)

امام حماد بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو ہارون العبیدی کذاب تھا، وہ صبح کو ایک چیز روایت کرتا اور شام کو دوسری چیز روایت کرتا تھا۔

(کتاب الجرح والتعديل ۳۶۲۶ و سندہ حسن)

یعنی وہ متناقض اور متعارض روایتیں بیان کرتا تھا جو کہ اُس کے کذاب ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ حافظ ابن حبان نے کہا:

”كان رافضياً، يروي عن أبي سعيد ما ليس من حديثه، لا يحل كتابه حديثه إلا على جهة التعجب.“

وہ رافضی تھا، ابوسعید (الخدريؓ) سے ایسی حدیثیں بیان کرتا جو اُن کی (بیان کردہ) حدیثیں نہیں تھیں، اُس کی حدیث لکھنا حلال نہیں، الا یہ کہ بطور تعجب ہو۔ (کتاب الجرح و جین ۱۷۷۲، دوسرا نسخہ ۱۶۸۲)

تفصیلی جرح کے لئے اہل سنت کی مشہور کتب الجرح و جین کی طرف رجوع کریں۔ مختصراً عرض ہے کہ ابو ہارون مذکور سخت

مجروح، متروک اور کذاب تھا۔

[۲۱۶] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ:

((الكلمة الحكمة ضالة الحكيم فحيث وجدها

فهو أحق بها .)) رواه الترمذي وابن ماجه وقال

الترمذي: هذا حديث غريب وإبراهيم بن الفضل

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: حکمت والا کلام حکیم کی گمشدہ چیز ہے، اسے

جہاں ملتا ہے لے لیتا ہے اور وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۸۷) اور ابن ماجہ (۴۱۶۹) نے روایت کیا

الراوي يضعف في الحديث . اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم بن الفضل راوی حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا تھا۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت کے راوی ابراہیم بن الفضل المخزومی، ابواسحاق المدنی کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا: ”منکر الحدیث“ وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (کتاب الضعفاء مع تحتة الاقواء ص ۱۰۶)

یہ جرح امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک شدید جرح تھی۔ دوسرے محدثین نے بھی اس راوی پر اسی طرح اور اسی مفہوم کی جرحیں کی ہیں اور حافظ ابن حجر نے بطور خلاصہ فرمایا:

”متروک“ وہ متروک ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۲۸)

جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راوی کا منکر الحدیث یا متروک ہونا ثابت ہو جائے تو وہ سخت ضعیف ہوتا ہے۔

[۲۱۷] وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان پر ایک فقیہ ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۱) اور ابن ماجہ رواہ الترمذی وابن ماجہ . ((فقیہ واحد أشد على الشيطان من ألف عابد)) سے زیادہ سخت ہے۔ (۲۲۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف (موضوع) ہے۔

اس کے راوی روح بن جناح دمشقی کو جمہور محدثین نے ضعیف و مجروح قرار دیا۔

حافظ ابن حبان نے کہا: ”منکر الحدیث جداً، یروی عن الثقات ما إذا سمعها الإنسان الذي ليس بالمتبحر في صناعة الحديث شهد لها بالوضع“

وہ سخت منکر الحدیث تھا، ثقہ راویوں سے ایسی روایتیں بیان کرتا، جنہیں حدیث میں زیادہ مہارت نہ رکھنے والا انسان بھی سن کر گواہی دیتا کہ یہ موضوع ہیں۔ (الجزءین ۳۰۰۷، دوسرا نسخہ ۳۷۲)

ابونعیم اصبہانی نے کہا: وہ مجاہد (ثقتہ تابعی) سے منکر حدیثیں بیان کرتا تھا، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (کتاب الضعفاء لابن نعیم ص ۸۱ ت ۶۷)

حاکم نیشاپوری نے کہا: ”روی عن مجاهد أحاديث موضوعة .“

اس نے مجاہد سے موضوع حدیثیں بیان کیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۳۷ ت ۵۹)

اس شدید جرح اور جمہور کی ترحیح سے ثابت ہوا کہ روح بن جناح سخت ضعیف اور مجاہد سے موضوع روایات بیان کرنے والا تھا۔

یاد رہے کہ ضعیف راوی کی روایت بھی موضوع ہو سکتی ہے، بشرطیکہ محدثین کرام اسے موضوع قرار دیں یا وضع کا واضح ثبوت ہو۔ موضوع روایت کے لئے یہ ضروری شرط نہیں کہ اس کا راوی لامحالہ کذاب ہی ہو۔

نیز دیکھیے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (ج ۱ ص ۲۴۸) علل الحدیث لابن ابی حاتم (۱۹۶ ج ۷ ص ۱۳۳۳) سنن ابن ماجہ (۱۳۳۳) اور الضعیفۃ الالبانی (ج ۱ ص ۱۶۹ ج ۲ ص ۲۶۴۴) وغیر ذلك.

[۲۱۸] وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ :
 ((طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجواهر واللؤلؤ والذهب)) رواه ابن ماجه وروى البيهقي في شعب الإيمان إلى قوله "مسلم". وقال: هذا حديث متنه مشهور و إسناده ضعيف وقدروي من أوجه كلها ضعيفة .

اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل آدمی کو علم سکھانا ایسے ہے جیسے خنزیر کی گردن میں جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار پہنا دیا جائے۔ اسے ابن ماجہ (۲۲۲) نے روایت کیا۔ بیہقی نے شعب الایمان (۱۶۶۳، دوسرا نسخہ: ۱۵۴۳) میں اسے ہر مسلمان (پر فرض ہے) تک روایت کیا اور فرمایا: اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، یہ کئی سندوں سے مروی ہے جو کہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس کا راوی قاری ابو عمر حفص بن سلیمان الاسدی البرز از الکونی: حفص بن ابی داؤد صاحب عاصم روایت حدیث میں سخت ضعیف و مجروح تھا۔

ابو حاتم الرازی نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے، سچ نہیں بولتا، متروک الحدیث ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۱۷۴/۳)

امام مسلم نے کہا: متروک الحدیث۔ (کتاب الکنی قلمی ص ۱/۱۴۷)

امام بخاری نے فرمایا: "ترکوه"، یعنی محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ (کتاب الضعفاء: ۷۳)

قاری حفص بن ابی داؤد پر جمہور محدثین نے جرح کی اور ان کے بارے میں اعدل الاقوال درج ذیل ہے:

"متروک فی الحدیث، ثقة فی القرآن"

وہ حدیث میں متروک اور قرآن (کی روایت) میں ثقہ تھے۔ دیکھیے تحفۃ الاقویاء (ص ۲۹)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: "متروک الحدیث مع إمامته فی القراءة"

وہ قراءت میں امام ہونے کے باوجود حدیث میں متروک ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۴۰۵)

فائدہ: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم والی روایات کی مفصل تخریج شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: ”تخریج أحادیث مشکلة الفکر و کیف عالجهما الإسلام“ (ص ۲۸-۶۲ ج ۸۶) میں کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس کی تمام سندیں ضعیف و مردود ہی ہیں۔ مثلاً:

۱: تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۴۴/۵۸)، دوسرا نسخہ ۱۵/۱۴۶۱/۱ امامی ابن سمعون (۲۳) اور مشیخہ الآبونی (۱۵۴) والی روایت میں ابوعلی محمد بن محمد بن ابی حذیفہ قاسم کی توثیق نامعلوم ہے، قتادہ مشہور مدلس تھے اور روایت (ان تک بشرط صحت) عن سے ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کو اس سند کے ایک راوی احمد بن محمد بن ابی الخناجر کے حالات نہیں ملے، حالانکہ ان کا تذکرہ کتاب الجرح والتعدیل (۷۳۲) سیر اعلام النبلاء (۲۴۰/۱۳) اور المستدرک للحاکم (۳/۳۹۹ ج ۸۲۰۷) و قال ابن صاعد: و کان ثقة مأموراً) میں موجود ہے اور وہ ثقہ و صدوق تھے۔

۲: المعجم الصغیر للطبرانی (۱۶۱/۱ ج ۲۲، ترمذی، دوسرا نسخہ ص ۶) والی روایت میں حکم بن عطیہ جمہور کے نزدیک ضعیف (دیکھئے سنن الترمذی تحقیقی: ۳۶۶۸) عباس بن اسماعیل الہاشمی مجہول الحال (وثقہ ابن حبان و حدہ بتوثیق لین) اور احمد بن بشر بن حبیب البیرونی کی توثیق نامعلوم ہے۔

۳: الفوائد لتمام الرازی (مخطوط ص ۹، مطبوع ۳۲۱ ج ۵۶، دوسرا نسخہ ۲/۸) والی روایت میں ابو بکر بن ابی شیبہ محمد بن احمد البغدادی کی توثیق اور حالات نامعلوم ہیں۔

احمد بن محمد بن شیبہ بن زیاد ابو بکر بن ابی شیبہ ثقہ تھے، لیکن الفوائد کی روایت میں احمد بن محمد بن ابی شیبہ محمد بن احمد ہے اور معلوم نہیں کہ شیخ البانی نے کس دلیل سے محمد بن احمد کو احمد بن محمد بنا ڈالا؟

۴: عائد بن ایوب طوسی مجہول اور اسماعیل بن ابی خالد مدلس والی روایت بھی ضعیف ہے۔ خلاصہ یہ کہ طلب العلم فریضہ والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

یہی نے ”اطلبو العلم و لو بالصین فإن طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم“ کے بارے میں کہا:

”هذا حدیث متنه مشهور و أساسیہ ضعیفہ . لأعرف له إسناداً یثبت بمثله الحدیث . والله أعلم“

اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اس کی سندیں ضعیف ہیں۔ مجھے اس کی کوئی ایسی سند معلوم نہیں جس سے یہ حدیث ثابت ہوتی ہو۔

واللہ اعلم (المدخل الی السنن الکبریٰ: ۳۲۵)

جبکہ ابوعلی الحسین بن علی الحافظ النیسابوری رحمہ اللہ اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ روایت غیر ثابت اور

ضعیف ہے۔ واللہ اعلم

[۲۱۹] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((خصلتان لا تجتمعان في منافق: حُسْنُ سَمْتٍ ولا فقه في الدين)) رواه الترمذي .
 اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق میں دو خصلتیں (عادتیں) جمع نہیں ہوتیں: بہترین سیرت و اخلاق اور نہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) اسے ترمذی (۲۶۸۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے ایک راوی خلف بن ایوب العامری کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے لیکن جمہور کی توثیق کے بعد وہ صدوق اور حسن الحدیث کے درجے پر ہے۔

حافظ ابن حبان نے اُس کی توثیق کے باوجود اسے متعصب مرجی قرار دیا یعنی وہ اہل سنت میں سے نہیں بلکہ اہل بدعت میں سے تھا۔ امام ترمذی نے حدیث مذکور کو ”غریب“ قرار دے کر فرمایا: اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ (خلف بن ایوب) کیسا ہے؟ (جامع ترمذی ص ۶۰۵) امام ابو جعفر العقلی نے فرمایا: ”و لكن حدثت خلف هذا عن قيس و عوف بمناكير لم يتابع عليهما و كان مرجئاً“ لیکن اس خلف نے قیس اور عوف سے منکر روایتیں بیان کیں جن میں اُس کی متابعت نہیں کی گئی اور وہ مرجی تھا۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ۲/۲۴۲ ت ۲۴۳)

اس جرح سے معلوم ہوا کہ قیس بن الرزج اور عوف الاعرابی سے خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایات منکر یعنی ضعیف و مردود ہیں۔ ظاہر ہے کہ عام پر خاص اور غیر مفسر پر مفسر مقدم ہوتا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے خلف بن ایوب کی جرح و تعدیل میں فلسفیانہ بحث کرنے کے بعد اس روایت کے دو شاہد ذکر کئے:

۱: محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام (تابع تابعی) کی مرسل (بلکہ معضل) روایت بحوالہ ابن المبارک، جس کا ضعیف ہونا اس کے انقطاع سے ظاہر ہے۔

۲: ابن المبارک کی سند کے ساتھ یہی روایت محمد بن حمزہ عن عبد اللہ بن سلام کی سند کے ساتھ (مسند الشہاب للقطاعی ۱/۲۱۰ ج ۳۱۸)

یہ روایت بھی منقطع ہے اور ”عبد اللہ بن سلام“ کے الفاظ میں بھی نظر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں، لہذا خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایت ضعیف ہی ہے۔ واللہ اعلم

[۲۲۰] وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ :
 ((من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى
 يرجع)) رواه الترمذي والدارمي .
 اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لئے نکلے تو وہ
 واپس آنے تک اللہ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) رہتا ہے۔
 اسے ترمذی (۲۶۴۷) وقال: حسن غریب (اور دارمی (؟) نے
 روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے راوی خالد بن یزید العنسی، ابو جعفر الرازی اور ربیع بن انس تینوں جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے حسن
 الحدیث تھے، لیکن حافظ ابن حبان نے ربیع بن انس کے بارے میں فرمایا: ”والناس يتقون حديثه ما كان من رواية أبي
 جعفر عنه لأن فيها اضطراب كثير“ اور اس (ربیع بن انس) سے ابو جعفر (الرازی) کی روایت سے لوگ بچتے ہیں، کیونکہ
 اس میں بہت اضطراب ہے۔ (کتاب الثقات ج ۳ ص ۲۲۸)
 یہ خاص جرح ہے، لہذا عام تعدیل پر مقدم ہے، یعنی ربیع بن انس سے ابو جعفر الرازی کی بیان کردہ روایات ضعیف ہیں اور
 دوسرے ثقہ و صدوق راویوں کی بیان کردہ روایات حسن یا صحیح ہیں۔
 تنبیہ: دارمی والاحوال نہیں ملا۔ واللہ اعلم

[۲۲۱] وعن سخبرة الأزدي قال قال رسول الله ﷺ :
 ((من طلب العلم كان كفارة لما مضى))
 رواه الترمذي والدارمي. وقال الترمذي : هذا
 حديث ضعيف الإسناد و أبو داود الراوي يضعف .
 اور (سیدنا) سخبرة الازدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرتا ہے تو یہ اُس
 کے ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۴۸) اور
 دارمی (۱۳۹۱ ح ۵۶۷) نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا:
 اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور (اس کا) راوی ابو داود
 (نفع الأعمى) ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

اسے امام ترمذی اور امام دارمی دونوں نے ابو عبد اللہ محمد بن حمید بن حیان الرازی التمیمی سے روایت کیا
 ہے۔ بعض نے اُس کی توثیق کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اُس پر جرح کی ہے۔
 حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”حافظ ضعيف و كان ابن معين حسن الرأي فيه“ وہ حافظ ضعیف ہے اور ابن معین اُس

کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ (تقریب التہذیب: ۵۸۳۴)

امام بخاری اُس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے، بلکہ انھوں نے فرمایا: ”فیہ نظر“ (التاریخ الکبیر: ۶۹)

حافظ ابن کثیر دمشقی نے فرمایا: ”من ذلك أن البخاري إذا قال في الرجل: سكتوا عنه أو: فيہ نظر، فإنه يكون في أدنى المنازل و أردئها عنده ولكنه لطيف العبارة في التجريح فليعلم ذلك.“

اس میں سے (امام) بخاری کا یہ قول ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے بارے میں ”سکتوا عنه“ یا ”فیہ نظر“ کہیں تو یہ اُن کے نزدیک ادنیٰ ترین اور ردی (بہت شدید) جرح ہوتی ہے، لیکن وہ جرح میں الفاظ بہت لطیف (نرم) استعمال کرتے ہیں، اسے خوب سمجھ لیں۔ (اختصار علوم الحدیث ج ۱ ص ۳۲، اردو ترجمہ لرائم الحروف ص ۶۹)

محمد بن حمید الرازی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ”الرازي الحافظ: ليس بثقة“ رازی حافظ، ثقہ نہیں ہے۔

(المجرب دنی اسماء رجال سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۷)

فائدہ: جو حافظ بھی ہو اور ضعیف بھی ہو تو وہ سخت ضعیف بلکہ متروک ہوتا ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی ابوداؤد نفع بن الحارث الاعلیٰ سخت مجروح، متروک بلکہ کذاب راوی تھا۔ اُس کے بارے میں اُس کے ہم عصر امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کذاب“ وہ جھوٹا ہے۔

(کتاب الجرح والتعديل ۴۹۰۸ و سندہ صحیح، اکامل لابن عدی ۲۵۲۳-۲۵۲۴ و سندہ صحیح)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”متروک ... إلخ وہ متروک ہے... إلخ“ (تقریب التہذیب: ۷۱۸۱)

[۲۲۲] وعن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ: ((لن يشبع المؤمن من خير يسمعه حتى يكون منتهاه الجنة.)) رواه الترمذي

اور (سیدنا) ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن بھلائی سننے سے سیراب نہیں ہوتا یعنی اُس کا آخری ٹھکانا جنت ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۶) وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۲۳۸۵، الاحسان: ۳۳۶۷) حاکم (۳۰۴، احسان: ۷۱۷۵) اور ذہبی (!) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت کے راوی ابوالسّمح دراج بن سمعان القرشی السہمی المصری جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، الضیاء المقدسی، حاکم اور ذہبی نے اُن کی بیان کردہ احادیث کو صحیح، ترمذی اور بیہمی نے حسن

قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے دراج کی ابوالہیثم سے بیان کردہ روایات پر جرح کی، جس کا مختصر تحقیقی جائزہ درج ذیل ہے:

☆ ابن عدی نے اپنے استاذ ابن ابی عصمہ کی سند کے ساتھ امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید والی احادیث میں ضعیف ہے۔ (اکال ۹۷۳، دوسرا نسخہ ۱۰۴)

اس قول کی سند عبد الوہاب بن ابی عصمہ عصام بن الحکم الشیبانی العکبری (متوفی ۳۰۸ھ) کی توثیق نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ ابو عبیدہ الآجری نے امام ابو داؤد سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید کے علاوہ احادیث مستقیم (یعنی صحیح و حسن) ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲۰۸/۳)

اس قول کا راوی ابو عبیدہ الآجری بذات خود نامعلوم اور مجہول التوثیق ہے، لہذا یہ قول ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: پانچویں صدی کے محدث حافظ خلیلی (متوفی ۴۲۶ھ) نے فرمایا:

عمر و بن الحارث کی حدیث اگر دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو تو لکھی جاتی ہے اور اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۴۰۵/۱)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”صدوق، فی حدیثہ عن ابی الہیثم ضعیف“

وہ سچے ہیں، ابوالہیثم سے ان کی حدیث میں ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ۱۸۲۴)

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام احمد اور امام ابو داؤد کی طرف منسوب اقوال ذکر کر کے ان پر کوئی جرح نہیں کی، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ تقریب التہذیب کے اس قول کی بنیاد یہی دو غیر ثابت اقوال ہیں۔ واللہ اعلم

اب ابوالہیثم سے دراج کی روایت کی توثیق، تصحیح اور تحسین پیش خدمت ہے:

۱: اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید والی سند کے بارے میں فرمایا: ”ما کان ہکذا الإسناد فلیس بہ بأس“ جو اس طرح کی سند سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۵۰۳۹)

امام عباس بن محمد الدوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سألت یحییٰ بن معین عن أحادیث دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید فقال: هذا إسناد صحیح“ میں نے یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) سے دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید والی احادیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک للحاکم ۲۳۶۲-۲۳۷۱-۲۳۷۲ و سندہ صحیح)

۲-۶: ابن خزیمہ، ترمذی، ابن حبان، حاکم اور ضیاء المقدسی وغیر ہم جمہور محدثین نے دراج کی ابوالہیثم سے بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے، لہذا جمہور کے مقابلے میں خلیلی اور عسقلانی وغیر ہما کی جرح مرجوح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: ہر وقت خیر کے حصول اور تحصیل علم میں مصروف رہنا چاہیے۔

۲: علم میں خیر ہے بشرطیکہ اُسے صحیح استعمال کیا جائے۔

۳: علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔

۴: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان علماء و عالمین کے لئے اعلیٰ ترین تحفہ جنت ہے۔

[۲۲۳-۲۲۴] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من سئل عن علم علمه ثم كتبه، ألجم يوم القيامة بلجامٍ من نار.))
اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے کسی علم کے بارے میں پوچھا جائے، جسے وہ جانتا تھا، پھر وہ اُسے چھپالے تو قیامت کے دن اُسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

رواہ أحمد و أبو داود و الترمذی . ورواہ ابن ماجہ عن أنس .
اسے احمد (۲۶۳/۲ ح ۵۶۱، ۲/۳۰۵ ح ۸۰۳۵) ابو داود (۳۶۵۸) اور ترمذی (۲۶۴۹) نے روایت کیا ہے۔ اور اسے ابن ماجہ (۲۶۴) نے (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

یہ حدیث حسن ہے۔

اسے ترمذی نے حسن، ابن حبان (الاحسان: ۹۵) حاکم (۱۰۱/۱ ح ۳۴۴) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔
عطاء بن ابی رباح کی اس روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع میں کلام ہے، اگرچہ مستدرک الحاکم میں قاسم بن محمد بن حماد کی روایت میں اُن کے سماع کی تصریح موجود ہے۔
قاسم بن محمد الدلال پر تین محدثین نے جرح اور تین نے توثیق کی ہے!۔
صحیح ابن حبان (الاحسان: ۹۶) اور المستدرک للحاکم (۱۰۲/۱ ح ۳۴۶ صحیح) وغیرہما میں اس کا حسن لذاتہ شاہد: ((من كتبه علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.)) موجود ہے، جس کے ساتھ یہ حسن ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

- ۱: حق چھپانا حرام ہے۔
- ۲: دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو علم کی بعض باتیں عام لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً:
 - ① نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک بات بتائی پھر اُسے لوگوں کو بتانے سے منع کر دیا تھا تا کہ کہیں لوگ اسی پر بھروسا نہ کر بیٹھیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۲۸-۱۲۹) اور صحیح مسلم (۳۲)
 - ② سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خواب کی تعبیر میں کچھ غلطی لگی تھی، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَصِبتَ بعضًا وأخطأتَ بعضًا)) تمھاری بعض باتیں صحیح ہیں اور بعض میں غلطی لگی ہے۔

ابوبکر الصديق رضي الله عنه نے کہا: اللہ کی قسم! آپ مجھے ضرور بتائیں کہ مجھے کیا غلطی لگی ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم نہ کھاؤ۔ (صحیح بخاری: ۷۰۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۹)

یعنی آپ نے وہ غلطی انھیں نہیں بتائی تھی، لہذا اگر کوئی عذر ہو یا فساد وغیرہ کا ڈر ہو تو بعض باتیں نہ بتانا بھی جائز ہے لیکن اہم موقع اور ضروری بیان کے وقت علم کی بات چھپانا جائز نہیں بلکہ کتمان حق ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضي الله عنه کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک علم (جس کا تعلق سیاسی امور سے تھا) بتایا تھا، جسے انھوں نے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کیا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۲۰)

۳: سنن ابن ماجہ (۲۶۴) والی روایت کی سند یوسف بن ابراہیم کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن صحیح ابن حبان (۹۶) والے مذکورہ حسن شاہد کی وجہ سے یہ روایت بھی حسن ہے۔

اور (سیدنا) کعب بن مالک رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علماء پر فخر کرنے، یا بیوقوفوں سے جھگڑا کرنے، یا لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیرنے کے لئے علم حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے آگ میں داخل کرے گا۔ اسے ترمذی (۲۶۵۳) نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ (۲۵۳) نے (سیدنا) ابن عمر رضي الله عنه سے روایت کیا ہے۔

[۲۲۶-۲۲۵] وعن كعب بن مالك قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((من طلب العلم ليحاري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار.)) رواه الترمذي . ورواه ابن ماجه عن ابن عمر .

تحقیق الحدیث: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

سنن ترمذی والی روایت میں اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۹۰)

امام ترمذی نے اسی مقام پر فرمایا: یہ حدیث غریب ہے... اور اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ أُن (محدثین) کے نزدیک القوی نہیں ہے، اُس کے حافظے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۹۸ تحقیق الابانی) اُس پر امام احمد بن حنبل وغیرہ نے شدید جرح کی ہے۔

سنن ابن ماجہ (۲۵۳) والی روایت میں حماد بن عبد الرحمن ضعیف (تقریب التہذیب: ۱۵۰۲) اور ابوبکر الازدی مجہول ہے۔

(تقریب التہذیب: ۸۳۲۶)

سنن ابن ماجہ (۲۵۴) وغیرہ میں ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ رضي الله عنه کی سند سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لا تعلموا العلم لتباهاوا به العلماء ولا لتماروا به السفهاء ولا تخيروا به المجالس فمن فعل ذلك فالنار النار.“ اس کی سند ابن جریج اور ابوالزیر دو مدلسوں کے عن عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا تعلموا العلم لتباهاوا به العلماء أو لتماروا به السفهاء أو لتصرفوا وجوه الناس إليكم فمن فعل ذلك فهو في النار.“ (۲۵۹ج)

اس روایت کی سند میں بشر بن میمون: متروک متہم (تقریب التہذیب: ۲۵۹)

اور اشعث بن سوار ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۲۳)

سنن ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من تعلم العلم ليهاهي به العلماء و يجاري به السفهاء و يصرف به وجوه الناس إليه أذخله الله جهنم.“ (۲۶۰ج)

اس کی سند میں عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبري: متروک ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۳۵۶)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف روایات کو جمع کر کے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، حالانکہ یہ حسن نہیں بنتی بلکہ ضعیف ہی ہے۔

فائدہ: آنے والی حدیث (۲۲۷) اس ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ واللہ

[۲۲۷] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من تعلم علماً مما يتبغي به وجه الله لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة)) يعني ربحها .
رواه أحمد و أبو داود و ابن ماجه .
اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وہ علم حاصل کرے جو صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے ہی حاصل کیا جاتا ہے، وہ اسے دنیاوی مقصد حاصل کرنے کے لئے سیکھے تو قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اسے احمد (۳۳۸/۲ ح ۸۳۳۸) ابو داود (۳۶۶۴) اور ابن ماجہ (۲۵۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۷۸، الموارد: ۸۹) اور حاکم (۸۵/۱ ح ۲۸۸) نے صحیح قرار دیا ہے۔

فتہ الحدیث:

۱: نیکی کا ہر کام بالخصوص دینی علم حاصل کرنے کے لئے خلوص نیت ضروری ہے۔

۲: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

۳: دنیاوی علوم دنیاوی مقاصد کے لئے حاصل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ان کی ممانعت کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو، مثلاً نجومیوں کا علم سیکھنا جائز نہیں، الایہ کہ کوئی عالم اور صحیح العقیدہ شخص ان کا رد کرنے کے لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔

۴: اس حدیث میں ممانعت سے اس طرف اشارہ ہے کہ اُمت میں بعض ایسے بد نصیب لوگ ہوں گے جو دنیا حاصل کرنے کے لئے دینی علوم پڑھیں گے۔

اور (سیدنا عبداللہ) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس بندے کے چہرے کو تروتازہ رکھے، جس نے ہماری بات (حدیث) سُن کر اُسے یاد رکھا اور محفوظ کیا اور (پھر) اُسے ادا کر (کے دوسروں تک پہنچا) دیا، بعض اوقات حاملِ فقہ فقیہ (سمجھدار) نہیں ہوتا اور بعض اوقات حاملِ فقہ اُسے اُس تک پہنچا دیتا ہے جو اُس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تین چیزوں سے مسلمان کا دل کبھی خیانت اور بخل نہیں کرتا:

(۱) اللہ کے لئے خالص عمل/یعنی خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانا، (۲) مسلمانوں کے لئے خیر خواہی (۳) اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ اُن کی دعوت (دعا) دُور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

اسے شافعی (مختصر المزنی ص ۴۲۳، الرسالہ ص ۴۰۱ فقرہ: ۱۱۰۲، مسند الشافعی ص ۲۴۰ ح ۱۱۸۴ بترقی، مسند الشافعی بترتیب السنہ ص ۱۶، و ترتیب سنہ بن عبداللہ الناصری: ۱۸۰۶) اور بیہقی نے مدخل (؟، شعب الایمان: ۱۷۳۸) میں روایت کیا ہے۔

اور احمد (۱۸۳/۵ ح ۲۱۹۴۴) ترمذی (۲۶۵۶) وقال: (حسن) ابوداؤد (۳۶۶۰) ابن ماجہ (۲۳۰) اور دارمی (۲۳۵) نے (سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا، لیکن ترمذی اور ابوداؤد دونوں نے ”تین چیزوں سے (مسلمان کا دل) کبھی خیانت نہیں کرتا“ سے آخر تک کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

[۲۲۸-۲۲۹] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((نضر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وادّاها فرّبّ حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه . ثلاث لا يغلّ عليهن قلب مسلم : إخلاص العمل لله والنصيحة للمسلمين و لزوم جماعتهم فإن دعوتهم تحيط من ورائهم .))
رواه الشافعي والبيهقي في المدخل . ورواه أحمد والترمذي و أبو داود وابن ماجه والدارمي عن زيد بن ثابت . إلا أن الترمذي و أبو داود لم يذكر : ((ثلاث لا يغلّ عليهن)) إلى آخره .

تحقیق الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی ایک حدیث کو امام ترمذی نے ”حسن صحیح“ اور ابن حبان (الاحسان: ۶۶، ۶۸، ۶۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کے بیٹے عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کے سماع میں کلام ہے اور خاص اس حدیث میں سماع معلوم نہیں لیکن اس کے دو صحیح شواہد ہیں:

اول: نضر اللہ سے لے کر یس بفقہ تک والی روایت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اسے ترمذی نے حسن (۲۶۵۶) اور ابن حبان (۶۷) نے صحیح قرار دیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

دوم: ((ثلاث خصال لا يغفل عليهن قلب مسلم أبداً: إخلاص العمل لله و مناصحة ولاة الأمر و لزوم الجماعة فإن دعوتهم تحيط من ورائهم)) تین خصلتوں پر مسلم کا دل کبھی خیانت نہیں کرتا: خالص اللہ کے لئے عمل، حکمرانوں کے لئے خیر خواہی اور جماعت کو لازم پکڑنا کیونکہ اُن کی دعوت دُور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

(مسند احمد ۱۸۳/۵ ج ۱۸۳۷ ۲۱۵۹۰ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح)

ان شواہد کے ساتھ روایت مذکورہ بھی صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں اہل حدیث (صحیح العقیدہ محدثین کرام) کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نضر الله امرءاً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه فرُبَّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه و رب حامل فقه ليس بفقہ)) اُس شخص کے چہرے کو اللہ تازہ رکھے جو ہم سے کوئی حدیث سُنے پھر اُسے یاد کرے حتیٰ کہ وہ اسے آگے پہنچائے کیونکہ بعض اوقات فقہ اُٹھانے والا اُس تک پہنچا دیتا ہے جو اُس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور بعض اوقات فقہ اُٹھانے والا فقیہ نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داؤد: ۳۶۶۰، عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح)

۲: بعض لوگ فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری اور ملا مرغینانی کی کتاب الہدایہ وغیرہا کو فقہ سمجھے بیٹھے ہیں، حالانکہ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حدیث فقہ ہے۔

۳: حدیث کو بار بار پڑھنا پڑھانا اور اس کی تکرار کرنا صحیح ہے تاکہ حدیث یاد ہو جائے۔

۴: بغیر عذر کے الفاظ حدیث میں اختصار کرنا ناپسندیدہ ہے۔

۵: حدیث سے استنباط کر کے مسائل نکالنا فقہ کہلاتا ہے اور یہ مسنون اور قابل تعریف عمل ہے۔

۶: ہمیشہ روایت باللفظ کا التزام اور روایت بالمعنی سے اجتناب کرنا چاہئے، تاہم زمانہ تدوین حدیث میں ثقہ و صدوق راویوں

نے جو روایات بالمعنی بیان کیں، وہ بھی صحیح یا حسن ہیں اور ان سے استدلال جائز ہے، بشرطیکہ شاذ یا معلول نہ ہوں۔
۷: خلوص نیت اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مومن کو خیانت اور نفاق وغیرہ سے بچاتا ہے۔

۸: ہر وقت حسب استطاعت قرآن وحدیث کی دعوت دوسروں تک پہنچانے میں مصروف رہنا چاہئے۔

۹: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

۱۰: لزوم جماعت سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح میں مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”أي موافقة المسلمین

فی الاعتقاد و العمل الصالح و صلوة الجماعة و الجمعة و العیدین و طاعة الأمراء المسلمین و غیر ذلك .“
یعنی اعتقاد، عمل صالح، نماز باجماعت، جمعہ اور عیدین میں مسلمانوں کی موافقت کرنا اور مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کرنا وغیرہ۔

(مرعاة المفاتیح ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۸)

یعنی روایت مذکورہ میں جماعت (اور جماعت المسلمین) سے مراد تین باتیں ہیں:

(۱) تمام مسلمانوں کا اجماع (نیز دیکھئے الرسالہ للشافعی: ۱۱۰۵)

(۲) صحیح العقیدہ مسلمانوں کی نماز باجماعت

(۳) مسلمان حکمرانوں اور خلیفہ کی اطاعت پر مجتمع المسلمین (نیز دیکھئے التہدیب ۲۷۷-۲۷۸)

اس حدیث سے مراد جو کاغذی پارٹیاں اور بے حد و شمار جماعتیں مراد نہیں ہیں، جو کہ باہم ایک دوسرے سے برسرِ پیکار اور دست بگریباں ہیں۔

یاد رہے کہ شریعت اسلامیہ میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ صحیح العقیدہ مسلمان مختلف پارٹیوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں اور ایک دوسرے کے سر پھاڑتے، فتوے لگاتے یا ایک دوسرے سے بغض رکھتے پھریں بلکہ دین اسلام میں مسلمانوں کا اتفاق اور باہمی محبت و اتحاد مطلوب ہے۔

فائدہ: تلزم جماعة المسلمین و إمامہم اور الجماعة والی احادیث کا معنی تو آپ نے پڑھ لیا، اب و إمامہم کا معنی پیش خدمت ہے: امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے میتة جاہلیة والی حدیث کے بارے میں فرمایا:

کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے، ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔ (سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، علمی مقالات ج ۱ ص ۴۰۳: بتصرف لیسر)

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ اُس آدمی کے چہرے کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی چیز سُنے پھر اسے جس طرح سُنا تھا آگے پہنچا دے، بعض اوقات جس تک بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۵۷) اور ابن ماجہ (۲۳۲) نے روایت کیا ہے۔ اور دارمی (۲۳۶/۷۷) نے اسے (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔

[۲۳۰-۲۳۱] وعن ابن مسعود قال :

سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((نضر الله امرأً سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه فرب مبلغ أوعى له من سامع)) رواه الترمذي و ابن ماجه . ورواه الدارمي عن أبي الدرداء .

تحقیق الحدیث : صحیح ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۸-۲۲۹

سنن دارمی والی روایت میں یحییٰ بن موسیٰ البخی، ابوسعید عمر بن محمد العنقری القرشی الکوفی اور اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبئی تینوں ثقہ تھے۔ عبدالرحمن بن زبید بن الحارث الیامی کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور اُس پر امام بخاری کی طرف منسوب جرح ”منکر الحدیث“ جو امام بخاری سے ثابت نہیں، لہذا عبدالرحمن مذکور مجہول الحال ہے۔ ابوالعجلان کو بقول حافظ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ قرار دیا ہے، لیکن ہمیں یہ حوالہ کتاب الثقات (التاریخ) للعلی میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم

مختصر یہ کہ دارمی والی سند عبدالرحمن بن زبید کی جہالتِ حال وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن اس کے صحیح شواہد ہیں، لہذا یہ حدیث شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ والحمد للہ

فائدہ: دارمی والی روایت مذکورہ کو طبرانی نے اسرائیل بن عبدالرحمن بن زبید کی سند سے بیان کیا ہے۔

(دیکھئے جامع المسانید لابن کثیر ۱۳/۶۵۲-۶۵۳ ح ۱۱۱۸۷، وفی المطبوع تصحیف)

فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۸-۲۲۹

[تنبیہ: نضر الله امرأً اور نضر الله امرأً دونوں طرح لکھنا صحیح ہے، جبکہ اول الذکر زیادہ فصیح ہے۔]

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کرنے کے بارے میں بچو، سوائے اس کے جسے تم جانتے ہو، پس جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔

اسے ترمذی (۲۹۵۱) نے روایت کیا ہے۔

[۲۳۲] وعن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ((اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فمن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار)) رواه الترمذي .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، احمد (۲۹۳/۱ ج ۲۶۷، ۳۲۳/۱ ج ۲۹۷، ۳۲۷/۱ ج ۳۰۲، ابن ابی شیبہ (المصنف ۵/۳۸ ج ۲۶۲، ۲۶۲/۱ ج ۳۵۸/۱ ج ۳۹۲) بحوالہ بیان الوہم والایہام لابن القطان (۲۵۳/۵ ج ۲۵۹، ۲۴۵/۱ ج ۶۱، ۲۳۸) طحاوی (شرح مشکل الآثار ۱/۳۵۸ ج ۳۹۲) طبرانی (المعجم الکبیر ۱۲/۳۵-۳۶ ج ۱۲۳۹۳) ابو یعلیٰ الموصلی (المسند ۴/۲۲۸ ج ۲۳۳۸، ۲۳۳۸/۱ ج ۱۰۵، ۲۲۱ ج ۲۵۵) نے ابو عوانہ الوضاح (۲۵۷ ج ۱۱۷، وقال: هذا حديث حسن) اور قاضی محمد بن سلامہ القضاعی (مسند الشہاب ۱/۳۲۷ ج ۵۵۴) نے ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ البشکری عن عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے۔

اسے امام ترمذی اور بغوی نے حسن کہا، لیکن یہ سند عبدالاعلیٰ بن عامر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس (عبدالاعلیٰ) کے بارے میں پیشی نے کہا: ”والأكثر على تضعيفه“ اور اکثر اس کی تضعیف پر ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۴۷)

یعنی اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور جسے جمہور محدثین ضعیف قرار دیں وہ ضعیف ہی ہوتا ہے۔ عبدالاعلیٰ الثعلبی کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ”لین ضعفه أحمد“ وہ کمزور ہے، اسے احمد (بن حنبل) نے ضعیف قرار دیا۔ (اکاشف ۱۳۰/۲) امام احمد نے فرمایا: ”عبد الأعلى الثعلبي ضعيف الحديث“ عبدالاعلیٰ الثعلبی ضعیف الحدیث ہے۔

(کتاب العلل ومعرفه الرجال ۳۹۴/۱ فقرہ: ۷۸۷)

بطور تنبیہ عرض ہے کہ عبدالوہاب بن ابی عصمہ العکبری (توثیق نامعلوم): ثنا احمد بن حمید عن احمد بن حنبل کی سند سے عبدالاعلیٰ مذکور کے بارے میں مروی ہے کہ ”منكر الحديث عن سعید بن جبیر“ یعنی سعید بن جبیر سے وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔

(الکامل لابن عدی ۱۹۵۳/۵)

اس کی سند ابن ابی عصمہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ نمبر ۱: حافظ ابن القطان الفاسی نے روایت مذکورہ کو مسند ابن ابی شیبہ سے عبدالاعلیٰ کی سند کے ساتھ نقل کر کے کہا:

”فالحديث صحيح من هذا الطريق“ پس اس سند سے حدیث صحیح ہے۔ (بیان الوہم والایہام ۲۵۳/۵)

یہ عجیب وہم ہے، کیونکہ خود ابن القطان نے ایک روایت کو عبدالاعلیٰ الثعلبی کی وجہ سے ”لا یصح“ یعنی غیر صحیح قرار دیا اور محدثین کرام سے عبدالاعلیٰ مذکور پر جرح نقل کر رکھی ہے۔ دیکھئے بیان الوہم والایہام (۴/۲۱۱ ج ۱۷۰۲)

تنبیہ نمبر ۲: ابن جریر طبری نے کہا: ”حدثنا ابن حمید قال: حدثنا جریر عن لیث عن بکر عن سعید بن جبیر عن

ابن عباس قال: من تكلم في القرآن برأيه فليتبأ مقعده من النار“ ہمیں (محمد) بن حمید (الرازی) نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں جریر (بن عبد الحمید) نے حدیث بیان کی، انھوں نے لیث (بن ابی سلیم) سے، اُس نے بکر (?) سے، اُس نے سعید

بن جبیر سے، انھوں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے (موقوفاً) بیان کیا: جس نے قرآن میں اپنی رائے کے ساتھ کلام کیا تو وہ اپنا ٹھکانا

آگ میں تلاش کرے۔ (تفسیر طبری ج ۱ ص ۲۷)

اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

- ۱: محمد بن حمید الرازی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مجروح ہے۔
- ۲: لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے البدرا المنیر لابن الملقن (۲۲۷/۷) خلاصۃ البدرا المنیر (۷۸)
- اور زوائد ابن ماجہ للبوصیری (۲۰۸)
- ۳: بکر کے تعین میں نظر ہے۔
- حسین سلیم اسد (ایک عربی محقق) نے (محمد) ابن حمید (الرازی) کو عبد بن حمید (!) لیث کو لیث بن سعد (!) اور بکر کو بکر بن سوادہ (!) قرار دے کر لکھا ہے: ”وہذا إسناد صحیح“ اور یہ سند صحیح ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ کا حاشیہ ۲۲۸/۹-۲۲۹ ح ۲۳۳۸)
- یہ عجیب وہم ہے اور ضعیف راویوں کی اس سند کو صحیح کہنا تو بالکل غلط ہے۔
- فائدہ: ((من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعده من النار)) والی حدیث صحیح بخاری (۱۱۰) اور صحیح مسلم (۳) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہے۔ نیز دیکھئے حدیث ۲۳۳

[۲۳۳] ورواہ ابن ماجہ عن ابن مسعود و جابر ولم یذکر : ((اتقوا الحدیث عني إلا ما علمتم))

اور ابن ماجہ نے اسے (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ح ۳۰) اور (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ، ح ۳۳) سے (من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعده من النار . کے الفاظ سے) روایت کیا ہے، لیکن انہوں نے: ”اتقوا الحدیث عني إلا ما علمتم“ [مجھ سے حدیث بیان کرنے کے بارے میں بچو! سوائے اس کے جسے تم جانتے ہو] کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سنن ترمذی (۲۲۵۷) میں بھی موجود ہے، امام ترمذی نے فرمایا:

”هذا حدیث حسن صحیح“ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث مسند احمد (۳۰۳/۳) وغیرہ میں بھی موجود ہے اور شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

حدیث مذکور متواتر ہے۔ دیکھئے قطف الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ (ح ۱) لفظ اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ (۷۱) اور نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ح ۱۲)

[۲۳۴] وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: ((من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار)) وفي رواية: ((من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کلام کرے گا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے قرآن میں علم کے بغیر کلام کیا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ اسے ترمذی (۲۹۵۰) وقال: (حسن) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۲۳۲)

لہذا اس راوی کی وجہ سے یہ سند بھی ضعیف ہے، نیز اس کے شواہد بھی ضعیف ہیں۔ مثلاً دیکھئے روایت: ۲۳۵

[۲۳۵] وعن جنذب قال قال رسول الله ﷺ: ((من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ)) رواه الترمذي و أبو داود .

اور (سیدنا) جنذب (بن عبداللہ بن سفیان الجلیلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن میں رائے سے کلام کرے اور اس کا کلام صحیح ہو تو بھی اُس نے غلطی کی۔ اسے ترمذی (۲۹۵۲) اور ابو داود (۳۶۵۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا: ”هذا حديث غريب ، وقد تكلم بعض أهل الحديث في سهيل بن أبي حزم“ یہ حدیث غریب ہے، بعض اہل حدیث (محدثین) نے سہیل بن ابی حزم پر جرح کی ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۶۰)

ابو بکر سہیل بن ابی حزم القسطنطینی البصری ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۶۷۲)

[۲۳۶] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((المراء في القرآن كفر)) رواه أحمد و أبو داود .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ اسے احمد (۲۸۶۲ ح ۸۳۵، ۵۰۳۲ ح ۱۰۵۴۶) اور ابو داود (۴۶۰۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (۷۳) حاکم (۲۲۳/۲ ح ۲۸۸۲) اور ذہبی تینوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے راوی محمد بن عمرو بن علقمہ اللیشی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے اور باقی سند صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: مراء (جھگڑے) سے مراد شک و شبہ کی بنیاد پر قرآن مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنا یا آیات کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر کتاب اللہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔

۲: قرآن مجید کے بارے میں شک کرنا کفر ہے۔

۳: آیات قرآنیہ کو باہم ٹکرانا اور ساقط قرار دینا کفر اور حرام ہے، لہذا اہل اسلام کو ایسی حرکتوں سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے۔

۴: جو شخص قرآن مجید کے فہم کے لئے احادیث صحیحہ، آثار صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اللہ کے فضل و کرم سے ہر قسم کے کفر، گمراہی، بدعات اور غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۵: جس طرح قرآن کو قرآن سے ٹکرانا کفر اور حرام ہے، اسی طرح احادیث صحیحہ کو بھی قرآن سے ٹکرانا حرام اور باطل ہے۔

۶: دنیا کے تمام کفار اور گمراہوں (مبتدعین، ضالین، مضللین) کی دو قسمیں ہیں:

① قرآن مجید کے کلام ہونے کے بارے میں شک اور انکار کرتے ہیں۔

② قرآن کو قرآن سے یا احادیث صحیحہ کو قرآن سے ٹکرا کر دین اسلام کا انکار کر کے کفر اور گمراہیوں کے دروازے کھولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

[۲۳۷] وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: سمع النبي قوماً يتدارؤون في القرآن فقال: ((إنما هلك من كان قبلكم بهذا، ضربوا كتاب الله بعضه ببعض وإنما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضاً فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا وما جهلتم فكلوه إلى علمه.))
رواه أحمد وابن ماجه .

اور عمرو بن شعیب (بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص) سے روایت ہے، انھوں نے اپنے ابا (شعیب بن محمد) سے، انھوں نے اُن کے دادا (سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کو قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس کے ساتھ ہلاک ہوئے، انھوں نے کتاب اللہ کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا دیا اور کتاب اللہ تو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے نازل ہوئی تھی، لہذا تم بعض کو بعض سے ٹکرا کر نہ جھگڑاؤ، پھر جو جانتے ہو تو وہ کہو اور جو نہیں جانتے تو اسے اس کے عالم کے سپرد کر دو۔

اسے احمد (۲/۱۸۵ ج ۶۷۷ واللفظ لہ) اور ابن ماجہ (۹۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: مسند احمد کی سند ضعیف ہے۔

مسند احمد کی روایت میں امام ابن شہاب الزہری مدلس ہیں۔

دیکھئے علل الحدیث لابن ابی حاتم (۳۲۴ ج ۹۶۴) شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۵۵ باب مس الفرج) اور طبقات المدلسین لابن حجر (۳/۱۰۲ طبقہ ثالثہ)

اور یہ روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف ہے۔

سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور وہ تقدیر کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا یعنی اختلاف کر رہے تھے۔ غصے کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا گویا کہ انار نچوڑ دیا گیا تھا، پھر آپ نے فرمایا: ((بهذا أمرتم أو لهذا خلقتم؟ تصربون القرآن ببعضه ببعض! لهذا هلكت الأمم قبلکم .)) کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا کیا تم اس کے لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم قرآن کو ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہو! تم سے پہلے والی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ الخ (سنن ابن ماجہ تحقیق الالبانی ص ۳۱)

اس کی سند حسن ہے اور بوسیری نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الحاجہ فی تحقیق سنن ابن ماجہ قلمی ص ۶۶ ج ۱)

فقہ الحدیث:

- ۱: تقدیر کے مسئلے میں اہل ایمان کا باہمی اختلاف جائز نہیں ہے۔
- ۲: کتاب اللہ کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر ہلاک شدہ امتوں (مثلاً یہود و نصاریٰ) کا وطیرہ ہے۔
- ۳: کتاب اللہ میں کوئی تعارض نہیں ہے اور اسی طرح قرآن و حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔
- ۴: اگر مناسب نتیجہ نکلنے کی امید ہو تو کتاب و سنت کے منافی امور کا سختی سے رد کرنا بھی جائز ہے۔
- ۵: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔
- ۶: کتاب و سنت کے خلاف امور میں مدہانت اور نرمی نا جائز ہے۔
- ۷: رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔
- ۸: کتاب و سنت کے خلاف امور پر غصہ آجانا فطری اور قابل تعریف ہے۔
- ۹: شریعت اسلامیہ میں اہل ایمان کا باہمی اتحاد ہر حال میں ضروری ہے۔
- ۱۰: بطور فائدہ عرض ہے کہ "اختلاف امتی رحمة" [میری امت کا اختلاف رحمت ہے] کے الفاظ سے جو روایت بیان کی جاتی ہے، اس کی کوئی سند کسی کتاب میں موجود نہیں، بلکہ یہ موضوع روایت ہے جس کا بیان کرنا حلال نہیں ہے۔

[۲۳۸] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر و بطن ولكل حد مطلع))
 اور (سیدنا عبداللہ) بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے، ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن (یعنی ظاہری اور باطنی معنی) ہے اور ہر حد (انتہا) کے لئے ایک مقام ہے۔ اسے (بغوی نے) شرح السنہ (۲۶۳/۱ تحت ح ۱۲۲) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔

یہ روایت شرح السنہ میں مکمل سند کے بغیر ہے (ص ۲۶۳ ج ۱) لیکن تفسیر ابن جریر الطبری (ج ۱ ص ۹) میں اس کی سند موجود ہے۔ یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: واصل بن حیان الاحدب کا استاد (عمن ذکرہ) مجہول ہے۔

۲: مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: محمد بن حمید الرازی سخت ضعیف اور جمہور کے نزدیک مجروح ہے۔

تفسیر ابن جریر میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں محمد بن حمید الرازی سخت ضعیف، مہران بن ابی عمر کی سفیان ثوری والی روایات میں غلط کثیر، سفیان ثوری مدلس اور ابراہیم بن مسلم الحجری لین الحدیث (ضعیف) ہے۔

شرح السنہ (۲۶۲/۱ ح ۱۲۲) میں حسن بصری رحمہ اللہ سے اس مفہوم کی ایک مرسل روایت ہے، جس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۵) میں اس مفہوم کی ایک مختصر روایت ہے جس کی سند محمد بن عجلان اور ابواسحاق السبعمی دو مدلسوں کی تالیس (عن عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

تنبیہ: قرآن کا سات حرفوں میں نازل ہونا بالکل صحیح ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۳۰۰/۲) صحیح ابن حبان (۷۴) و سندہ صحیح) اور میری کتاب: توفیق الباری فی تطبیق القرآن صحیح البخاری (ص ۷۲-۷۵)

[۲۳۹] وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((العلم ثلاثة: آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة وما كان سوى ذلك فهو فضل)) رواه أبو داود و ابن ماجه .
 اور (سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم تین ہیں: محکم آیت یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ زیادہ یا فضول ہے۔ اسے ابو داود (۲۸۸۵) اور ابن ماجہ (۵۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت میں عبدالرحمن بن زیاد بن نعم الافرقی اور اس کا استاد عبدالرحمن بن رافع التوتخی دونوں ضعیف ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۳۸۶۲، ۳۸۵۶) اور کتب اسماء الرجال تنبیہ: محکم آیت سے مراد وہ آیت ہے جس کا مطلب صاف اور واضح ہو، تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ سنت قائمہ سے مراد قائم و دائم اور ثابت شدہ سنت ہے۔
 فریضہ عادلہ سے مراد عدل و انصاف والا فرض ہے، جس میں لوگوں کے لئے خیر ہی خیر ہے۔
 یہ مختصر لغوی تشریح بطور فائدہ و تفہیم کر دی ہے، ورنہ ضعیف روایت کے فقہ الحدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

[۲۴۰] وعن عوف بن مالك الأشجعي قال قال رسول الله ﷺ: ((لا يقص إلا أمير أو مأمور أو مختال)) رواه أبو داود .
 اور (سیدنا) عوف بن مالک الاشجعی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصے بیان نہیں کرتا مگر امیر (حاکم) یا مامور (جسے امیر نے حکم دیا ہو) یا مختلبر۔ اسے ابو داود (۳۶۶۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اس روایت کی اور بھی کئی سندیں اور شواہد ہیں، جن کے ساتھ یہ صحیح لغیرہ ہے۔

فتہ الحدیث:

۱: کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کلام کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں:
 مذکر، واعظ اور قصہ گو۔
 مذکر وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے اور مطالبہ کرے کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔
 واعظ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے تاکہ وہ گناہوں سے بچ جائیں۔

قصہ گو وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اسلاف کے قصے بیان کرے اور ان میں کمی بیشی کا خطرہ ہو۔ (معالم السنن للخطابی ج ۴ ص ۱۸۸؛ ملخصاً)
 ۲: روایت مذکورہ میں امیر سے مراد مسلمان حاکم اور صاحب اقتدار ہے۔
 دیکھئے الکاشف عن حقائق السنن یعنی شرح الطیسی (۴۳۷/۱) اور مرقاۃ المفاتیح (۵۰۲/۱)
 عون المعبود میں ہے: ”إلا أمير أي حاكم“ سوائے امیر کے یعنی حاکم کے۔ (۳۶۲/۳)
 معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کاغذی جماعتوں کے کاغذی اور خود ساختہ امیر مراد نہیں ہیں بلکہ شرعی حاکم صاحب اقتدار اور خلیفہ مراد ہے۔

تکفیر یوں اور خارجیوں کی ”جماعت المسلمین رجسڑڈ“ ہو یا دوسری جماعتیں، یہ سب ”ولا تفرقوا“ کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور غلط ہیں، لہذا ((فاعتزل تلك الفرق كلها)) کی رو سے ان سے اجتناب ضروری ہے۔
 ۳: یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث خطبے کے بارے میں ہے۔ (دیکھئے شرح السنن للبخاری ج ۳ ص ۱۴۲)
 ۴: اس حدیث میں ”لا“ ممانعت نہیں بلکہ نفی وقوع اور خبر ہے یعنی عام طور پر یہ کام یہی تین لوگ کرتے ہیں۔
 دیکھئے شرح الطیسی (۴۳۷/۱)

۵: اس حدیث کا ایک حسن لذاتہ شاہد مسند احمد (۱۷۸/۲ ج ۱۷۶۱) میں ہے۔
 ۶: اگر خلیفہ یا مسلمان حاکم موجود نہ ہو تو پھر ”بلغوا عني ولو آية“ اور دیگر دلائل کی رو سے صحیح العقیدہ اہل علم کے لئے وعظ و نصیحت اور خطبات بیان کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔
 ۷: سنن ابی داؤد کی حدیث مذکورہ کے راوی عباد بن عباد الخواری ثقہ تھے۔ دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۳۳۸)
 ۸: نیز دیکھئے حدیث: ۲۴۱

[۲۴۱] ورواه الدارمي عن عمرو بن شعيب عن
 اور اسے دارمی (۳۱۹/۲ ج ۲۷۸۲) نے عمرو بن شعیب عن
 ابیہ عن جدہ و فی روایتہ بدل ((أو مختال))
 مختال“ کے بدلے میں [”أو مرأء“] ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

دارمی (۲۷۸۲) اور ابن ماجہ (۳۷۵۳) کی سند میں عبداللہ بن عامر الاسلمی ضعیف راوی ہے، لیکن عبدالرحمن بن حرمہ بن عمرو الاسلمی (صدوق حسن الحدیث، وثقہ الجہور) نے اس کی متابعت تامہ کر رکھی ہے، یعنی یہی حدیث عمرو بن شعیب سے عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۱۷۸/۲، وسندہ حسن)
 لہذا یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔ فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۴۰

[۲۴۲] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من أفتي بغير علم كان إثمه على من أفتاه ومن أشار على أخيه بأمر يعلم أن الرشد في غيره فقد خانته)) رواه أبو داود .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اُس پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا، اور جس نے اپنے بھائی کو ایسا مشورہ دیا، باوجودیکہ وہ جانتا تھا کہ خیر اور بھلائی دوسری طرف ہے تو اُس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔ اسے ابو داؤد (۳۶۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے۔!

فقہ الحدیث:

- ۱: لوگوں کی دو قسمیں ہیں:
- اول: وہ جو مسئلہ بتاتے ہیں یعنی علماء
- دوم: وہ جو مسئلہ پوچھتے ہیں یعنی عوام
- ۲: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دلیل (مثلاً قرآن، حدیث اور اجماع) یا دلیل نہ ہونے کی صورت میں ذاتی اجتہاد (مثلاً آثارِ سلف صالحین سے استدلال، عموم سے استدلال، صحیح قیاس اور دیگر اجتہادی دلائل) کے بغیر فتویٰ دینا جائز نہیں بلکہ غلط و ممنوع ہے۔
- ۳: غلط فتویٰ دینے والا گناہ گار ہے اور اس فتوے کا وبال اُسی پر ہے۔
- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”من أفتى بفتيا يعمى فيها فإنما إثمها عليه“ جس نے ایسا فتویٰ دیا جس میں دھوکا دیا جاتا ہے تو اس کا گناہ اُس فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۱۳۲۲ ح ۸۵۹ وسندہ حسن، سنن الدارمی: ۱۶۲)
- ۴: بغیر علم کے فتویٰ دینا ممنوع ہے، جیسا کہ نمبر ۱ میں بیان کر دیا گیا ہے۔
- ۵: ہمیشہ کھلے دل سے بہترین مشورہ دینا چاہئے۔
- ۶: حق چھپانا حرام ہے۔
- ۷: مشہور امانت ہے، لہذا جب کوئی مشورہ طلب کرے تو مفید مشورہ دینا چاہئے۔ غلط اور خیر خواہی کے خلاف مشورہ دے کر خیانت کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے۔

[۲۴۳] وعن معاوية قال: إن النبي ﷺ نهى عن الأغلوطات . رواه أبو داود .
 اور (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
 نبی ﷺ نے غلط مسائل اور مغالطہ آمیز باتوں سے منع فرمایا
 ہے۔ اسے ابو داود (۳۶۵۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

عبداللہ بن سعد بن فروہ الجبلی دمشقی کو صرف ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور کہا: ”یخطئ“ وہ غلطی کرتا تھا۔ (۳۹/۷)
 مغلطائی حنفی نے بتایا کہ ساجی نے کہا: ”ضعفه أهل الشام في الحديث“ اسے شامیوں نے حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔
 (اکمال مغلطائی ۲۷۵/۲ بحوالہ حاشیہ تہذیب الکمال ۱۳۷/۳)
 یہ راوی مجہول الحال ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

[۲۴۴] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : ((تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فإنني مقبوض .)) رواه الترمذي .
 اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ نے فرمایا: فرائض (وراثت) اور قرآن کا علم سیکھو اور
 لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں۔ اسے
 ترمذی (۲۰۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف روایت ہے۔

سنن ترمذی والی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے:

۱: ابوالبراء تیمم محمد بن القاسم الاسدی الکوفی الشامی عرف کاؤ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ”کذبوہ“ محدثین نے اسے
 کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۲۲۹)
 امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”یکذب“، أحاديثه أحاديث موضوعة، ليس بشيء“ وہ جھوٹ بولتا تھا، اس کی حدیثیں موضوع
 ہیں، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۳۰۰/۱، فقرہ ۱۸۱۳، دوسرا نسخہ ۱۷۱/۲ فقرہ ۱۸۹۹)
 ۲: فضل بن ولیم القصاب البصری الواسطی ”لین ورمی بالاعتزال“ تھا یعنی وہ ضعیف تھا، محدثین نے اسے معتزلی قرار دیا۔
 دیکھئے تقریب التہذیب (۵۴۰۲)

اس کی دوسری سند میں سلیمان بن جابر اور اس کا شاگرد (رجل) دونوں مجہول ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۵۴۱)
 سنن ابن ماجہ (۲۷۱۹) وغیرہ میں اس روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

اور (سیدنا) ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا: یہ وقت ہے کہ لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھ سکیں گے۔
اسے ترمذی (۲۶۵۳) نے روایت کیا ہے۔

[۲۴۵] وعن أبي الدرداء قال : كنا مع رسول الله ﷺ فاشخص ببصره إلى السماء ثم قال : ((هذا أوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدرُوا منه على شيء)) رواه الترمذي .

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۱/۹۹۱ ج ۳۳۸) اور ذہبی دونوں نے صحیح قرار دیا اور اس کی دوسری سند مسند احمد (۲۶۶-۲۷) میں ہے، جسے ابن حبان (۱۱۵) حاکم (۱/۹۸۱ ج ۳۳۷) اور ذہبی تینوں نے صحیح قرار دیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں نبی ﷺ کی وفات اور وحی کے اختتام کی طرف اشارہ ہے۔

۲: اُمت کے بعض حصے میں بدعات اور گمراہیاں پیدا ہوں گی، جن کے پھیلنے کا اصل سبب عدم علم اور جہالت ہوگی۔

أعاذنا الله منها

۳: قیامت سے پہلے جہالت کا دور دورہ ہوگا۔

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے (کہ نبی ﷺ نے فرمایا): قریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے اونٹوں پر لہجے لہجے سفر کریں گے تو مدینے کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں پائیں گے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۰) نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔ (سفیان) بن عیینہ نے (ایک قول میں) کہا: بے شک وہ مالک بن انس ہیں اور عبدالرزاق نے (بھی) اسی طرح کی بات کہی۔ اسحاق بن موسیٰ نے کہا: اور میں نے ابن عیینہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ عبدالعزیز بن عبداللہ العری الزاہد ہیں۔

[۲۴۶] وعن أبي هريرة رواية : ((يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل يطلبون العلم فلا يجدون أحداً أعلم من عالم المدينة)) رواه الترمذي في جامعه . قال ابن عيينة : إنه مالك بن أنس و مثله عن عبدالرزاق . قال إسحاق بن موسى : و سمعت ابن عيينة أنه قال : هو العمريُّ الزاهد و اسمه عبدالعزیز بن عبداللہ .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں ابن جریج اور ابوالزیر المکی دونوں مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ الاثناء لابن عبدالبر (ص ۲۰) میں اس کا ایک منقطع (یعنی ضعیف) شاہد بھی ہے۔

فائدہ: جب یہ روایت ضعیف ہے تو پھر یہ کہنا کہ ”اس سے مراد فلاں ہیں یا فلاں“ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بالکل برحق ہے کہ امام مالک بہت بڑے ثقہ امام تھے اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر العمری بھی ثقہ تھے، لیکن پہلے حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے، اس کے بعد ہی فقہ الحدیث پر غور ہو سکتا ہے۔

[۲۴۷] وعنه فيما أعلم عن رسول الله ﷺ قال : (إن الله عز وجل يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها .) رواه أبو داود .
اور میرے علم کے مطابق (یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سر پر انھیں مبعوث فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کریں گے۔
اسے ابو داود (۴۲۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

۱: ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ پیدا کئے جائیں گے جو صحیح العقیدہ پکے مسلمان اور کتاب و سنت کے جلیل القدر علماء ہوں گے، ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تجدید یعنی مسلک حق کا پرچار اور بدعات کا رد فرمائے گا۔ یہ ایک آدمی بھی ہو سکتا ہے اور ایک جماعت بھی بلکہ ایک جماعت والی بات زیادہ راجح ہے۔

۲: مجددین کون ہیں اور قرآن سابقہ میں ان کے کیا نام تھے؟ اس بارے میں واضح کوئی دلیل نہیں، لہذا سکوت بہتر ہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے اپنے اپنے پسندیدہ اشخاص کو مجددین میں شامل کر لیا ہے، حالانکہ ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جن کے عقائد کا صحیح ہونا ثابت نہیں اور نہ وہ حدیث کا علم جانتے تھے۔ اگر واقعی کوئی مجددین ہیں تو وہ صرف صحیح العقیدہ محدثین کرام ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث کا دفاع کر کے اسلام کے علم کو ہمیشہ سر بلند رکھا اور تقلید کے پرچے اڑائیے۔

رہ گئے وہ لوگ جو ”ما مقلداں راجاز نیست...“ وغیرہ طریقوں سے اندھی تقلید کی طرف دعوت دیتے رہے انھیں مجددین کی فہرست میں شامل کرنا غلط ہے۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خنثی باور کراتے رہے اور مجددیت کا تاج بھی اپنے سروں پر رکھنے کی کوشش کی۔ یہ تو مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ کون مجدد تھا اور کون مخرب تھا؟

سوف ترى إذا انكشف الغبار أفرس تحت رجلك أم حمار

اور ابراہیم بن عبدالرحمن العذری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر خلاف سے یہ علم ان کے ہم پایہ (عادل) لوگ حاصل کریں گے، جو غالیوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی غلط باتیں اور جاہلوں کی تاویلیں مٹا کر ختم کر دیں گے۔ اسے بیہقی (۲۰۹/۱۰) نے روایت کیا ہے۔ اور جابر (رضی اللہ عنہ) والی حدیث ”پس اندھے کی شفا سوال کرنا ہے، تیمم کے باب (ح ۵۳۱) میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

[۲۴۸] وعن إبراهيم بن عبدالرحمن العذري قال قال رسول الله ﷺ: ((يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تأويل الجاهلين . رواه البيهقي . وسنذكر حديث جابر: ((فإنما شفاء العي السؤال)) في باب التيمم إن شاء الله تعالى .

تحقیق الحدیث: العذری والی روایت ضعیف ہے۔

اس کی سند میں معان بن رفاعہ السلامی ضعیف ہے۔ (قال الحافظ : لين الحديث كثير الإرسال / تقریب التہذیب:

۶۷۷) وضعفه الجمهور

ابراہیم بن عبدالرحمن العذری تابعی تھے، لہذا یہ سند مرسل یعنی منقطع ہے۔

اس روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں، لہذا اسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔



الفصل الثالث

اور الحسن (البصری رحمہ اللہ) سے مرسل (یعنی منقطع) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص موت تک طلب علم کرتا رہے گا تاکہ اسلام زندہ رہے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ اسے دارمی (۱۰۷/۱ ج ۳۶۰) نے روایت کیا ہے۔

[۲۴۹] عن الحسن مرسلًا قال قال رسول الله ﷺ: ((مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فِيهِنَّ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةً وَاحِدَةً فِي الْجَنَّةِ.)) رواه الدارمي .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف بلکہ سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں نصر بن القاسم، محمد بن اسماعیل اور عمرو بن کثیر تینوں مجہول ہیں، لہذا یہ امام الحسن البصری رحمہ اللہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔

اس کا ایک موضوع شاہد الاوسط للطبرانی (۹۴۵۰) اور تاریخ بغداد (۷۸۳) میں موجود ہے جس کا راوی عباس بن یقار الضمی البصری: کذاب ہے، جیسا کہ امام دارقطنی نے فرمایا۔ دیکھئے الضعفاء والمتر وکون للدارقطنی (۴۲۳) باقی سند بھی ضعیف و مردود ہے۔

اور انھی (حسن بصری رحمہ اللہ) سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا: ان میں سے ایک عالم تھا، فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا، پھر لوگوں کو خیر سکھاتا تھا، اور دوسرا (مسلسل) دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا، پھر لوگوں کو خیر سکھاتا تھا، اس کو اس عابد پر جو دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا تھا، اس طرح فضیلت ہے جس طرح مجھے تم سب پر فضیلت حاصل ہے۔

[۲۵۰] وعنه مرسلًا قال: سئل رسول الله ﷺ عن رجلين كانا في بني إسرائيل: أحدهما كان عالمًا يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يصوم النهار ويقوم الليل، أيهما أفضل؟ قال رسول الله ﷺ: ((فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار ويقوم الليل كفضلي على أدناكم . رواه الدارمي .

اُسے دارمی (۳۴۷/۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: امام اوزاعی کی حسن بصری سے ملاقات اور سماع میں نظر ہے۔

۲: مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں مقرر ہے۔

بعض علماء حسن بصری کی مراسیل کو صحیح سمجھتے تھے، لیکن یہ قول مرجوح ہے اور صحیح یہ ہے کہ تابعین کی مراسیل حجت نہیں بلکہ ضعیف کی قسم سے ہیں، چاہے حسن بصری کی مراسیل ہوں یا سعید بن المسیب رحمہما اللہ کی۔

نیز دیکھئے الحدیث: ۶۹ ص ۱۴، اور معرفۃ السنن والآثار (۸۷/۳)

تنبیہ: حدیث سابق (۲۱۳) اس ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمد للہ

اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں فقیہ اچھا آدمی ہے، اگر اس کی ضرورت ہو تو نفع دیتا ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو بے نیاز رکھتا ہے۔ اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

[۲۵۱] وعن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((نعم الرجل الفقيه في الدين إن احتجج إليه نفع وإن استغني عنه أغنى نفسه.)) رواه رزين

تحقیق الحدیث: موضوع ہے۔

رزین کی سند نہیں ملی اور نہ اُن کی کتاب کا کہیں نام و نشان ملا ہے، یعنی وہ ہمارے علم کے مطابق مفقود کتابوں میں سے ہے۔ تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۰۳/۲۸) میں اس روایت کی سند موجود ہے، جس میں عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی راوی سخت مجروح اور متروک الحدیث ہے۔ حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ اپنے آباء و اجداد سے موضوع چیزیں روایت کرتا تھا۔

(کتاب الحجر و جین و حین ۱۲۲۲، دوسرا نسخہ ۱۰۳۲)

یہ روایت بھی اس نے اپنے آباء و اجداد سے ہی بیان کی ہے۔

ابن عساکر سے عیسیٰ بن عبد اللہ تک سند بھی ثابت نہیں بلکہ باطل ہے۔

اور عکرمہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: لوگوں کو ہر جمعے (یعنی ہر ہفتے) میں ایک دفعہ حدیث بیان کیا کرو اور اگر تو اسے نہیں مانتا تو دفعہ بیان کرو اور اگر تو بہت زیادہ کرنا چاہتا ہے تو تین دفعہ بیان کرو اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرنا، اور میں تجھے اس حال میں نہ پاؤں کہ تم کسی قوم کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں لگے ہوئے ہوں پھر تم انھیں وعظ سنانا شروع کر دو، تاکہ ان کی باتیں ختم ہو جائیں، پھر وہ اکتا جائیں لیکن خاموش رہ، پھر اگر وہ تجھے حکم دیں تو اس حال میں انھیں حدیثیں سناؤ کہ وہ اس کا شوق رکھتے ہوں۔ دعا میں مسجع مقفی (یعنی شاعرانہ) الفاظ سے بچو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو پایا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

اسے بخاری (۶۳۳۷) نے روایت کیا ہے۔

[۲۵۲] وعن عكرمة أن ابن عباس قال: حدثت الناس كل جمعة مرة فإن أبيت فمرتین فإن أكثرت فثلاث مرات ولا تمل الناس هذا القرآن ولا ألفينك تأتي القوم وهم في حديث من حديثهم فتقص عليهم فتقطع عليهم حديثهم فتملهم ولكن أنصت فإذا أمرك فحدثهم وهم يشتهونه وانظر السجع من الدعاء فاجتنبه فإني عهدت رسول الله ﷺ وأصحابه لا يفعلون ذلك. رواه البخاري.

تصريح: صحیح بخاری (۶۳۳۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: اگر لوگ تنگ ہوتے ہوں تو روزانہ وعظ نہیں کرنا چاہئے۔
- ۲: موقع محل کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور جب لوہا گرم ہو تو اس پر کاری ضرب لگانی چاہئے۔
- ۳: دیوبندی تبلیغی جماعت کے غلط عقائد کے ساتھ ساتھ ان کے مردِ عمل میں بھی نظر ہے۔
- ۴: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے انتہائی عاجزی اور سادگی کا اظہار ہونا چاہئے اور ہر قسم کے تصنع اور تکلف سے اجتناب ضروری ہے۔
- ۵: اہل علم کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔
- ۶: علماء کو چاہئے کہ اپنے شاگردوں کی تربیت کا ہمیشہ بہت خیال رکھیں تاکہ وہ ان کے حلقہٴ درس سے ہیرے اور علم و عمل کے مینار بن کر نکلیں۔
- ۷: اگر کوئی شخص ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سن رہا ہے اور اب کسی ضرورت کی وجہ سے ٹیپ بند کرنا چاہتا ہے تو جب آیت کریمہ مکمل ختم ہو جائے تب ٹیپ بند کرے یعنی درمیان میں سے اسے کاٹ نہ دے۔

۸: عوام کو بھی چاہئے کہ جب انھیں کتاب و سنت کی دعوت دی جائے تو غور سے سنیں اور بغیر شرعی عذر کے بھاگنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ ان کے لئے اس دعوت میں دونوں جہانوں کی کامیابی اور خیر ہے۔

۹: مرجوح کے مقابلے میں راجح کو اختیار کرنا بہتر ہے۔

۱۰: جس طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی نصیحت میں حدیث رسول اور آثارِ سلف صالحین کا حوالہ دیا، اسی طرح اپنے بیان اور دعوت میں کتاب و سنت کے حوالوں اور آثارِ سلف صالحین پیش کرنے کا التزام کرنا چاہئے تاکہ عوام کے دلوں پر گہرا اثر ہو۔

[۲۵۳] وعن وائلة بن الأسقع قال قال رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانْ لَهُ كِفْلَانِ
 مِنَ الْأَجْرِ، فَإِنْ لَمْ يَدْرَكَهُ كَانْ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ))
 اور (سیدنا) وائلہ بن اسقع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم طلب کرے اور اسے
 پالے تو اُسے دو گنا اجر ملتا ہے اور اگر پانہ سکے تو اسے ایک
 حصہ اجر ملتا ہے۔ اسے دارمی (۱/۳۲۲ ج ۱) نے روایت
 کیا ہے۔
 رواہ الدارمی .

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں یزید بن ربیعہ الصنعانی سخت ضعیف و مجروح راوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں گواہی دی: ”حدیثہ مناکیر“ اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(کتاب الضعفاء مع تحقیق: تحفۃ الاقویاء ص ۱۱۹، رقم: ۴۱۳)

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ یعنی وہ حدیث میں متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتر وکین: ۶۳۳)

اُس پر مزید جروح کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۲۸۶/۶)

[۲۵۴] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنْ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ
 مَوْتِهِ: عِلْمًا عِلْمَهُ وَنَشْرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ
 مَصْحَفًا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لَابِنِ السَّبِيلِ
 بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي
 صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، تَلَحُّقَهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ.))
 اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی موت کے بعد اس کی نیکیوں اور
 اعمال میں سے جو چیزیں اسے پہنچتی ہیں وہ اس کا علم ہے جو
 اس نے سکھایا اور پھیلا یا، نیک اولاد جو وہ چھوڑ جائے، یا
 قرآن مجید جو اس نے بطور وراثت چھوڑا، مسجد جو اس نے
 بنائی یا مسافروں کے لئے گھر تعمیر کیا، نہر جو اس نے جاری کی
 یا اپنے مال سے حالتِ صحت اور اپنی زندگی میں صدقہ نکالا، یہ
 رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الإیمان .

اس کی موت کے بعد (بھی) اُسے پہنچتے ہیں یعنی ان کا ثواب اس کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔
اسے ابن ماجہ (۲۴۲) اور بیہقی نے شعب الایمان (۳۴۴۸)، دوسرے نسخہ: (۳۱۷۴) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام ابن خزیمہ (۱۲۱/۴ ح ۲۴۹۰) نے روایت کیا، یعنی صحیح قرار دیا ہے لیکن مرزوق بن ابی الہذیل النشمی دمشقی کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے۔

دجم، ابو حاتم الرازی اور ابن خزیمہ نے اس کی توثیق کی ہے اور حافظ منذری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ بخاری، ابن حبان، عقیلی، ابن عدی، ابن الجوزی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم نے اُس پر جرح کی ہے لہذا جمہور کے نزدیک مضعّف ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔

حافظ ذہبی نے مرزوق مذکور کو اپنی کتاب دیوان الضعفاء والمترکین (۳۵۲/۲ ت ۴۰۷۵) میں ذکر کیا اور ابن حبان سے نقل کیا کہ ”ینفرد عن الزہری بالمناکیر“ وہ زہری سے منکر روایتوں کے ساتھ منفرد ہوتا ہے۔
روایت مذکورہ بھی مرزوق: حدیث الزہری کی سند سے ہے، جبکہ دوسری طرف امام دجم نے مرزوق کو زہری سے صحیح الحدیث قرار دیا، لیکن جمہور کو ترجیح کی وجہ سے جرح رائج ہے۔

اور (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے میری طرف وحی کی ہے کہ جو شخص طلب علم میں کسی راستے پر چلا تو میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہوں، اور جس کی دونوں آنکھوں کی بینائی لے لوں تو اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہوں اور علم میں فضیلت عبادت میں فضیلت سے بہتر ہے اور دین میں اعلیٰ ترین (اہم ترین) بات پر ہیزگاری ہے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان (۵۷۵۱)، دوسرے نسخہ: (۵۳۶۷) میں روایت کیا ہے۔

[۲۵۵] وعن عائشة أنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((إن الله عز وجل أوحى إليّ: أنه من سلك مسلكاً في طلب العلم سهلت له طريق الجنة ومن سلبت كريمة ثبته عليهما الجنة . وفضل في علم خير من فضل في عبادة . وملاك الدين الورع .)) رواه البيهقي في شعب الإيمان .

تحقیق الحدیث: اس کی سند موضوع ہے۔

اس کی سند میں محمد بن عبد الملک الانصاری سخت مجروح بلکہ کذاب ہے۔

دیکھئے میری کتاب: تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء (ص ۱۰۰ تا ۳۴۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”قد رأیت محمد بن عبد الملک و کان أعمی و کان یضع الحدیث و یکذب“ میں نے محمد بن عبد الملک کو دیکھا ہے، وہ اندھا تھا، وہ حدیث گھڑتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۲۱۲/۳ تا ۲۱۸)

حافظ ابن حبان نے محمد بن عبد الملک کے حالات میں حدیث مذکور ذکر کی اور شروع میں فرمایا: ”کان ممن یروی

الموضوعات عن الأثبات ، لا یحل ذکرہ فی الکتب إلا علی جهة القدح فیہ ...“ وہ ثقہ راویوں سے موضوع

روایات بیان کرتا تھا، اس کا ذکر کتابوں میں بغیر اس پر جرح کے حلال نہیں ہے ... (کتاب الحجر و حین ۲۷۰/۲-۲۶۹، دوسرے نسخہ ۲۸۰/۲)

محمد بن یزید بن عبد اللہ المسلمی الحنفی: جمش (متوفی ۲۵۹ھ) میں بھی نظر ہے۔

تنبیہ: ((من سلك طریفاً)) الخ کے لئے دیکھئے حدیث سابق (۲۰۴، رواہ مسلم)

اور ((من سلبت کریمتیہ .)) یعنی عینیہ کے لئے دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح (ج ۱۵۴۹، رواہ البخاری: ۵۶۵۳)

یہ دونوں حدیثیں محمد بن عبد الملک الانصاری کی موضوع روایت سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ واللہ

[۲۵۶] وعن ابن عباس قال: تدارس العلم اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رات کو ایک پہر علم

ساعة من اللیل خیر من إحيائها. رواه الدارمي . کا پڑھنا پڑھانا اُس (ساری رات) کی بیداری سے بہتر

ہے۔ اسے دارمی (ج ۱/۲۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: ابن جریج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا، لہذا سند منقطع ہے۔

۲: حفص بن غیاث مدلس تھے اور یہ سند معتعن (عن سے) ہے۔

اور (سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: دونوں خیر (بھلائی) پر ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ یہ لوگ تو اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اس کی رغبت رکھتے ہیں، لہذا وہ چاہے گا تو انھیں دے دے گا اور چاہے گا تو روک لے گا (یعنی نہ دے گا)

یہ دوسرے جو ہیں وہ فقہ یا علم سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو سکھاتے ہیں، پس وہ افضل ہیں اور میں معلم (سکھانے والا) بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اسے دارمی (۱۰۰-۹۹/۱۰۰ ح ۳۵۵) نے روایت کیا ہے۔

[۲۵۷] وعن عبد اللہ بن عمرو أن رسول اللہ ﷺ مرّ بمجلسین فی مسجده فقال: ((کلاهما علی خیر وأحدہما أفضل من صاحبه، أما هؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون إلیه فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعہم . وأما هؤلاء فیتعلمون الفقه أو العلم یعلمون الجاہل فہم أفضل وإنما بعثت معلماً)) ثم جلس فیہم . رواہ الدارمی .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعیف ہیں:

۱: عبدالرحمن بن زیاد بن نعم الافریقی حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۳۸۶۲)

حافظ عراقی نے کہا: ”ضعفه الجمهور“ جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (تخریج الاحیاء، ۱۹۹/۲)

پیشی نے کہا: ”وقد ضعفه الجمهور“ اور اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد، ۵۶/۵، نیز دیکھئے ۲۵۰/۱۰، ۶۵/۸)

۲: اس کا دوسرا راوی عبدالرحمن بن رافع التونخی المصری قاضی افریقیہ ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۸۵۶)

تنبیہ: سنن ابن ماجہ (۲۲۹) میں اس روایت کی دوسری سند موجود ہے، جس میں داود بن زبرقان متروک (تقریب التہذیب:

۱۷۸۵، ملخصاً) اور بکر بن حنیس جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے میری کتاب تسہیل الحاجۃ فی تحقیق سنن ابن ماجہ قلمی ص ۱۶ ح ۲۲۹)

بکر بن حنیس کا استاد عبدالرحمن بن زیاد الافریقی بھی اس سند میں موجود ہے، جو کہ ضعیف ہے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ہے۔

فائدہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلم بلکہ سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل معلم تھے، جیسا کہ سیدنا معاویہ بن الحکم

الاسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ما رأیت معلماً قبلہ ولا بعده أحسن تعلیماً منه .“ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ

سے زیادہ بہترین تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷، ترقیم دارالسلام: ۱۱۹۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

اور آپ انھیں (صحابہ کو) کتاب اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں۔ (سورۃ الجمعہ: ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ولكن بعثني معلماً ميسراً .)) لیکن مجھے اللہ نے معلم آسانی فرمانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۸، ترمذی: ۳۶۹۰)

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی حفظہ اللہ نے اس موضوع پر ”نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم“ کے نام سے ایک بہترین کتاب لکھی ہے جو ساڑھے چار صفحات سے زیادہ میں مطبوع ہے۔ جزاہ اللہ خیراً والحمد للہ

[۲۵۸] وعن أبي الدرداء قال: سئل رسول الله ﷺ: ما حدّ العلم الذي إذا بلغه الرجل كان فقيهاً؟ فقال رسول الله ﷺ: ((من حفظ عليّ أمّتي أربعين حديثاً في أمر دينها بعنه الله فقيهاً وكنّت له يوم القيامة شافعاً و شهيداً)).

اور (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: علم کی وہ کون سی حد ہے جس پر پہنچ کر آدمی فقیہ بن جاتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری امت کے لئے دینی امور پر چالیس حدیثیں حفظ کرے، اللہ اُسے فقیہ مبعوث فرمائے گا (یعنی قیامت کے دن بطور فقیہ اُٹھائے گا) اور میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کرنے والا اور گواہ ہوں گا۔ [اسے بیہقی نے شعب الایمان (۱۷۲۶، دوسرا نسخہ: ۱۵۹۷) میں روایت کیا ہے۔]

تحقیق الحدیث: اس کی سند موضوع ہے۔

اس کا راوی عبدالملک بن ہارون بن عترة کذاب (جھوٹا) تھا۔

امام بیہقی نے فرمایا: ”کذاب“ عبدالملک بن ہارون بن عترة کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، راویۃ الدوری: ۱۵۱۶) حافظ ابن حبان نے کہا: ”کان ممن یضع الحدیث ...“

وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے تھا۔ (کتاب المجر و جین ۱۳۳۲، دوسرا نسخہ: ۱۱۵۲)

حاکم نیشاپوری نے گواہی دی: ”روی عن أبيه أحاديث موضوعة.“

اس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۰، ص ۱۲۹)

یہ روایت بھی (اس تک بشرط صحت) اُس نے اپنے باپ سے بیان کی لہذا یہ سند موضوع ہے۔

امام بیہقی سے لے کر عبدالملک بن ہارون تک سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن نعمان البصری اور عمرو بن محمد صاحب یعلی بن الاشدق وغیرہما مجہول راوی ہیں۔

امام بیہقی نے فرمایا: یہ متن لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ (شعب الایمان: ۱۷۲۷، دوسرا نسخہ: ۱۵۹۸)

چالیس حدیثیں یاد کرنے والی روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں لیکن ان میں سے کوئی سند بھی صحیح یا حسن نہیں، لہذا یہ

روایت حسن کے درجے تک نہیں پہنچتی۔

ابن الملقن نے کہا: ”و اتفق الحفاظ على ضعفها و إن تعددت“ اگرچہ اس کی سندیں متعدد ہیں لیکن حفاظ حدیث کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (البدرا المنیر ج ۷ ص ۲۷۸)

نیز دیکھئے الخیص الحیر (۹۳/۳-۹۴/۵ ح ۱۳۷۵)

حافظ ابن عبد البر نے فرمایا: ”و إسناده هذا الحديث كله ضعيف“

اور اس حدیث کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔ (جامع بیان العلم و فضلہ ۱/۹۵ تحت ح ۱۵۶)

تنبیہ: چونکہ بعض علمائے سابقین نے اربعین وغیرہ اعداد پر کتابیں لکھی ہیں، لہذا اقتدائے سلف کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے اور یہ جواز من باب الاجتهاد ہے۔ واللہ اعلم

اور (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے، پھر بنی آدم میں سے میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ آدمی ہے جس نے علم حاصل کیا پھر اسے پھیلایا، وہ قیامت کے دن ایک اُمت یا ایک امیر (سردار) کی حیثیت سے آئے گا۔

[اسے بیہتی نے شعب الایمان (۱۷۶۷، دوسرا نسخہ: ۱۶۳۲)

میں روایت کیا ہے۔]

[۲۵۹] وعن أنس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ: ((هل تدرون من أجود جوذاً؟)) قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: ((الله تعالى أجود جوذاً ثم أنا أجود بنى آدم و أجودهم من بعدي رجل علم علماً فنشره، يأتي يوم القيامة أميراً وحده أو قال: أمة واحدة.))

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں وجہ ضعف چار ہیں:

- ۱: سوید بن عبد العزیز بن نمیر السلمی دمشقی راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ پیشی نے کہا: ”و ضعفه جمهور الأئمة“ اور جمہور اماموں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/۱۷۷)
- ۲: دوسرا راوی نوح بن ذکوان ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب العزیز: ۷۲۰۶)
- ۳: تیسرا راوی ایوب بن ذکوان سخت مجروح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”منکر الحدیث“ وہ منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ (التاریخ الکیبر ۴۱۴)

جس راوی پر امام بخاری نے منکر الحدیث کی جرح فرمائی، ان کے نزدیک اُس سے روایت بیان کرنا حلال نہیں تھا۔

(دیکھئے تاریخ الاوسط للبخاری ۲/۱۰۷، اور میزان الاعتدال ۶۱)

یوب بن ذکوان پر مزید جروح کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۴۸۰/۱)

۴: حسن بصری ثقہ امام ہیں لیکن مدلس تھے۔ دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین (ص ۳۵)

کشف الاستار (۴۳۰/۱ ح ۹۰۸) تاریخ الاوسط للبخاری (۱۸۰/۲) فتح الباری (۱۰۹/۱) اور کتاب الثقات لابن حبان (۱۲۳/۴) وغیرہ، اور یہ روایت (اُن تک بشرط صحت) عن سے ہے۔

اور انھی (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو لالچی اور حریص کبھی سیر نہیں ہوتے: علم کا حریص اس (علم) سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور دنیا کا حریص اس (دنیا) سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ بیہقی نے (یہ) تینوں حدیثیں شعب الایمان میں روایت کی ہیں۔ (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کے لئے دیکھئے شعب الایمان: ۱۰۲۷۹، دوسرا نسخہ: ۲۷۹۸) اور انھوں (بیہقی) نے فرمایا: اور امام احمد نے (سیدنا) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بارے میں فرمایا: یہ متن لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

[۲۶۰] وعنه أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((منهومان لا يشبعان: منهومٌ في العلم لا يشبع منه ومنهومٌ في الدنيا لا يشبع منها.)) روى البيهقي الأحاديث الثلاثة في شعب الإيمان وقال: قال الإمام أحمد في حديث أبي الدرداء: هذا متن مشهور فيما بين الناس وليس له إسناد صحيح .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: ابواسحاق ابراہیم بن یوسف بن خالد الہسجانی الرازی (متوفی ۳۰۱ھ) کا شاگرد ابوالفضل العباس بن الحسین بن احمد الصفار بلخاؤ توشیخ نامعلوم ہے۔

۲: حماد بن سلمہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے درمیان حمید الطویل راوی ہیں اور وہ مشہور مدلس تھے۔

[یہ اعتراض مرجوح اور غلط ہے، وجہ یہ ہے کہ حمید کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے عن والی روایت بھی صحیح ہوتی ہے کیونکہ وہ ثابت البنانی سے تدریس کرتے تھے اور ثابت ثقہ تھے۔]

الکامل لابن عدی (۶/۲۲۹۸) میں اس کی دوسری سند ہے جو کہ محمد بن احمد بن یزید سارق الحدیث کی وجہ سے موضوع ہے۔

اس روایت کے چار ضعیف و مردود شواہد بھی ہیں:

۱: قتادہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت (المستدرک للحاکم ۲/۳۱۲ ح ۳۱۲ و صحیح علی شرط الشيخین ووافقه الذہبی!)

یہ سند قتادہ ثقہ مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (العلم لابن خثیمہ: ۱۴۱)

اس کی سند لیث بن ابی سلیم ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (المجم الکبیر للطبرانی ۱۰/۲۲۳۱ ح ۱۰۳۸۸)

اس کی سند ابوبکر الداہری کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے۔

۴: ضعیف موقوفات مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب منقطع روایت جسے عون بن عبداللہ نے بیان کیا ہے۔

(دیکھئے آنے والی حدیث: ۲۶۱)

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

فائدہ: مشہور ثقہ تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ (انظر ح ۲۵۹) نے فرمایا:

”منہومان لا یشبعان : منہوم فی العلم لا یشبع منہ و منہوم فی الدنیا لا یشبع منها ، فمن تکن الآخرة همه و بثه و سدمه یکفی اللہ ضیعته و یجعل غناه فی قلبه ، و من تکن الدنیا همه و بثه و سدمه یغشی اللہ علیہ

ضیعته و یجعل فقره بین عینیہ ثم لا یصبح إلا فقیراً و لا یمسی إلا فقیراً .“

دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے: علم کا حریص اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور دنیا کا حریص اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا، جسے آخرت کی فکر، غم اور خیال رہتا ہے تو اللہ اس کے معاملات کے لئے کافی ہے اور وہ اس کے دل میں بے نیازی پیدا کر دیتا ہے۔ جسے دنیا کی فکر، غم اور خیال رہتا ہے تو اللہ اس کے معاملات کو تاریک اور پریشان کن کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں میں غربت ڈال دیتا ہے پھر وہ صبح و شام

فقیر ہی رہتا ہے۔ (سنن الدارمی: ۳۳۸، دوسرا نسخہ: ۳۳۳ و سندہ صحیح، سیارہ ابوالحکم العززی ثقہ، نیز دیکھئے اتحاف المبرۃ لابن حجر ۱۸/۲۸۶ ح ۲۳۹۵۲)

ضعیف حدیث کے بجائے اس صحیح اثر کو بیان کرنا اور پھیلانا چاہئے۔

تنبیہ: ”یہ متن لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے“ کے الفاظ کے ساتھ امام احمد کا قول امام احمد بن حنبل سے نہیں ملا بلکہ یہ امام احمد البہقی کا قول ہے جسے صاحب مشکوٰۃ نے مشہور امام احمد کا قول سمجھ لیا ہے۔ واللہ اعلم

اور عون (بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: دو حرص کرنے والے کبھی سیر نہیں ہوتے: صاحب علم اور صاحب دنیا اور یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ صاحب علم سے رحمان (اللہ تعالیٰ) کی رضامندی میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور صاحب دنیا تو سرکشی میں مبتلا رہتا ہے، پھر عبد اللہ (رحمہ اللہ) نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی: ہرگز نہیں، بے شک انسان سرکشی کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی (بے نیاز) سمجھتا ہے۔ (العلق: ۶)

اور دوسرے آدمی کی مثال انھوں نے یہ بیان فرمائی: اللہ سے تو اس کے بندوں میں صرف علماء ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸) اسے دارمی (۹۶۱/۳۳۹، دوسرا نسخہ: ۳۴۴) نے روایت کیا ہے۔

[۲۶۱] وعن عون قال قال عبد الله بن مسعود: منهومان لا يشبعان صاحب العلم و صاحب الدنيا ولا يستويان، أما صاحب العلم فيزداد رضى للرحمن وأما صاحب الدنيا فيتمادى في الطغيان. ثم قرأ عبد الله: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكُفْرٍ أَن رَّاهُ اسْتَعْنَى﴾ قال وقال الآخر: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾. رواه الدارمي.

تحقیق الحدیث: اس اثر کی سند ضعیف ہے۔

اس میں وجہ ضعف یہ ہے کہ عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا، لہذا یہ سند منقطع ہے۔ نیز دیکھئے

حدیث سابق: ۲۶۰

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ دین میں تفقہ سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ وہ کہیں گے: ہم امیروں کے پاس جاتے ہیں تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں اور اپنے دین میں ہم ان سے دور رہیں گے، اور اس طرح نہیں ہوگا جس طرح کہ جھاڑی سے کانٹوں کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح ان (امراء) کے قرب سے بقول محمد بن الصباح (راوی الحدیث): صرف گناہ ہی

[۲۶۲] وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: ((إن أناساً من أمتي سيتفقهون في الدين ويقروون القرآن يقولون: نأتي الأمراء فنصيب من دنياهم ونعتزلهم بديننا. ولا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد إلا الشوك، كذلك لا يجتنى من قربهم إلا - قال محمد بن الصباح: كأنه يعني الخطايا)) رواه ابن ماجه.

حاصل ہوں گے۔

اسے ابن ماجہ (۲۵۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کے راوی ولید بن مسلم الشامی رحمہ اللہ ثقہ صدوق مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف ہے۔
عبد اللہ بن مغیرہ بن ابی بردہ مجہول الحال ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: ”غیر معروف“ (اکشف ۲۰۵/۲ تا ۳۶۴)

اور (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اگر اہل علم علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے اہل (مستحقین) تک پہنچاتے تو اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے، لیکن انھوں نے اسے دنیا حاصل کرنے کے لئے دنیا داروں کے لئے خرچ کر دیا تو وہ ان کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا لے تو اللہ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کافی ہے اور جس کے تفکرات دنیا کے حالات کے لئے بکھر جائیں تو اللہ کو کوئی پروا نہیں کہ یہ شخص دنیا کی کن وادیوں میں ہلاک ہوتا ہے۔ اسے ابن ماجہ (۲۵۷) نے روایت کیا ہے۔

[۲۶۳] وعن عبد الله بن مسعود قال : لو أن أهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند أهل لسادوا به أهل زمانهم ولكنهم بذلوه لأهل الدنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم، سمعت نبيكم ﷺ يقول : ((من جعل الهموم همًا واحدًا هم آخرته كفاه الله هم دنياه ومن تشعبت به الهموم [في] أحوال الدنيا لم يبال الله في أي أوديتها هلك))
رواه ابن ماجه.

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف و مردود ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔

اس میں وجہ ضعف دو ہیں:

۱: نہشل بن سعید شدید مجروح اور ساقط العدالت راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابو داؤد الطیالسی اور امام اسحاق بن راہویہ دونوں نے کہا: ”کذاب“ (کتاب الجرح والتعديل ۳۹۶/۸ و سندہ صحیح)
حاکم نیشاپوری نے کہا: ”روی عن الضحاک بن مزاحم الموضوعات ...“
اس نے ضحاک بن مزاحم سے موضوعات (موضوع روایتیں) بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۲۱۸ تا ۲۰۹)
یہ روایت بھی ضحاک سے ہے، لہذا موضوع ہے۔

۲: معاویہ بن سلمہ النصری مجہول الحال ہے اور بعض غیر موثق روایتوں میں اس کی توثیق بھی مروی ہے۔
اخلاق العلماء لآجری (ص ۹۲) میں یہی روایت شعیب بن ایوب: أخبرنا عبد اللہ بن نمیر: أخبرنا معاویة النصری. إلخ
کی سند سے موجود ہے، لہذا ثابت ہوا کہ ہشمل اس روایت کے ساتھ منفرذ نہیں ہے، اس روایت کے سارے شواہد ضعیف ہیں۔

تنبیہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من كانت الدنيا همه فرّق الله عليه أمره وجعل فقره بين عينيه ولم يأتيه من الدنيا إلا ما كتب له، ومن

كانت الآخرة نيته جمع الله له أمره وجعل غناه في قلبه وأتته الدنيا وهي راغمة.))

جسے (صرف) دنیا کا ہی غم ہو، اللہ اُس کے معاملات منتشر کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں پر غربت طاری کر دیتا ہے، اسے دنیا میں سے وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں ہے۔ اور جسے آخرت کا غم ہو تو اللہ اس کے معاملات اکٹھے کر دیتا ہے اور اس کے دل میں بے نیازی پیدا کر دیتا ہے، دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۱۰۵ وسندہ صحیح وحسنہ الترمذی: ۲۶۵۶ وصحیح ابن حبان: ۷۲۰ والبیہقی فی زوائد ابن ماجہ)

صحیح حدیث سابقہ روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

فائدہ: احوال دنیا سے پہلے فی کالفظ مشکوٰۃ کے نسخوں سے گر گیا ہے، لہذا اس کا اضافہ اصل سنن ابن ماجہ سے کیا گیا ہے۔

[۲۶۴] ورواه البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر من قوله: ((من جعل الهموم)) إلخ آخره. اور بیہقی نے شعب الایمان (۱۰۳۳۰، دوسرا نسخہ: ۹۸۵۷) میں آپ کا ارشاد: جس نے تمام غموں کو بنایا، الخ روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

نیز دیکھئے المستدرک (۳/۳۲۸-۳۲۹ ح ۹۳۴ ص ۷) وقال الذہبی: یحییٰ ضعفه

اس کا راوی ابو عقیل یحییٰ بن المتوکل المدنی صاحب بھیہ ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۳۳)

نیز دیکھئے حدیث سابقہ: ۲۶۳

[۲۶۵] وعن الأعمش قال قال رسول الله ﷺ: اور (سلیمان بن مہران) الأعمش (رحمہ اللہ) سے روایت

((آفة العلم النسيان وإضاعته أن تحدث به غير

أهله.)) رواه الدارمي مرسلًا. اسے غیر مستحقین کے سامنے بیان کرنا اسے ضائع کرنا ہے۔

اسے دارمی نے (۱۵۰/ح ۶۳۰) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اسے داری کے علاوہ ابن ابی شیبہ (۵۴۶/۸ ح ۲۶۱۳۰) ومن طریقہ ابن عبدالبرنی جامع بیان العلم وفضلہ (۲۱۴/۱ ح ۴۲۵) نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے اور دونوں کی سندیں اعمش تک صحیح ہیں لیکن منقطع ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

فائدہ: قاضی ابن خلاد الرازمزی نے کہا: ”حدثنی الحسین بن بہان: ثنا سهل بن عثمان: ثنا علي بن هاشم عن الأعمش قال: آفة الحديث النسيان وإضاعته أن تحدث به غير أهله.“ اعمش نے کہا: حدیث کی مصیبت بھولنا ہے اور نا اہل کے سامنے بیان کرنا اسے ضائع کر دینا ہے۔ (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۵۷۲ ح ۷۹۳)

اس روایت کی سند حسن ہے۔ ابن بہان العسکری سے طبرانی وغیرہ ایک جماعت نے روایت بیان کی اور حافظ ابو عوانہ نے اپنی صحیح ابی عوانہ (ح ۱۵۸۳، الشاملہ) میں حدیث بیان کی ہے، لہذا وہ صدوق تھے اور باقی سند حسن ہے۔ والحمد للہ

اور سفیان (بن سعید الثوری رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کعب (الاحبار) سے فرمایا: اہل علم کون ہیں؟ کعب نے کہا: جو جانتے ہیں کہ وہ کیا اعمال کرتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا: علماء کے دلوں سے کون سی چیز علم نکال دیتی ہے؟ انھوں نے کہا: لالچ۔

اسے داری (ح ۱۴۴/۱) نے روایت کیا ہے۔

[۲۶۶] وعن سفیان أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال لكعبٍ: من أرباب العلم؟ قال: الذين يعملون بما يعلمون. قال: فما أخرج العلم من قلوب العلماء؟ قال: الطمع. رواه الدارمي.

تحقیق الحدیث: اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

امام سفیان ثوری کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے، لہذا یہ سند منقطع مردود ہے۔ سنن داری (ح ۵۸۱، دوسرے نسخہ: ۵۹۵) میں اس کا ایک ضعیف (بلحاظ انقطاع) شاہد بھی ہے، جس کے باوجود یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

اور احوص بن حکیم (بن عمیر العنسی ایک ضعیف راوی) سے روایت ہے کہ، اس نے اپنے باپ (حکیم بن عمیر بن احوص رضی اللہ عنہ تابعی رحمہ اللہ) سے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے شر کے بارے میں نہ پوچھو اور خیر کے بارے میں پوچھو۔ آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی پھر فرمایا: سن لو! سب سے

[۲۶۷] وعن الأحوص بن حكيم عن أبيه قال: سألت رجلاً من النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر. فقال: ((لا تسألوني عن الشر و سلوني عن الخير)) يقولها ثلاثاً ثم قال: ((ألا إن شر الشر شرار العلماء وإن خير الخير خيار العلماء.)) رواه الدارمي.

بڑا اثر بُرے علماء ہیں اور سب سے بہتر خیر اچھے علماء ہیں۔
اسے دارمی (۳۷۶، دوسرا نسخہ: ۳۸۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: احوص بن حکیم جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ بیہقی نے کہا:

”و ضعفه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/۴۲۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف الحفظ... و كان عابداً“ وہ حافظ کی وجہ سے ضعیف تھا... وہ عبادت گزار تھا۔

(تقریب العبد یب: ۲۹۰)

۲: بقیہ مشہور صدوق مدلس تھے اور یہ سند عن سے ہے۔

۳: یہ روایت مرسل (یعنی منقطع) ہے۔

تنبیہ: بقیہ کے شاگرد امام نعیم بن حماد المرزوقی ثقہ و صدوق حسن الحدیث تھے، جمہور نے ان کی توثیق کی ہے اور ان پر دو لابی اور ازدی وغیرہما کی جرح مردود ہے۔ دیکھئے میری کتاب علمی مقالات (ج ۱ ص ۴۳۹-۴۶۷)

[۲۶۸] وعن أبي الدرداء قال: إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة: عالمٌ لا ينتفع بعلمه ((. رواه الدارمي .

اور (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا مقام اس عالم کا ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔

اسے دارمی (۲۶۸ ج ۸۲/۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند موضوع ہے۔

اس کا راوی عبدالغفار بن القاسم بن قیس بن قہد الانصاری البومریم الغفاری الکوفی کذاب تھا۔ امام ابوداؤد طیالسی نے فرمایا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ البومریم کذاب (جھوٹا) ہے۔ الخ (الضعفاء للعقبی ۳/۱۰۰-۱۰۱، وسندہ حسن)

امام نسائی نے فرمایا: ”متروك الحديث“ (کتاب الضعفاء والمتروكين: ۳۸۸)

نیز دیکھئے لسان المیزان (۴۳/۳-۴۳)

کتاب الزہد لابن المبارک (۴۰) میں اس کا ایک ضعیف و مردود شاہد بھی ہے۔

السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی (۱۶۱۷، ۱۶۳۴) میں اس کے دو باطل و مردود شاہد بھی ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اور زیاد بن حدیر (رحمہ اللہ، ثقہ عابد تابعی) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز گراتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: اسلام کو عالم کی غلطی، منافق کا کتاب (یعنی قرآن) کے ساتھ مجادلہ (بحث و مباحثہ) کرنا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت ختم کرتی ہے۔

اسے دارمی (۱/۱۷۱ ح ۲۲۰) نے روایت کیا ہے۔

[۲۶۹] وعن زیاد بن حدیر قال قال لي عمر: هل تعرف ما يهدم الإسلام؟ قال قلت: لا، قال: يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب و حكم الأئمة المضلين. رواه الدارمي.

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

اس کی سند میں ابواسحاق سے مراد سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی ہیں جو کہ مشہور ثقہ تھے اور باقی سند صحیح ہے۔ اس کی مزید سندوں کے لئے دیکھئے کتاب الزہد لابن المبارک (۱۴۷۵) الفقیہ والمعنفہ للخطیب (۲۳۴/۱) اور جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۲/۲۲۱ ح ۹۵۲)

فقہ الحدیث:

۱: عالم سے غلطی ہو سکتی ہے، لہذا تقلید شخصی حرام ہے۔

۲: منافقین اور اہل بدعت بھی کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں، لہذا کتاب و سنت کا صرف وہی فہم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔

۳: حکمرانوں کے کر تو توتوں اور تباہیوں کا اُمت پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔

۴: علمائے حق کو اخلاص نیت کے ساتھ ہر وقت کتاب و سنت اور اجماع کے راستے پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں گامزن رہنا چاہئے۔

۵: نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں لیکن آپ کی اُمت میں سوائے سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام کے کوئی بھی معصوم نہیں ہے، لہذا شیعہ کا معصومیت ائمہ والا عقیدہ باطل ہے۔

اور حسن (بصری رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم نفع بخش ہے، دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابن آدم (یعنی اولادِ آدم) پر حجت ہے۔

[۲۷۰] وعن الحسن قال: العلم علمان: فاعلم في القلب فذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذاك حجة الله عز وجل على ابن آدم. رواه الدارمي.

اسے دارمی (۱۰۲/۱ ج ۳۷۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس ابن ابی شیبہ (۱۳/۲۳۵ ج ۳۴۳۵) نے ابن نمیر سے، اور حسین بن الحسن المروزی (زوائد الزهد لابن المبارک: ۱۱۶۱) نے عباد بن العوام سے اور ابن نمیر و عباد بن العوام دونوں نے ہشام بن حسان سے روایت کیا ہے۔ ہشام بن حسان مدلس تھے۔

دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (طبقة الثالثة ۱۱۰/۳) اور علل الحدیث لابن ابی حاتم (۲/۲۶۰ ج ۲۲۷) یہ روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف ہے اور تاریخ بغداد (۳۴۶/۴) میں ضعیف سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔

[۲۷۱] وعن أبي هريرة قال :
 حفظتُ من رسول الله ﷺ وعاءين فأما أحدهما
 فبثته فيكم و أما الآخر فلو بثنته قطع هذا البلعوم -
 يعني مجرى الطعام - . رواه البخاري .
 اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے
 رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد کئے: ایک (یعنی
 حدیث) کو تو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا ہے اور
 دوسرے (یعنی احادیثِ فتن) کو اگر پھیلاؤں تو میرا حلق
 کاٹ دیا جائے گا یعنی مجھے قتل کر دیا جائے گا۔
 اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۱۲۰)

فتنہ الحدیث:

- ۱: اس حدیث کا تعلق فتنوں کے بارے میں پیش گوئیوں سے ہے، مثلاً فلاں امیر ظالم ہوگا اور ساٹھ ہجری میں یہ ہوگا۔ وغیرہ، دیکھئے فتح الباری (۲۱۶/۱)
- ۲: اس حدیث سے باطنیہ (اور صوفیہ) کا استدلال باطل ہے۔ (فتح الباری ۲۱۶/۱ بحوالہ ابن المنیر)
- کتاب وسنت کو علم شریعت کہنا اور صوفیاء کی تحریفات کو علم طریقت کہنا اہل بدعت کی اختراعات ہیں۔
- ۳: اگر شرعی عذر ہو تو بعض اوقات علم کی کوئی بات عام لوگوں سے خفیہ رکھنا جائز ہے لیکن یاد رہے کہ بغیر کسی دلیل کے دین کی ضروری بات چھپانا کتمانِ علم ہے۔
- ۴: ظالموں سے اپنی جان بچانے کے لئے خاموشی اختیار کرنا جائز ہے۔
- ۵: اس حدیث میں اُن واقعات کی طرف اشارہ ہے جو ساٹھ ہجری یا اس کے بعد رونما ہوئے، مثلاً یزید کی حکومت وغیرہ۔

۶: بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے انہیں اُمورِ فتن سے متعلقہ خاص علم بھی بتادیا تھا۔

۷: تدریس کے لئے بعض لوگوں کا انتخاب جائز ہے۔

۸: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی بعض باتیں بتادی تھیں۔

[۲۷۲] وعن عبد اللہ بن مسعود قال : يا أيها الناس! من علم شيئاً فليقل به ومن لم يعلم فليقل : اللہ أعلم، فإن من العلم أن تقول لما لا تعلم : اللہ أعلم، قال اللہ تعالیٰ لنبیہ : ﴿ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴾ متفق عليه .

اور (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے لوگو! جسے کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جسے علم نہ ہو تو وہ کہے: اللہ جانتا ہے، کیونکہ تم جسے نہیں جانتے اُس کے بارے میں اللہ جانتا ہے، کہنا علم میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا: کہہ دیجئے! میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (ص: ۸۶)

متفق علیہ

تصريح: صحیح بخاری (۲۸۰۹) صحیح مسلم (۳۹/۲۷۹۸)

فقہ الحلیہ:

۱: جس مسئلے کا علم نہ ہو تو صاف بتادینا چاہئے کہ مجھے پتا نہیں ہے یا میں نہیں جانتا اور خواہ مخواہ تکلف کر کے اپنا دماغی و اختراعی فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہئے۔

۲: کتاب و سنت، اجماع اور آثارِ سلف صالحین کی پیروی میں ہی نجات ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور جماعت اہل حدیث کے اعیان و ارکان ۱۳۲۲ھ میں لاہور شہر میں جمع ہوئے، اس اجلاس میں اس امر پر بحث ہوئی کہ اہل حدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہو سکتا ہے؟ طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ قرار دیا گیا کہ ”اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثارِ سلفیہ کو بناوے اور جب اس کے نزدیک ثابت و متحقق ہو جائے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے کو مستعد ہو جاوے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہ ہو۔“ (تاریخ اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۱، از قلم ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین)

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس معیار کے دوسرے درجے پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابرار و محدثین اخیار ہیں، جس مسئلہ اعتقادیہ و عملیہ میں صریح سنت نبوی کا علم نہ ہو، اس مسئلے میں اہل حدیث کا

متمسک آثار سلفیہ ہوتے ہیں اور وہی مذہب اہل حدیث کہلاتا ہے“ (تاریخ اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۷)

حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”خلاصہ یہ کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں“

(فتاویٰ الہمدیث ج ۱ ص ۱۱۱)

[۲۷۳] وعن ابن سيرين قال : إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم . رواه مسلم .

اور (محمد) ابن سیرین (رحمہ اللہ تابعی) نے فرمایا: بے شک یہ علم دین ہے، لہذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے لیتے ہو۔ اسے مسلم (۱/۷۷) نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۱/۷۷)

فقہ الحدیث:

- ۱: صحیح العقیدہ اور ثقہ و صدوق علماء سے ہی علم سیکھنا اور دینی مسائل کا حل پوچھنا چاہئے۔
- ۲: دین کا دار و مدار سندوں پر ہے، لہذا ہر بے سند بات مردود ہے۔
- ۳: اہل بدعت سے اجتناب کرنا چاہئے۔
- ۴: آثار سے استدلال جائز بلکہ مستحسن ہے۔
- ۵: اثر مذکور صحیح مسلم کے مقدمہ میں ہے اور اس کی سند امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔
- ۶: اپنے متعلقین اور عام لوگوں کی تربیت کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔

[۲۷۴] وعن حذيفة قال : يا معشر القراء! استقيموا فقد سبقتم سبقاً بعيداً و إن أخذتم يمينا و شمالاً لقد ضللتهم ضلالاً بعيداً . رواه البخاري .

اور (سیدنا) حذیفہ (بن الیمان رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے قاریوں کی جماعت! سیدھے ہو جاؤ کیونکہ تم بہت آگے جا چکے ہو، اگر تم (دین سے) دائیں بائیں طرف مڑو گے تو پھر بہت دور کی گمراہی میں جا گرو گے۔

اسے بخاری (۲۸۲) نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری (۲۸۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: اپنے آپ کو ہمیشہ دنیاوی لالچ اور مبتدعین کی بدعات سے دُور رکھنا چاہئے۔

- ۲: سلف صالحین والے راستے پر چلنے میں ہی نجات ہے۔
 ۳: ہمیشہ نصیحت، تربیت اور اپنی اصلاح کا اہتمام کرنا چاہئے۔
 ۴: ضرورت کے تحت کسی گروہ کا نام لے کر اصلاح کی جاسکتی ہے۔

[۲۷۵] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((تعوذوا بالله من جُب الحزن)) قالوا: يا رسول الله! ما جب الحزن؟ قال: ((وإِذ في جهنم تتعوذ منه جهنم كل يوم أربعمئة مرة)). قيل: يا رسول الله! ومن يدخلها؟ قال: ((القراء المرأون بأعمالهم)). رواه الترمذي وكذا ابن ماجه وزاد فيه: ((وإن من أبغض القراء إلى الله تعالى الذين يزورون الأمراء)). قال المحاربي: يعني الجورة.

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے پناہ مانگو کہ وہ غم کے کنویں سے بچائے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ چار سو دفعہ پناہ مانگتی ہے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: قراء (یعنی قاری حضرات) جو اپنے اعمال کے ساتھ ریا کاری کرتے ہیں۔ اسے ترمذی (۲۳۸۳) نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابن ماجہ (۲۵۶) نے درج ذیل اضافے کے ساتھ بیان کیا: اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاریوں میں سے بدترین حضرات وہ ہیں جو امراء (حکمرانوں) سے (ذاتی مفاد کے لئے) ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔ محاربی (راوی) نے کہا: امراء سے مراد ظالم (حکمران) ہیں۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں دو وجہ ضعف ہیں:

- ۱: عمار بن سیف الضمی الکوفی ضعیف راوی تھا۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا:
 ”ضعیف الحدیث عابد“ وہ حدیث میں ضعیف (اور) عبادت گزار تھا۔ (تقریب التہذیب: ۲۸۲۶)
 ۲: عمار بن سیف کا استاد ابو معان یا ابو معاذ البصری مجہول تھا۔

ہیں، ہماری اولاد اپنی اولاد کو (مسلل) قیامت تک پڑھاتی رہے گی؟ تو آپ نے فرمایا: اے زیاد! تجھے تمہارے ماں گم پائے، میں تو تجھے مدینے کا سب سے فقیہ آدمی سمجھتا تھا۔ کیا یہ یہودی اور نصرانی تورات اور انجیل نہیں پڑھتے؟ وہ ان میں سے کسی چیز پر بھی عمل نہیں کرتے!۔

اسے احمد (۱۶۰/۳ ح ۱۷۶۱۲) اور ابن ماجہ (۴۰۴۸) نے روایت کیا ہے اور ترمذی (۲۶۵۳) نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح دارمی (۱/۷۷-۷۸ ح ۲۴۶) نے (سیدنا) ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

یہ الفاظ سنن ابن ماجہ (۴۰۴۸) کے ہیں۔

ابن ماجہ اور مسند احمد (الموسوعہ الحدیثیہ ۱۷/۲۹) والی روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: سلیمان بن مہران الأعمش مدلس تھے اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔

۲: امام بخاری نے سالم بن ابی الجعد کے بارے میں فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ سالم نے زیاد (بن لبید) سے سنا ہو۔

(التاریخ الکبیر ۳/۳۴۳ ت ۱۱۶۳)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”و سالم لم یلق زیاداً“ اور سالم نے زیاد سے ملاقات نہیں کی۔ (الاصابہ ۵۵۸/۱ ترجمہ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ)

لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ اعجم الکبیر للطبرانی (۲۶۵/۵) میں اس کا ایک منقطع (یعنی ضعیف و مردود) شاہد بھی ہے۔ سنن دارمی

(۲۴۶) والی روایت میں حجاج بن ارطاة ضعیف مدلس ہے اور روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف ہے۔

سنن ترمذی (۲۶۵/۳) والی روایت حسن ہے جو اسی کتاب، مشکوٰۃ المصابیح میں مختصراً گزر چکی ہے۔ (دیکھئے ح ۲۴۵)

اس کا متن درج ذیل ہے: (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اتنے میں آپ نے آسمان کی

طرف نظر دوڑائی پھر فرمایا: یہ وقت ہے کہ لوگوں سے علم اٹھالیا جائے گا پھر وہ کسی چیز پر طاققت نہیں رکھیں گے۔ زیاد بن لبید الانصاری

(رضی اللہ عنہ) نے کہا: ہم سے کس طرح علم اٹھالیا جائے گا اور ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے، اللہ کی قسم! ہم ضرور بالضرور قرآن پڑھیں گے اور

اسے ہم اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے زیاد تمہاری ماں تجھے گم پائے، میں تو تمہیں اہل مدینہ

کے فقہاء میں شمار کرتا تھا، یہ تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس ہے اور انھیں کیا فائدہ پہنچاتی ہے؟

(پھر اسی حدیث میں ہے کہ سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: ابوالدرداء نے سچ فرمایا، (اے جبیر بن نفیر!) اگر تم چاہو تو

میں تمہیں بتا دوں کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون سا علم اٹھایا جائے گا؟ خشوع یعنی عاجزی، عنقریب تم جامع مسجد میں داخل ہو گے تو کسی ایک آدمی کو بھی خشوع و خضوع کرنے والا نہیں پاؤ گے۔ (سنن الترمذی ص ۶۰۲ وقال: هذا حديث حسن غریب)

اس کی سند حسن ہے اور اسے ابن حبان (۱۱۵) حاکم (۹۸/۱-۹۹) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کے ساتھ ابن ماجہ والی روایت بھی حسن ہے۔ والحمد للہ
فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۳۵

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، فرائض (میراث کا علم) سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا انسان ہوں اور عنقریب علم بھی اٹھایا جائے گا، فتنے ظاہر ہو جائیں گے حتیٰ کہ دو آدمیوں کا (اسلام یا وراثت) کے ایک ضروری مسئلے میں اختلاف ہوگا اور وہ اسے حل کرنے والا کوئی بھی نہیں پائیں گے۔ اسے دارمی (۲۱۱-۲۳۰ ج ۲) اور دارقطنی (۸۲/۳ ج ۲۰۵) نے روایت کیا ہے۔

[۲۷۹] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((تعلموا العلم وعلّموا الناس، تعلموا الفرائض وعلّموا الناس، تعلموا القرآن وعلّموا الناس، فإني امرؤ مقبوضٌ والعلم سينقبض وتظهر الفتن حتى يختلف اثنان في فريضة لا يجدان أحداً يفصل بينهما.)) رواه الدارمي والدارقطني .

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: سلیمان بن جابر الجری مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۵۴)

۲: عوف الاعرابی اور سلیمان بن جابر کے درمیان رجل مجہول ہے، لہذا سند منقطع ہے۔

اس روایت کو ترمذی (۲۰۹۱) نسائی (الکبریٰ: ۶۳۰۵، ۶۳۰۶) اور حاکم (۳۳۳/۴) وغیرہم نے بھی عوف عن رجل عن

سلیمان بن جابر اور اس مفہوم کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس باب میں سنن ترمذی والی دوسری روایت بھی ضعیف و مردود ہے۔

سنن ابن ماجہ (۲۱۹) میں اس کا بعض شاہد ہے، لیکن اس کی سند حفص بن عمر بن ابی العطف (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[۲۸۰] وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: (مثل علم لا ينتفع به كمثل كنز لا ينفق منه في سبيل الله.) رواه أحمد والدارمي.

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، اُس کی مثال اس خزانے کی طرح ہے جسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے۔ اسے احمد (۲/۳۹۹ ج ۱۰، الموسوعۃ الحدیثیہ ۲۸۹/۱۶) اور دارمی (۱/۱۳۸ ج ۵۶۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی ابراہیم بن مسلم الجری العبدی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”لین الحدیث رفع موقوفات“ وہ حدیث میں کمزور ہے، اُس نے موقوف روایات کو مرفوع بیان کر دیا۔ (تقریب التہذیب: ۲۵۲)

الاوسط للطبرانی (۶۹۳) اور جامع بیان العلم وفضلہ (۴۷۲) وغیرہما میں اس مفہوم کی ایک روایت موجود ہے، جسے ابن لہیعہ نے اختلاط سے پہلے بیان کیا تھا، مگر ابن لہیعہ مدلس تھے اور اختلاط سے پہلے والی روایت میں سماع کی تصریح موجود نہیں اور باقی سند حسن لذاتہ ہے۔

امام ابو یوسف کی کتاب العلم (۱۶۲) میں ”الحسن بن موسیٰ: ثنا ابن لہیعہ: ثنا دراج عن ابن حجیرة عن أبي هريرة“ کی سند سے مرفوعاً آیا ہے کہ ”مثل الذي يعلم العلم ولا يحدث به كمثل رجل رزقه الله مالا فلم ينفق به.“ جو شخص علم جانتا ہے اُس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جسے اللہ نے مال عطا فرمایا، لیکن اُس نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کیا۔ (ص ۱۴۷)

اس میں سماع کی تصریح موجود ہے، لیکن یہ سند ابن لہیعہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جامع بیان العلم وفضلہ (۴۷۵) میں اس کا ایک شاہد ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (۲۳۱/۱)

اس کا راوی عیسیٰ بن شعیب قابل اعتماد نہیں۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۸/۵۲۳)

اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔ اس باب میں دو آثار بھی مروی ہیں:

۱: عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ (العلم لابن خيثمة: ۱۲، سنن الدارمی: ۵۶۱)

اس کی سند اعمش مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (جامع بیان العلم وفضلہ: ۴۷۳)

اس کی سند قاسم بن عبد اللہ (کذاب) کی وجہ سے موضوع اور باقی سند بھی ضعیف مردود ہے۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ مشکوٰۃ والی روایت مذکورہ اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

أضواء المصباح کی پہلی جلد اپنے اختتام کو پہنچی لہذا مجلس ثانی تک الوداع۔! (ان شاء اللہ)

والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين. (۱۵/مئی ۲۰۱۰ء)

أطراف الآيات والأحاديث والآثار

- أبغض الناس إلى الله ثلاثة ١٣٢
- أبقيت لهم الله ورسوله ٢٠٢
- ابنا العاص مومنان عمرو وهشام ٢٨
- أبو هريرة؟ ٣٩
- أبهذا أمرتم؟ ٩٨
- اتبعوا السواد الأعظم ١٤٢
- اتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحَدُّهُ؟ ١٤
- أتدرون ما هذان الكتابان؟ ٩٦
- اتقوا الحديث عني ٢٣٣، ٢٣٢
- ﴿ اتَّقُوا اللَّهَ وَتُنظَرُوا ﴾ ٢١٠
- أتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة ١٩٢
- اجتنبوا السبع الموبقات ٥٢
- احتج آدم وموسى عند ربهما ٨١
- اختلاف أمتي رحمة ٢٣٢
- أخذ الله الميثاق من ظهر آدم بنعمان ١٢١
- إذا احسن أحدكم إسلامه ٢٢
- إذا ادخل الميت القبر ١٣٨
- إذا حاك في نفسك شيئا فدعه ٢٥
- إذا زنى العبدُ خرج منه الإيمان ٦٠
- إذا سرتك حسنتك ٢٥
- إذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصددقوه ١٢٣
- إذا قبر الميتُ أتاه ملكان أسودان ١٣٠

- إذا قضى الله لعبد أن يموت بأرضٍ ١١٠
- إذا لم تستح فاصنع ما شئت ٥
- إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله ٢٠٣
- أذهب بنعلي هاتين ٣٩
- أربع من كن فيه كان منافقاً ٥٦
- استغفروا لأخيكم ثم سلوا له بالتثبيت ١٣٣
- (استقاموا على طاعة الله) ١٥
- أصبت بعضاً وأخطأت بعضاً ٢٢٢-٢٢٣
- اطلبوا العلم ولو بالصين ٢١٨
- أعلمت يا عمرو؟! ٢٨
- أفضل الأعمال الحب في الله ٣٢
- أفضل الأعمال ٣٢
- أفلق الرجل إن صدق ١٦
- أقاتل المشركين ١٢
- ألا إن شر الشر ٢٦٤
- ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه ١٦٣
- ألا تعلمين هذه رقية النملة ١١
- ﴿الْأَعْبَادُ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ﴾ ٦٩
- ألا أدلك برأس الأمر وعموده ٢٩
- الإسلام ، أن تشهد أن لا إله إلا الله ٢
- الأمر ثلاثة : أمر بين رشده ١٨٣
- الإيمان بضع وسبعون شعبة ، فأفضلها ٥
- الآن يا عمر! ٤
- (التفقه في معاني الحديث نصف العلم) ١٥٠
- الحمد لله الذي ردّ أمره إلى الوسوسة ٤٣
- الحياء لا يأتي إلا بخير ٥

- ٢٦٦ (الذين يعملون بما يعلمون) (الذين يعملون بما يعلمون)
- ١٩ ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾
- ٥٢ الشرك بالله والسحر
- ٤٢ ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ ۗ﴾
- ٢٦٦ (الطمع)
- ٨٠ (العجز والكيس بقدر)
- ٤٩ (العجز والكيس من القدر)
- ٢٣٩ العلم ثلاثة: آية محكمة
- ٢٤٠ (العلم علمان: فعلم في القلب)
- ١٠٤ القدرية مجوس هذه الأمة
- ٢٤٥ القراء المرأون بأعمالهم
- ٢٣٨ القرآن على سبعة أحرف
- ٥٠ الكبائر الإشراف بالله
- ٢٨ الكبرياء ردائي
- ٢١٦ الكلمة الحكيمة ضالة الحكيم
- ١٥٠ (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي)
- ٨٢ (اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا)
- ٤ اللهم أكثر ماله وولده وبارك له فيه
- ٨٩ اللهم مصرف القلوب صرّف قلوبنا
- ١١١، ٩٣ الله أعلم بما كانوا عاملين
- ٢٥٩ الله تعالى أجود
- ٤٩ ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾
- ٤٩ ﴿أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ﴾
- ١٤٦ المتمسك بسنتي عند فساد أمتي
- ٢٣٦ المرء في القرآن كافر
- ٦ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

- المسلم من سلم المسلمون من لسانه ٣٣
- المسلم إذا سئل في القبر يشهد ١٢٥
- المومن من أمنه الناس على دما نهم ٣٣
- الناس معادن كمعادن الذهب والفضة ٢٠١
- الوائدة و المؤودة في النار ١١٢
- الولاية في الله ٣٢
- أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله ١٣١
- أمتهو كون أنتم كما تهوكت اليهود والنصارى ١٤٤
- أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا ١٢
- (امض في صلاتك) ٤٨
- إن إبليس يضع عرشه على الماء ٤١
- إن أحاديثنا ينسخ بعضها بعضاً ١٩٦
- إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة ١٢٤
- إن أعظم المسلمين في المسلمين جرماً ١٥٣
- إن الإيمان ليأرز إلى المدينة ١٦٠
- إن الدين ليأرز إلى الحجاز ١٤٠
- ﴿إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ١٥
- ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ ٢٩
- إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم ١٨٢
- إن الشيطان قد أيس ٤٢
- إن الشيطان يجري من الإنسان ٦٨
- إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله ٢٩
- إن العبد ليعمل عمل أهل النار ٨٣
- إن العبد إذا وضع في قبره ١٢٦
- إن القبر أول منزل من منازل الآخرة ١٣٢
- إن الله تجاوز عن أمتي ٦٣

- ٩٥..... إن الله خلق آدم ثم مسح ظهره بيمينه.
- ١٠٠..... إن الله خلق آدم من قبضة.
- ١٠١..... إن الله خلق خلقه في ظلمة.
- ٢٥٥..... إن الله عز وجل اوحى إليّ: أنه من سلك
- ١١٣..... إن الله عز وجل فرغ إليّ كل عبد
- ١٢٠..... إن الله عز وجل قبض بيمينه قبضة.
- ٢٢٢..... إن الله عز وجل يبعث لهذه الأمة
- ١٩٢..... إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها
- ٨٦..... إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا
- ١٢٣..... إن الله لا يجمع أمتي
- ٢٠٦..... إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً
- ٩١..... إن الله لا ينام ولا ينبغي له أن ينام
- ٢٩..... ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾
- ٢١٣..... إن الله وملائكته وأهل السماوات
- ٩٥..... إن الله إذا خلق العبد للجنة
- ٣..... ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾
- ١١٢..... إن المؤمنين وأولادهم في الجنة
- ١٣٩..... إن الميت يصير إلى القبر
- ٢١٥..... إن الناس لكم تبع
- ٢٢٣..... (أن النبي ﷺ نهى عن الأغلوطات)
- ٢٦٢..... أن أناساً من أمتي سيتفقون
- ٢٨..... (إن أناساً كان إذا أصبح)
- ٣٢..... إن أوثق عرى الإيمان
- ٢٠٥..... إن أول الناس يقضى عليه يوم القيامة
- ٩٢..... إن أول شيء خلقه الله القلم
- ٩٢..... إن أول ما خلق الله القلم

- ٢٨ أن تحب للناس ماتحب لنفسك
- ٢٨ أن تحب لله و تبغض لله
- ٢٩ أن تدعو لله ندأ
- ٨٢ أن خلق أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوماً
- ١٤٤ (إن عمر (رضي الله عنه) مرّ برجل يقرأ كتاباً)
- ٨٩ إن قلوب بني آدم كلها بين أصبعين
- ٤٣ إن للشيطان لمةً بابن آدم
- ٢٥٢ إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته
- ٢٤٣ (إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون)
- ١٢٩ إن هذه الأمة تبتلى في قبورها
- ٤٩ ﴿أَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتُهُ بِقَدْرِ﴾
- ٤٩ ﴿أَنَا هَدَيْتُهُ السَّبِيلَ أَمَا شَاكَرًا وَأَمَا كَفُورًا﴾
- ١٣٥ أنتم الذين قلتم كذا و كذا؟!!
- ٤٩ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾
- ١٨٩ إنكم في زمان من ترك منكم عشر
- ١ إنما الأعمال بالنيات
- ٦٢ (إنما النفاق كان على عهد رسول الله ﷺ)
- ١٣٤ إنما أنا بشر
- ٤٩ ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا﴾
- ١٠٣ إنما سمي القلب قلباً لتقلبه
- ١٣٨ إنما مثلي ومثل ما بعثني الله به كمثل رجل
- ٢٣٤ إنما هلك من كان قبلكم بهذا
- ١٥٢ إنما هلك من كان قبلكم
- ٢١٣ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾
- ٢٣ ﴿إِنَّمَا يُؤَقِّي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾
- ٢٩ ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ﴾

- ۱۰۴ إني رسول الله
- ۸۴ أو غير ذلك يا عائشة!
- ۲۴۱ أو مختال
- ۱۴ أو تر رسول الله ﷺ وليس عليك
- ۳۲ (أو ثق عرى الإيمان الحب في الله)
- ۱۶۵ أو صيكم بتقوى الله والسمع والطاعة
- ۶۴ أو قد وجدتموه
- ۹۴ أوّل ما خلق الله نور نبيك يا جابر!
- ۱۵۴ أوّل ما خلق الله نوري
- ۱۱ ﴿أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ﴾
- ۱۶۴ أي حسب أحدكم متكناً على أريكته
- ۲۶۵ (آفة الحديث النسيان)
- ۲۶۵ آفة العلم النسيان
- ۵۵ آية المنافق ثلاث
- ۱۲۶ (أي رجل؟)
- ۷۲ (أي على مجموعكم)
- ۱۸ بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً
- ۱۵۹ بدأ الإسلام غريباً وسيعود
- ۲۴۰، ۱۹۸ بلغوا عني ولو آية
- ۲۳ (بلى، ولكن ليس مفتاح)
- ۴ بني الإسلام على خمس: شهادة
- ۲۳۷ بهذا أمرتم أو لهذا خلقتم
- ۲۹ ﴿تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾
- ۲۵۶ (تدارس العلم ساعة)
- ۱۸۶ تركت فيكم أمرين
- ۲۸ (ترون كفي هذه)

- ٢٩ تزوجوا الودود الودود.....
- ٢٨ تشترط ماذا؟.....
- ١٤ تعبد الله ولا تشرك به شيئاً.....
- ٢٢٢ تعلموا الفرائض والقرآن.....
- ٢٢٩ تعلموا العلم وعلموه الناس.....
- ١٢٩ تعوذوا بالله من الفتن.....
- ٢٢٥ تعوذوا بالله من جُب الحزن.....
- ١٢٩ تعوذوا بالله من عذاب القبر.....
- ٢٢٩-٢٢٨ تلزم جماعة المسلمين وإمامهم.....
- ٢٢٨-٢٢٧ ثكلتك أمك زياد!.....
- ٢٢٩-٢٢٨ ثلاث خصال لا يغفل عليهن قلب مسلم.....
- ٢٢٩-٢٢٨ ثلاث لا يغفل عليهن.....
- ٥٩ ثلاث من أصل الإيمان: الكفُّ.....
- ٨ ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان.....
- ١١ ثلاثة لهم أجران : رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه.....
- ١٥ (ثم استقاموا فلم يفتنوا إلى إله غيره).....
- ٣٨ ثنتان موجبتان.....
- ١٢٢ ثنتان وسبعون في النار و واحدة في الجنة.....
- ١٢٢ (جاءت ملائكة إلى النبي ﷺ وهو نائم).....
- ١٢٢ (جمعهم فجعلهم أزواجاً ثم صورهم).....
- ٢٢ جميعاً منه.....
- ٢٥٢ حدث الناس كل جمعة مرة.....
- ٢٦ حر و عبد.....
- ٢٢١ (حفظت من رسول الله ﷺ وعاءين).....
- ١٢٠ خذ من شاربك ثم أقره حتى تلقاني؟.....
- ٢١٩ خصلتان لا تجتمعان في منافق.....

- ۱۱۹ خلق الله آدم حين خلقه
- ۷۹ ﴿ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ﴾ ط
- ۱۶ خمس صلوات في اليوم والليلة
- ۹ ذاق طعم الإيمان من رضي بالله رباً
- ۷۷ ذاك شيطان يقال له خنزب
- ۶۳ ذاك صريح الإيمان
- ۲۷۸-۲۷۷ ذاك عند أوان ذهاب العلم
- ۱۶۰ ذروني ما تركتكم
- ۱۵۰ رب اغفر لي رب اغفر لي
- ۲۷ روح منه
- ۱۸۱ ﴿ رهبانية ابتدعوها ﴾
- ۱۰۹ ستة لعنتهم ولعنهم الله
- ۹۶ سدودوا وقاربوا فإن صاحب الجنة
- ۱۷ شهادة ان لا إله إلا الله
- ۱۰۵ صنفان من أمتي ليس لهما في الإسلام
- ۷۰ صياح المولود حين يقع
- ۱۹۲، ۱۹۱ ضرب الله مثلاً صراطاً مستقيماً
- ۲۱۸ طلب العلم فريضة على كل مسلم
- ۲۱۳ (عالم عامل معلّم يدعى كبيراً)
- ۲۹ ﴿ فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ ﴾
- ۱۵۱ فاذا رأيت
- ۶۷ فاسلم
- ۲۳۰ فاعتزل تلك الفرق كلها
- ۱۶۱ فالله السيد ومحمد الداعي
- ۸۵، ۷۹ ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ﴾
- ۱۹ ﴿ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَآمْرَاتَيْنِ ﴾

- ۱۸۵ فإنه من فارق الجماعة.....
- ۹۶ فرغ ربكم من العباد.....
- ۹۶ ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾.....
- ۸۵ ﴿فَسَنِّيْسِرُهُ لِلْيُسْرَى﴾.....
- ۲۱۴، ۲۱۳ فضل العالم على العابد.....
- ۲۵۰ فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة.....
- ۹۰ فطرت الله التي فطر الناس عليها.....
- ۳۱ فقد استكمل إيمانه.....
- ۲۱۷ فقيه واحد أشد على الشيطان.....
- ۶ (فكل من لم يناظر أهل الإلحاد).....
- ۸۱ (فما ذكره الله تعالى في القرآن من ذكر الوجه).....
- ۱۹۰ ﴿فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾.....
- ۷۹ ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ﴾.....
- ۱۶۱ فنامت عيني و سمعت أذناي.....
- ۲۰۶ فيفتون برأيهم.....
- ۲۰ قال الله تعالى: كذبنى ابن آدم.....
- ۲۲ قال الله تعالى: يؤذيني ابن آدم يسب الدهر.....
- ۲۸ قال الله تعالى: أنا أغنى الشركاء.....
- ۷۶ قال الله عز وجل: إن أمتك.....
- ۱۳۷ (قام رسول الله ﷺ خطيباً فذكر فتنة القبر).....
- ۷۹ (قبل موت عيسى).....
- ۱۳۷ قد أوحى إلي أنكم تفتنون في القبور.....
- ۷۹ ﴿قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾.....
- ۱۵ قل آمنت بالله، ثم استقم.....
- ۷۹ ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾.....
- ۲۷۲ ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾.....

- ﴿ قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾ ٨٦
- (كان النبي ﷺ إذا تكلم بكلمة أعادها ثلاثاً) ٢٠٨
- (كان رسول الله ﷺ يتخولنا بها) ٢٠٤
- (كان عبد الله بن مسعود يذكر الناس) ٢٠٤
- كتب الله مقادير الخلائق ٤٩
- (كذب أبو محمد) ١٦
- كف عليك هذا ٢٩
- كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع ١٥٦
- كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى ١٣٣
- (كل شيء بقدر) ٤٩
- كل شيء بقدر حتى العجز والكيس ٨٠
- كلاب النار ١٩٠
- كلامي لا ينسخ كلام الله ١٩٥
- كلاهما على خير ٢٥٤
- (كنا إذا أتينا أنس بن مالك) ٢٨
- كن ٢٤
- لا تلعنوه ١٩
- لا ألفين أحدكم متكئاً على أريكته ١٦٢
- لا إيمان لمن لا أمانة له ٣٥
- لا تجالسوا أهل القدر ولا تفاتحوهم ١٠٨
- لا تسألوني عن الشر و سلوني عن الخير ٢٦٤
- لا تشددوا على أنفسكم ١٨١
- لا تشرك بالله شيئاً وإن قتلت ٦١
- لا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا ٥٨
- لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم ١٥٥
- لا تعلموا العلم لتباها به العلماء ٢٢٦-٢٢٥

- لا تقتل نفس ظلماً ٢١١
- لا تقوم الساعة حتى تضطرب أليات ٤٢
- لا حسد إلا في اثنتين ٢٠٢
- لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ٤
- لا يبقى علي ظهر الأرض ٢٢
- لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبداً ١٤٣
- لا يزال الناس يتساء لون ٤٥، ٦٦
- لا يزال طائفة من أمتي ١٦٠
- لا يزال من أمتي ٢١١، ١٦٠
- لا يزني الزاني حين يزني ٥٣
- (لا يصلى خلف القدرية) ٤٩
- لا يقص إلا أمير ٢٣٠
- لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه ١٦٤
- لا يومن عبد حتى يؤمن بأربع : يشهد ١٠٢
- لا يؤمن أحدكم حتى أحب إليه من والده ٤
- لا ، بل شيء قضى عليهم ومضى فيهم ٨٤
- لا جمعة إلا بخطبة ١٥٢
- لا يأتي عليكم زمان إلا والذي بعده أشرم منه ٢٢
- لعلكم لولم تفعلوا كان خيراً ١٢٤
- لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره ١٣٥
- لقد سألت عن أمر عظيم ٢٩
- ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ط﴾ ٤٩
- لما خلق الله آدم مسح ظهره ١١٨
- ﴿لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ﴾ ٤٩
- لن يبرح الناس يتساء لون ٤٦
- لن يشيع المؤمن من خير ٢٢٢

- ١١٥..... (لو ان الله عزوجل عذب أهل سماواته)
- ١١٤..... لو رأيت مكانهما لأبغضتهما
- ٤٩..... ﴿لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾
- ٤٩..... ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا﴾
- ١٤٤..... لو كان فيكم موسى (فاتبعتموه) و عصيتموني
- ١٣٦..... (لو وزن إيمان أبي بكر بإيمان أهل الأرض)
- ٤٩..... (لو ولد أخرس)
- ١٥٣..... لولاك لما خلقت الافلاك
- ١٤١..... لياتين على أمتي كما أتى على بني إسرائيل
- ١٦..... (لَيْسَ الْوِتْرُ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ وَلَكِنَّهُ سَنَةٌ فَلَا تَدْعُوهُ)
- ١٣٣..... ليسلط على الكافر في قبره تسعة و تسعون تينياً
- ١٨٨..... (ما ابتدع قوم بدعة في دينهم)
- ٢٣..... ما أحد أصبر على أذى يسمعه من الله
- ١٨٤..... ما أحدث قوم بدعة
- ٤٢..... ما أخاف عليكم أن تشرخوا
- ٤٩..... ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ﴾
- ١٢٢..... ما أصابني شيء منها إلا وهو مكتوب علي
- ٤٩..... (ما أضل من كذب بالقدر)
- ١٤١..... ما أنا عليه و أصحابي
- ١٣٦..... ما بال أقوام يتنزهون عن الشيء أصنعه؟
- ١٢٤..... ما تصنعون؟
- ٢٥٤..... (ما رأيت معلماً قبله)
- ١٣٢..... ما رأيت منظرأ قط إلا والقبر أظع منه
- ١٨٠..... ﴿مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا﴾
- ١٨٠..... ما ضل قوم بعد هدى
- ٢٠٩..... ما عندي

- ٦٩ ما من بني آدم مولود
- ١٨٢ ما من ثلاثة في قرية ولا بدوٍ
- ٩٠ ما من مولود إلا يولد على الفطرة
- ١٥٤ ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي
- ٦ (ما من أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثاً عنه مني)
- ٦٤ ما منكم من أحد إلا وقد وكل به
- ٨٥ ما منكم من أحد إلا
- ٢٨ مالك يا عمرو ؟
- ٢٥ ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله
- ٢٦ ما من عبد قال لا إله إلا الله
- ٤٩ ﴿ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ ﴾
- ٢٨٠ مثل الذي يعلم العلم ولا يحدث به
- ١٠٣ مثل القلب كريشة بأرض فلاة
- ٥٤ مثل المنافق كالشاة العائرة
- ٢٨٠ مثل علم لا ينتفع به
- ١٥٠ مثل ما بعثني الله به من الهدى
- ١٣٢ مثله كمثل رجل بنى داراً
- ١٣٩ مثلي كمثل رجل استوقد ناراً
- ٩٢ مرحبا بالنبي الصالح والإبن الصالح
- ٢٠ مفا تيح الجنة شهادة
- ٢٣ (مفتح الجنة)
- ٨ مما سواهما
- ١٤٥ من أحب سنتي فقد أحبني
- ٣٠ من أحب لله وأبغض لله
- ١٣٠ من أحدث في أمرنا
- ١٣٠ من أحدث في ديننا

- ١٦٨ من أحيا سنة من سنتي.....
- ١٣٣ من أطاعني دخل الجنة.....
- ٣٢ من أعطى لله تعالى ومنع لله.....
- ٢٣٢ (من أفتى بفتيا يعمر فيها).....
- ٢٣٢ من أفتى بغير علم.....
- ١٤٨ من أكل طيباً وعمل في سنة.....
- ١٤ من القوم أو من الوفد؟.....
- ٣٦ من أهرق دمه وعقر جواده.....
- ١١١ من آبائهم.....
- ٢٢٦-٢٢٥ من تعلم العلم ليباهي به العلماء.....
- ٢٢٤ من تعلم علماً مما يتبغي به وجه الله.....
- ١٩٠ (من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه).....
- ٢٣٢ (من تكلم في القرآن برأيه).....
- ١١٣ من تكلم في شيء من القدر.....
- ١٤٦ من تمسك بسنتي عند فساد أمتي.....
- ٢٣٩ من جاءه الموت وهو يطلب العلم.....
- ٢٦٣:٢٦٣ من جعل الهموم همماً واحداً.....
- ١٩٩ من حدثت عني بحديث.....
- ١٠٤ (من حدثك أن أبي سمع من أحد).....
- ٢٥٨ من حفظ على أمتي أربعين حديثاً.....
- ٢٢٠ من خرج في طلب العلم.....
- ١٥٨ من دعا إلى هدى كان من الأجر.....
- ٢٠٩ من دل على خيرٍ فله مثله أجر فاعله.....
- ١٣ من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة.....
- ٢٥٥ من سلبت كرميته.....
- ٢١٢ من سلك طريقاً يطلب فيه علماً.....

- ۲۵۵ من سلك طريقاً.....
- ۲۱۰ من سن في الإسلام سنة حسنة.....
- ۲۲۲-۲۲۳ من سئل عن علم علمه ثم كتبه.....
- ۲۷ من شهد أن لا إله إلا الله وحده.....
- ۳۶ من شهد أن لا إله إلا الله.....
- ۱۳ من صلى صلاتنا ، واستقبل قبلتنا.....
- ۲۵۳ من طلب العلم فأدر كه كان له كفلان.....
- ۲۲۱ من طلب العلم كان كفارة.....
- ۲۲۶-۲۲۵ من طلب العلم ليجاري به العلماء.....
- ۱۵۴ من عرف نفسه فقد عرف ربه.....
- ۴۶ من عقّر جواده وأهريق دمه.....
- ۱۸۵ من فارق الجماعة شبراً فقد خلع.....
- ۱۸۵ من فارق الجماعة والإسلام.....
- ۳۶ من قال: لا إله إلا الله وكفر بما.....
- ۳۶ من قال: لا إله إلا الله صادقاً بها.....
- ۲۳۵، ۲۳۴ من قال في القرآن برأيه.....
- ۲۳۵ من قال في القرآن بغير علم.....
- ۱۲ من قال لا إله إلا الله وكفر بما يعبد.....
- ۴۱ من قبل مني الكلمة التي عرضت.....
- ۱۶۲ من قطع ميراث وارثه.....
- ۱۷۱ من كان علي ما أنا عليه و أصحابي.....
- ۱۹۳ (من كان مستنّاً فليستنّ بمن قد مات).....
- ۲۶۳ من كانت الدنيا همه.....
- ۲۵ من كتم علماً.....
- ۲۲۲-۲۲۳ من كتم علماً ألجمه الله.....
- ۲۳۳، ۲۳۲ من كذب علي متعمداً فليتبوأ.....

- ٤٩ (من كفر بالقدر فقد كفر بالإسلام)
- ٣٢ من لقي الله لا يشرك به شيئاً
- ٣٢ من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله
- ٣١ من مات وهو يعلم
- ٣٨ من مات يشرك بالله شيئاً
- ٢٠٣ من نكس عن مؤمن كربة
- ١٨٩، ١٣١ من وقر صاحب بدعة فقد أعان
- ٢٠٠ من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين وإنما أنا قاسم
- ٢٩ من يضمن لي ما بين لحييه
- ١٣٣ ﴿ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾
- ١٢٩ من يعرف أصحاب هذه الأقبور؟
- ٤٩ من يهده الله فلا مضل له
- ٤٩ ﴿ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ﴾
- ٢٦١، ٢٦٠ (منهومان لا يشبعان)
- ٢٦٠ منهومان لا يشبعان
- ١٥٩ ناس صالحون قليل في ناس سوء كثير
- ١٣١ (نحدث أهل السنة)
- ١٨٢ نزل القرآن على خمسة أوجه
- ٢٣١-٢٣٠ نضر الله امرأً سمع منا شيئاً
- ٢٢٩-٢٢٨ نضر الله امرأً سمع منا حديثاً
- ٢٢٩-٢٢٨ نضر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها
- ١٣١ (نعم البدعة هذه)
- ٢٥١ نعم الرجل الفقيه في الدين
- ١٢٨ نعم عذاب القبر حق
- ٩٥ ﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ﴾
- ٤٩ ﴿ وَاللَّهُ يَدْعُوآ إِلَى دَارِ السَّلَامِ ﴾

- ﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾ ٤٩
- ﴿ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ﴾ ١٦٦
- ﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ ٤٩
- ﴿ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ﴾ ٤٩
- ﴿ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ ﴾ ٤٩
- ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ ٢٥٤
- (وأجمعت الأمة على أن الله رفع عيسى) ٢٤
- وإد في جهنم تتعوذ ٢٤٥
- ﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ ١٢٢
- ﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ ﴾ ١٢٢
- وإذا رأيت الحفاة العراة الصم ٣
- والخير كله في يديك ٤٩
- ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ ﴾ ١١٤
- ﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ﴾ ٢٩
- والذي نفس محمد بيده ، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة ١٠
- والذي نفس محمد بيده! لو بدا لكم موسى فاتبعتموه ١٩٢
- والسقط يصلّي عليه ٨٢
- ﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾ ٤٩
- ﴿ وَاللَّهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴾ ٢٩
- والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله ٣٢٤٦
- وأما شتمه إياي فقله: لي ولد ٢١
- وإن زنى وإن سرق ٢٦
- وإن من أبغض القراء إلى الله تعالى ٢٤٥
- ﴿ وَأَنَا لَا نَدْرِي أَشْرٌ ﴾ ٤٩
- ﴿ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ ﴾ ٦٩
- (وتعتقد أن الإيمان قول باللسان) ٥

- ١٣١.....وتفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة.....
- ٤٩.....﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ﴾.....
- ٢٤.....﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ ﴾.....
- ٥١.....وشهادة الزور.....
- ٢٨.....(وصافح حماد بن زيد ابن المبارك بيده).....
- ٨١.....﴿ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ﴾.....
- ١٢٢.....﴿ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﴾.....
- ١٤٣.....ولا تختلفوا.....
- ١٤٣.....﴿ وَلَا تَفْرُقُوا ﴾.....
- ٢٢٠.....ولا تفرقوا.....
- ٤٢.....ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل.....
- ١٢٦.....ولا تليت.....
- ٥٢.....ولا يقتل حين يقتل.....
- ٤٩.....﴿ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي ﴾.....
- ١٥.....﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا ﴾.....
- ٢٥٤.....ولكن بعثني معلماً ميسراً.....
- ٩.....﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾.....
- ٢١٠.....ولو بشق تمره.....
- ١٤٤.....ولو كان موسى حياً.....
- ١٨.....وما أدرى الحدود كفاراتٍ لأهلها أم لا.....
- ٤٩.....﴿ وَمَا تَشَاءُ وَلَا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ﴾.....
- ١٩.....﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾.....
- ٣٨.....﴿ وَمَا يَوْمُنَّ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾.....
- ٢٢.....﴿ وَمَا يَهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ﴾.....
- ٨٤.....﴿ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴾.....
- ٢٣.....﴿ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾.....

- ۱۳۶ هذا الذي تحرك له العرش
- ۲۴۵ هذا أو ان يختلس فيه العلم
- ۱۶۶ هذا سبيل الله
- ۹۶ هذا كتاب من رب العالمين
- ۹ هذا العباس بن عبد المطلب أجود قريش كفاً
- ۱۶۶ هذه سبل
- ۳۲ هل تدرون أي عرى الإيمان أوثق؟
- ۲۵۹ هل تدرون من أجود
- ۱۱۷ هما في النار
- ۱۵۱ ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾
- ۹۷ هي من قدر الله
- ۸۸ يا أبا هريرة! جف القلم بما أنت لاقٍ
- ۱۰۰ يا أيها الناس! ألا إن ربكم واحد
- ۲۷۲ (يا أيها الناس! من علم شيئاً)
- ۲۴ يا معاذ! هل تدري ما حق الله على عباده؟
- ۱۹ يا معشر النساء! تصدقن
- ۱۰۲ يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك
- ۹۴ يا ابني صورة و ابائي معنى
- ۱۷۵ يا بني! إن قدرت أن تصبح و تمسي
- ۶۵ يأتي الشيطان أحدكم فيقول :
- ۱۳۱ يأتيه ملكان فيجلسانه
- ۲ يا عمر أتدري من السائل؟
- ۲۵ يامعاذ!
- ۲۷۴ (يامعشر القراء! استقيموا)
- ۱۱ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ﴾
- ۲۱۰ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي﴾

- ۱۳۱..... ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾
- ۲۴۸..... يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله
- ۹۲..... يد الله مالمى لا تغيضها نفقة
- ۷۹..... ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾
- ۳۶..... يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها
- ۱۵۴..... يكون في آخر الزمان دجالون كذابون
- ۱۰۶..... يكون في أمتي خسف ومسح
- ۱۱۶..... يكون في أمتي - أو في هذه الأمة - خسف
- ۷۹..... ﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ﴾
- ۲۴۶..... يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل
- ۲۷۶..... يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى
- ۲۶۹..... يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب



اسماء الرجال

| | | | |
|---------------|---|-----------------------------|----------------------------|
| ۲۱۲..... | ابو القاسم بن السمر قندی | ۱۸۴..... | ابان بن ابی عیاش |
| ۱۸۳..... | ابو المقدم | ۲۱۶..... | ابراہیم بن الفضل الجحزمی |
| ۱۶۲..... | ابو النصر سالم | ۱۶۲..... | ابراہیم بن عبداللہ چکڑالوی |
| ۱۶۵..... | ابو العمان | ۲۷۹، ۲۳۸..... | ابراہیم بن مسلم الجبری |
| ۳۲..... | ابو الیسع الکفوف | ۱۷۳..... | ابراہیم بن میمون الصنعانی |
| ۱۷۸..... | ابو بشر عن ابی وائل | ۲۲۲..... | ابن ابی عصمہ |
| ۲۶۰..... | ابو بکر الداہری | ۶..... | ابن تیمیہ |
| ۱۳۶..... | ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ | ۲۵۶..... | ابن جریج عن ابن عباس |
| ۱۲۳..... | ابو بکر العنسی | ۲۲۶، ۲۲۶-۲۲۵..... | ابن جریج |
| ۲۱۸..... | ابو بکر بن ابی شیبہ محمد بن احمد البغدادی | ۱۶۵..... | ابن جریر طبری |
| ۱۸۷، ۱۲۳..... | ابو بکر بن ابی مریم الغسانی | ۲۳۷..... | ابن شہاب زہری |
| ۲۰۷..... | ابو بکر بن العربی المالکی | ۲۷۹..... | ابن الہیجہ |
| ۱۰۹..... | ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم | ۲۰۷..... | ابو اسحاق البرککی |
| ۲۱۲..... | ابو جابر الانصاری المدنی المعاصر | ۲۳۸، ۱۷۷، ۱۳۵، ۱۱۰، ۳۲..... | ابو اسحاق السبعی |
| ۱۷۹..... | ابو جابر الانصاری المدنی | ۲۶۹..... | ابو اسحاق الشیبانی |
| ۲۲۰، ۱۲۲..... | ابو جعفر الرازی | ۱۶۵..... | ابو اسماعیل السلمی |
| ۱۰۷..... | ابو حازم عن ابن عمر | ۲۱۲..... | ابو الحسین بن بشران |
| ۹۷..... | ابو خزیمہ | ۴۱..... | ابو الجویث |
| ۱۷۴..... | ابو خلف الاعمی | ۱۱۹..... | ابو الربیع السلمی |
| ۲۲۱..... | ابو داود الاعمی | ۲۳۶، ۲۲۶-۲۲۵، ۱۳۵..... | ابو الزبیر |
| ۱۶۲..... | ابو رافع القبطی رضی اللہ عنہ | ۲۲۲..... | ابو اسحاق دراج |
| ۱۴۰..... | ابو زرعہ السیبانی | ۲۳۱-۲۳۰..... | ابو الحجلان |
| ۱۳۲..... | ابو سعید البربری | ۲۱۲..... | ابو الفضل بن البقال |

| | | | |
|-------------------------|---------------------------------|---------------|----------------------------|
| ۳۵..... | ابو ہلال الراسی | ۱۱۵..... | ابو سنان البرجمی الشیبانی |
| ۲۱۸..... | احمد بن بشر بن حبیب المبروتی | ۱۱۶، ۱۰۶..... | ابوصخر |
| ۱۸۹..... | احمد بن سفیان النسائی | ۱۷۲..... | ابوعامر عبداللہ بن لہی |
| ۲۱۸..... | احمد بن محمد بن ابی الخناجر | ۷۹..... | ابوعبدالرحمن الجبلی |
| ۲۱۸..... | احمد بن محمد بن شیب بن زیاد | ۳۰..... | ابوعبدالرحمن الدمشقی |
| ۹۴..... | احمد رضا خان بریلوی | ۲۲۲..... | ابوعبید الآجری |
| ۲۶۷..... | احوص بن حکیم بن عمیر | ۲۶۴..... | ابوعقیل المدنی |
| ۱۷۲..... | ازہر بن عبداللہ الہوزنی الحرازی | ۱۳۰..... | ابوعمر الکندی |
| ۲۲۶-۲۲۵..... | اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ التیمی | ۱۷۴..... | ابوعون الانصاری |
| ۲۳۱-۲۳۰..... | اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق | ۱۸۰..... | ابوغالب |
| ۲۱۸..... | اسماعیل بن ابی خالد | ۹۶..... | ابوقبیل |
| ۱۹..... | اسماعیل بن رافع | ۱۴۰..... | ابوقلابہ الجرمی |
| ۱۰۱، ۴۰..... | اسماعیل بن عیاش | ۱۷۷..... | ابوقلابہ عن عمر بن الخطابؓ |
| ۱۴۴..... | اشعث بن اسلم الحلی | ۱۰۳..... | ابوکبشہ السدوسی |
| ۲۲۶-۲۲۵..... | اشعث بن سوار | ۲۳۱-۲۲۵..... | ابو کرب الازدی |
| ۱۶۴..... | اشعث بن شعبہ | ۸۱..... | ابومطیع الخلی |
| ۲۸۰، ۱۳۸، ۱۳۰، ۱۰۲..... | أمش | ۲۷۵..... | ابومعاذ البصری |
| ۱۷۶..... | البانی | ۲۷۵..... | ابومعان البصری |
| ۹۴..... | ام البشر | ۱۰۲..... | ابومعاویہ الضریر |
| ۲۵۰..... | اوزاع عن الحسن البصری | ۳۲..... | ابومنصور عن عمرو بن الجموح |
| ۲۵۹..... | ایوب بن ذکوان | ۱۱..... | ابوموسیٰ الأشعریؓ |
| ۱۷۲..... | ایوب سختیانی | ۱۲۰..... | ابونضرة |
| ۱۶۵..... | بکیر بن سعد | ۲۹..... | ابودائل |
| ۲۰۰..... | بخاری | ۲۱۵..... | ابوبارون العبیدی |
| ۱۳۰..... | براء بن عازبؓ | ۷۹، ۳۴..... | ابوبانی |
| ۲۷۶..... | بشر بن ولید القاضی | ۳۹..... | ابو ہریرہؓ |

| | | | |
|---------------|-----------------------|----------------------------|-------------------------|
| ۸۱..... | حکم بن عبداللہ الحلی | ۲۲۶-۲۲۵..... | بشر بن میمون |
| ۲۱۸..... | حکم بن عطبہ | ۲۶۷، ۱۷۴، ۱۱۱..... | بقیہ بن الولید |
| ۱۰۸..... | حکیم بن شریک الہذلی | ۲۵۷..... | بکر بن حنینس |
| ۲۹..... | حماد بن الجعد | ۲۳۲..... | بکر بن سعید بن جبیر |
| ۲۲۶-۲۲۵..... | حماد بن عبدالرحمن | ۱۶۵..... | پان گجراتی |
| ۲۶۰، ۱۰۷..... | حمید الطویل | ۱۶۵..... | ثور بن یزید |
| ۱۱۶، ۱۰۶..... | حمید بن زیاد | ۲۹..... | ثور بن ابی فاختہ |
| ۷۹، ۳۳..... | حمید بن ہانی | ۱۷۷..... | جابر جعفی |
| ۲۱۲..... | حنبل بن اسحاق | ۱۹۵..... | جبرون بن واقد |
| ۳۲..... | حنش بن قیس الرجسی | ۱۲۱..... | جریر بن حازم |
| ۹۶..... | حی بن ہانی | ۱۱..... | جعفر بن نصر العنبری |
| ۱۶۵..... | خالد بن معدان الشامی | ۲۱۲..... | جعفر صادق |
| ۱۸۵..... | خالد بن وہبان | ۱۷۴..... | حازم بن عطاء |
| ۲۲۰..... | خالد بن یزید العنکی | ۲۷۸-۲۷۷..... | حجاج بن ارطاة |
| ۲۱۹..... | خلف بن ایوب العامری | ۱۸۰..... | حجاج بن دینار |
| ۲۲۲..... | خلیلی | ۱۶۵..... | حجر بن حجر الکلابی |
| ۲۱۲..... | داود بن جمیل | ۱۶۳..... | حریر بن عثمان الحمصی |
| ۲۵۷..... | داود بن زبرقان | ۱۴۰..... | حسان بن عطیہ |
| ۲۲۲..... | دراج البواح | ۲۶۰، ۲۵۹، ۱۳۵، ۷۹، ۲۷..... | حسن بصری |
| ۲۲۲..... | دراج عن ابی الہیثم | ۱۷۶..... | حسن بن قتیبہ |
| ۲۲۰، ۱۲۲..... | ربیع بن انس | ۳۲..... | حسین بن قیس الرجسی |
| ۱۰۱..... | ربیعہ بن یزید الدمشقی | ۲۳۲..... | حسین سلیم اسد |
| ۱۹۱..... | رزین العبیدی | ۲۱۸..... | حفص بن ابی داود |
| ۲۵۱..... | رزین | ۲۱۸..... | حفص بن سلیمان الاسدی |
| ۴۸، ۳۲..... | رشد بن سعد | ۲۷۹..... | حفص بن عمر بن ابی العطف |
| ۲۱۷..... | روح بن جناح الدمشقی | ۲۵۶..... | حفص بن غیاث |

| | | | |
|----------|---|------------------|---|
| ۱۱۹ | سليمان بن عتبة السلمي | ۱۳۰ | زاذان الكندي |
| ۱۰۲ | سليمان بن مهران الأعمش | ۱۴۱ | زانده بن قدامه |
| ۳۵ | سنان بن سعد | ۴۸، ۳۲ | زبان بن فاند |
| ۲۵۹ | سويد بن عبدالعزيز بن نمير | ۱۱۲ | زكريا بن ابي زانده |
| ۲۳۴ | سهيل بن ابي حزم | ۱۲۳ | زهري عن ابي الدرداء <small>رضي الله عنه</small> |
| ۲۱۲ | شبيب بن شبيه | ۲۳۷، ۱۴۰، ۴۱، ۲۹ | زهري |
| ۵۸ | شعبة بن الحجاج | ۲۶۹ | زياد بن حدير |
| ۲۱۲ | شعيب بن رزيق | ۲۷۸-۲۷۷ | زياد بن لبید <small>رضي الله عنه</small> |
| ۹۶ | شفي بن ماتع | ۲۷۸-۲۷۷ | سالم بن ابي الجعد عن زياد بن لبید <small>رضي الله عنه</small> |
| ۵۸، ۲۹ | شقيق بن سلمه | ۱۶۲ | سالم بن ابي اميه |
| ۴۶ | شهر بن حوشب عن عمرو بن عبسه <small>رضي الله عنه</small> | ۱۸۴، ۴۱ | سعيد بن ابي عروبه |
| ۱۸۴، ۴۰ | شهر بن حوشب عن معاذ <small>رضي الله عنه</small> | ۱۴۴ | سعيد بن ابي بلال عن جابر <small>رضي الله عنه</small> |
| ۴۰ | شهر بن حوشب | ۲۹، ۱۴ | سعيد بن المسيب |
| ۹۸ | صالح بن بشر المرعي | ۱۴۱، ۲۹ | سعيد بن جبير |
| ۱۶ | ضمام بن ثعلبه <small>رضي الله عنه</small> | ۱۱۵ | سعيد بن سنان البرجمي |
| ۱۷۳، ۷۹ | طاوس | ۱۸۱ | سعيد بن عبد الرحمن بن ابي العمياء |
| ۱۶۶، ۲۹ | عاصم بن ابي النجد | ۲۶۶ | سفیان الثوري عن عمر <small>رضي الله عنه</small> |
| ۲۱۸ | عائذ بن ايوب | ۲۳۸، ۱۷۷، ۱۳۵ | سفیان ثوري |
| ۱۸۹ | عائشه <small>رضي الله عنها</small> | ۱۷۹، ۱۶۲ | سفیان بن عيينه |
| ۱۶۱ | عباد بن منصور | ۱۶۲ | سلطان محمود جلاپوري |
| ۲۱۸ | عباس بن اسماعيل الهاشمي | ۱۰۷ | سلمه بن دينار عن ابن عمر |
| ۲۴۹ | عباس بن يكار البصري | ۲۷۸-۲۷۷، ۱۳۰ | سليمان الأعمش |
| ۲۶۰ | عباس بن حسين بن احمد الصفار | ۲۶۹ | سليمان بن ابي سليمان الشيباني |
| ۱۷۳ | عباس بن عبد العظيم | ۲۷۹، ۲۴۴ | سليمان بن جابر الجعفي |
| ۹ | عباس بن عبد المطلب <small>رضي الله عنه</small> | ۱۷۳ | سليمان بن سفیان المدني |
| ۱۸۹، ۱۴۱ | عباس بن يوسف اشكلي | ۱۲۲ | سليمان بن طرخان التيمي |

| | |
|--|---|
| عبدالله بن سعيد بن ابى سعيد المقبرى ۲۲۶-۲۲۵، ۱۸۲ | عباس رضوى بريلوى ۹۴ |
| عبدالله بن سفيان الخزازى ۱۷۱ | عبدالحالىق بن المنذر ۱۷۶ |
| عبدالله بن سلمه المرادى ۵۸ | عبدالغفار بن قاسم بن قيس ۲۶۸ |
| عبدالله بن صالح كاتب الليث ۱۸۱ | عبدالله بن يحيى بن ريسان ۱۳۲ |
| عبدالله بن طاووس ۱۷۳ | عبدالاعلى بن عامر الثعلبى ۲۳۴، ۲۳۲ |
| عبدالله بن فيروز يلمى ۱۴۰ | عبدالرحمن بن ابى الموالم ۱۰۹ |
| عبدالله بن لحي ۱۷۲ | عبدالرحمن بن ابى عموف ۱۶۳ |
| عبدالله بن لهيعة ۱۷۷ | عبدالرحمن بن اسحاق المدنى ۱۳۰ |
| عبدالله بن محمد بن عثمان المدنى ۲۱۲ | عبدالرحمن بن اسحاق الواسطى ۱۷۷ |
| عبدالله بن محمد بن عثمان ۱۷۹ | عبدالرحمن بن البيهيمانى ۱۹۶ |
| عبدالله بن نعمان بصرى ۲۷۸ | عبدالرحمن بن حرملة بن عمرو ۲۴۱ |
| عبدالله بن يزيد الحلبى ۷۹ | عبدالرحمن بن رافعى التونجى ۲۵۷، ۲۳۹ |
| عبدالله بن يزيد بن آدم ۱۷۱ | عبدالرحمن بن رزين ۵۸ |
| عبدالله جكر الولى ۱۶۲ | عبدالرحمن بن زبيد بن الحارث اليايمى ۲۳۱-۲۳۰ |
| عبدالمجيد بن عبدالعزيز بن ابى رواد ۱۷۶ | عبدالرحمن بن زياد بن النعم الافريقى ۲۵۷، ۲۳۹، ۱۷۱ |
| عبدالملك بن هارون بن عمنتره ۲۵۸ | عبدالرحمن بن شريح الاسكندرانى ۱۸۱ |
| عبدالواحد بن سليم المالكى ۹۴ | عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود عن ابيه <small>رضى الله عنه</small> ۲۲۹-۲۲۸ |
| عبدالوهاب بن ابى عصمه ۲۳۲، ۲۲۲ | عبدالرحمن بن عمرو بن عيسه السلمى ۱۶۵ |
| عبيدالله بن ابى رافع المدنى ۱۶۲ | عبدالرحمن بن معاويه ۴۱ |
| عبيدالله بن عبدالرحمن بن موهب ۱۰۹ | عبدالرزاق بن همام ۱۷۳ |
| عبيدالله بن مغيرة بن ابى بردة ۲۶۲ | عبدالرشيد نعمانى ۹۹ |
| عثمان بن احمد عرف ابن السماك ۲۱۲ | عبدالعزيز بن جعفر ۲۰۷ |
| عرباض بن سارية <small>رضى الله عنه</small> ۱۶۵ | عبدالعزيز بن عبدالله العمري ۲۴۶ |
| عروه بن الزبير ۱۸۹ | عبدالله بن دكين ۲۷۶ |
| عزرائيل ۱۴۴ | عبدالله بن زيد الجرمى ۱۴۰ |
| عطاء بن السائب ۱۹۰، ۷۴ | عبدالله بن سعد بن فروه الحلبى ۲۴۳ |

| | | | |
|----------------------------|---|----------|--|
| ۲۱۱ | قائیل..... | ۱۸۴ | عطاء بن زیاد عن معاذ بن <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۱۸ | قاری حفص..... | ۴۷ | عطاء بن یسار عن معاذ بن <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۹ | قاری عاصم..... | ۱۱۰ | عکامس..... |
| ۲۸۰ | قاسم بن عبداللہ..... | ۱۵۰ | علی بن المدینی..... |
| ۳۰ | قاسم بن عبدالرحمن..... | ۲۷۶ | علی بن حسین عن علی بن ابی طالب <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۲۲-۲۲۳ | قاسم بن محمد بن حماد الدلال..... | ۲۳۸، ۱۷۵ | علی بن زید بن جدعان..... |
| ۱۹۳ | قناده عن عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۲۷۵ | عمار بن سیف الضحی..... |
| ۲۶۰، ۲۱۸، ۱۸۴، ۱۳۵، ۴۱، ۳۵ | قناده..... | ۲۱۵ | عمارہ بن جوین العبدی..... |
| ۲۱۲ | قیس بن کثیر..... | ۱۸۴ | عمر بن ابراہیم العبدی عن قناده..... |
| ۲۴۴ | کاؤ..... | ۷۹ | عمر بن عبدالعزیز..... |
| ۱۷۰-۱۶۸ | کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف..... | ۳۹ | عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۱۲ | کثیر بن قیس..... | ۱۹۰ | عمران بن ابی عمران..... |
| ۱۷۱ | کثیر بن مروان..... | ۹۹ | عمرو بن شعیب..... |
| ۱۲۱ | کلثوم بن جبر..... | ۲۴۹ | عمرو بن کثیر..... |
| ۲۶۰، ۲۳۲، ۳۲ | لیث بن ابی سلیم..... | ۲۳۱-۲۳۰ | عمرو بن محمد بن العتقری القرشی..... |
| ۱۸۹ | لیث بن سعد..... | ۲۵۸ | عمرو بن محمد صاحب یعلی..... |
| ۲۶۴ | مالک بن انس..... | ۵۸ | عمرو بن مرہ..... |
| ۱۹۴، ۱۷۷، ۱۶۶ | مجالد بن سعید..... | ۲۶۱ | عون بن عبداللہ عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۳۲ | مجاہد..... | ۲۸۰ | عیسیٰ بن شعیب..... |
| ۱۱ | محمد بن ابراہیم الشامی..... | ۲۵۱ | عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر..... |
| ۱۴۴ | محمد بن ابراہیم بن العلاء..... | ۱۳ | غلام احمد قادیانی..... |
| ۲۱۸ | محمد بن ابی حذیفہ..... | ۷۲ | غلام رسول سعیدی..... |
| ۱۷۳ | محمد بن احمد بن بالویہ..... | ۱۱۳ | فرج بن فضالہ..... |
| ۲۶۰ | محمد بن احمد بن یزید..... | ۲۵۷ | فضل الہی: ڈاکٹر..... |
| ۷۵ | محمد بن اسحاق بن یسار..... | ۲۴۴ | فضل بن لہم القصاب..... |
| ۱۶۵ | محمد بن اسماعیل السلمی..... | ۷۹ | فضل بن عیسی الرقاشی..... |

| | | | |
|---|---------------|---|----------|
| محمد بن اسماعيل | ۲۳۹ | محمد سليمان كيلاني | ۲۰۵ |
| محمد بن القاسم الاسدي | ۲۴۲ | محمد يحيى گوندلوي | ۱۲۲ |
| محمد بن جبير عن عثمان <small>رضي الله عنه</small> | ۴۱ | محمود بن عبد الرحمن بن عمرو | ۱۳۵ |
| محمد بن جرير بن يزيد الطمري | ۱۶۵ | محمود حسن گنگوہي | ۲۸ |
| محمد بن حارث بن زياد الحارثي | ۱۹۶ | مرزوق بن ابى الهذيل | ۲۵۴ |
| محمد بن حميد الرازي | ۲۳۸، ۲۳۲، ۲۲۱ | مسلم بن الحجاج | ۲۰۰ |
| محمد بن ذكوان المصري | ۴۶ | مسلم بن يسار عن عمر <small>رضي الله عنه</small> | ۹۵ |
| محمد بن سليم الراسي | ۳۵ | معاذ بن جبل <small>رضي الله عنه</small> | ۲۹ |
| محمد بن سيرين | ۸۲ | معارك بن عباد | ۱۸۲ |
| محمد بن صالح العدوي | ۱۷۶ | معارك بن عبد الله | ۱۸۲ |
| محمد بن عبد الباقي قاضي مرستان | ۲۰۷ | معان بن رفاعه السلامي | ۲۳۸، ۱۷۴ |
| محمد بن عبد الرحمن بن البيهقي | ۱۹۶ | معاوية بن سلام | ۴۵ |
| محمد بن عبد الله الصغار | ۱۶۵ | معاوية بن سلمه النصرى | ۲۶۳ |
| محمد بن عبد الملك الانصارى | ۲۵۵ | معصم خان غورغشتوى | ۱۹۷ |
| محمد بن عبد الوهاب التميمي | ۱۵ | مغيره بن زياد اشقي عن انس | ۳۵ |
| محمد بن عبيد بن عتبة الكوفي | ۱۵۰ | مغيره بن مقسم | ۲۳۸ |
| محمد بن عثمان | ۱۱۷ | مقدام بن معدى كرب <small>رضي الله عنه</small> | ۱۶۳ |
| محمد بن عجلان | ۲۳۸، ۳۳ | مكحول عن ابى ثعلبه <small>رضي الله عنه</small> | ۱۹۷ |
| محمد بن عمرو بن علقمة الليثي | ۲۳۴ | مكحول عن انس <small>رضي الله عنه</small> | ۱۹۷ |
| محمد بن فضل السدوسي | ۱۶۵ | مكحول | ۱۹۷، ۱۵۰ |
| محمد بن كعب القرظي | ۷۹ | منذر بن مالك | ۱۲۰ |
| محمد بن مروان السدي | ۲۹ | منهال بن عمرو | ۱۳۰ |
| محمد بن نصر بن سعيد الكرماني | ۱۸۹ | موسى بن هارون البرزاز | ۱۷۳ |
| محمد بن يزيد بن عبد الله السلمي: محمش | ۲۵۵ | مول بن اسماعيل | ۳۵ |
| محمد حسين بن الوليد | ۲۷۲ | مهران بن ابى عمر عن سفیان الثوري | ۲۳۸ |
| محمد بن اثيرى | ۱۶۲ | مهنا بن يحيى | ۲۰۷ |

| | | | |
|---------|-------------------------|---------------|--------------------------------|
| ۱۱۴ | یحییٰ بن عثمان التیمی | ۱۰۵ | نزار بن حیان |
| ۲۱۲ | یحییٰ بن معین | ۲۴۹ | نصر بن القاسم |
| ۲۳۱-۲۳۰ | یحییٰ بن موسیٰ الحلبي | ۲۶۷، ۱۷۹، ۱۶۷ | نعیم بن حماد المروزی |
| ۳۲ | یزید بن ابی زیاد الکوفی | ۹۵ | نعیم بن ربیعہ |
| ۵۹ | یزید بن ابی شبہ | ۲۲۱ | نفع ابوداود الأعمی |
| ۲۵۳ | یزید بن ربیعہ الصنعانی | ۲۵۹ | نوح بن ذکوان |
| ۳۲ | یزید بن عطاء | ۲۶۳ | نہشل بن سعید |
| ۲۰۷ | یزید بن معاویہ الاموی | ۲۱۴، ۲۱۳ | ولید بن جمیل بن قیس الفلستینی |
| ۲۰۷ | یزید بن معاویہ التیمی | ۱۵۰ | ولید بن حماد اللؤلؤی |
| ۲۲۴-۲۲۳ | یوسف بن ابراہیم | ۲۶۲، ۲۱۲، ۳۲ | ولید بن مسلم |
| ۲۱۲ | یوسف بن السفر | ۱۴۴ | وهب بن منبہ |
| | | ۲۱۱ | ہائیل |
| | | ۱۳۲ | ہانی البربری |
| | | ۲۷۰، ۱۶۷ | ہشام بن حسان |
| | | ۱۸۳ | ہشام بن زیاد ابوالمقدام |
| | | ۱۸۹ | ہشام بن عروہ |
| | | ۳۲ | ہشام بن عمار |
| | | ۱۱۹ | ہشام بن خارجہ |
| | | ۱۸۹ | ہشام بن عمران الدمشقی |
| | | ۱۴۰، ۱۰۱ | یحییٰ بن ابی عمر السیبانی |
| | | ۴۵ | یحییٰ بن ابی کثیر |
| | | ۳۰ | یحییٰ بن الحارث الذماری |
| | | ۲۶۴ | یحییٰ بن المتوکل ابو عقیل |
| | | ۱۲۱ | یحییٰ بن عبد الحمید الحماني |
| | | ۱۱۴ | یحییٰ بن عبد اللہ بن ابی ملیکہ |
| | | ۱۸۹ | یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر |



اشاریہ

| | | | |
|-------------|---------------------------------|---|--------------------------------|
| ۱۵۹ | اجنبی | ۲۷۲ | آثار سلف صالحین |
| ۱۴۱ | اچھی بدعت | ۲۷۳ | آثار سے استدلال |
| ۲۴ | احترام | ۲۶۳ | آخرت |
| ۳ | احسان | ۹ | آخری نبی |
| ۹۴ | احمد رضا خان نے گستاخی کی | ۹۴ | آدم کے باپ؟ |
| ۲۲۹-۲۲۸ | اختصار الحدیث | ۸۱، ۷۹ | آدم و موسیٰ |
| ۱۶، ۳ | ارکان اسلام | ۹۴ | آدم علیہ السلام کی توہین |
| ۲۷ | ارکان ایمان | ۱۹ | آدمی گواہی |
| ۹ | ارکان ثلاثہ | ۱۳۶ | آسمان کے دروازے |
| ۱۵ | استقامت | ۸ | آگ میں چھلانگ |
| ۱۰ | اسلام کی دعوت سے جاہل شخص | ۱۶۵ | آل تقلید |
| ۳۴، ۲ | اسلام | ۱۵۱ | آیات صفات |
| ۲۱۰ | اسلحہ | ۱۹۸ | آیت |
| ۲۲۲ | اسماء الرجال کے امام | ۷۱ | ابلیس |
| ۱۴۶ | اشارہ کنایہ | ۱۴۶ | ابو بکر کا ایمان |
| ۹۴ | اصول کافی | ۲۳۷ | اتحاد |
| ۱۳۱ | اعادۃ روح | ۲۴۲، ۱۴۷ | اجتہاد |
| ۲۰۵، ۳۶، ۱۵ | اعمال صالحہ | ۱۴۷، ۱۴۵ | اجتہادی غلطی |
| ۴۱ | اعمال صالحہ کی مہلت | ۱۴۶ | اجتہادی لغزش |
| ۴۶ | افضل جہاد | ۱۷۳ | اجماع حجت ہے |
| ۵ | افضل ذکر | ۱۷۳ | اجماع کا مطلب |
| ۱۶ | اکمل البیان | ۲۲۹-۲۲۸، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۵۳، ۱۱۵، ۲۹، ۲۷، ۵ | اجماع |

| | | | |
|---------------|-----------------------------|--------------------|----------------------------------|
| ۱۵۵ | اہل باطل کی کتابیں..... | ۹۴ | الجزء المفقود..... |
| ۱۶۶ | اہل باطل کے ساتھ اتحاد..... | ۱۷۲، ۱۷۱ | الجماعة..... |
| ۱۴۱ | اہل بدعت اور تدریس..... | ۱۴۲ | الحاد..... |
| ۶ | اہل بدعت پر رد..... | ۱ | الحديث حضر وكما اجراء..... |
| ۱۸۹ | اہل بدعت سے بغض..... | ۱۵ | اللہ پر ایمان اور ثابت قدمی..... |
| ۱۷۲، ۱۵۷ | اہل بدعت سے نفرت..... | ۳۲ | اللہ سے محبت..... |
| ۱۴۱ | اہل بدعت کی عزت..... | ۲۱، ۲۰ | اللہ کا بیٹا؟..... |
| ۲۷۳، ۱۵۴، ۱۱۶ | اہل بدعت..... | ۹۱ | اللہ کا دیدار..... |
| ۱۰۹ | اہل بیت کا احترام..... | ۹۲، ۸۱، ۱۰ | اللہ کا ہاتھ..... |
| ۱۷۲، ۱۶۵ | اہل حدیث..... | ۱۰۰ | اللہ کی مٹھی..... |
| ۲۷۲ | اہل حدیث کون..... | ۳۲ | اللہ کے لئے بغض..... |
| ۲۲۹-۲۲۸، ۱۵۴ | اہل حدیث کی فضیلت..... | ۱۰۴ | المزید فی متصل الاسانید..... |
| ۱۱۵ | اہل حق اور عقائد..... | ۵۵ | امانت..... |
| ۱۸۰ | اہل حق کا مناظرہ..... | ۲۰۶، ۱۸۵، ۱۷۲، ۱۴۳ | امت اجابت..... |
| ۱۷۲، ۵ | اہل سنت..... | ۲۳۷ | امت کا اختلاف..... |
| ۸۵ | اہل علم کا احترام..... | ۷۲ | امت محمدیہ اور شرک..... |
| ۱۳ | اہل قبلہ..... | ۱۷۲ | امور غیبیہ..... |
| ۱۵۵، ۱۱ | اہل کتاب..... | ۲۴۰ | امیر..... |
| ۱۶۵ | ایک وتر..... | ۲۰۰ | انا قاسم..... |
| ۳۴، ۱۵، ۳، ۲ | ایمان..... | ۲۱۲ | انبیاء کی وراثت..... |
| ۵، ۲ | ایمان: قول و عمل..... | ۲۱۲ | انبیاء کے وارث علماء..... |
| ۳۸ | ایمان اور شرک..... | ۱۵۵ | انجیل..... |
| ۵۴-۵۳ | ایمان زیادہ اور کم..... | ۱۹۰ | انکار حدیث کی ابتدا..... |
| ۸۲ | ایمان زیادہ..... | ۶ | اہل باطل پر رد..... |
| ۵۸ | ایمان کا اقرار..... | ۱۸۰ | اہل باطل سے مناظرہ..... |
| ۹، ۸ | ایمان کا مزہ..... | ۲۹ | اہل باطل کا رد..... |

| | | | |
|---------------|----------------------|-------------------------|------------------------|
| ۵..... | بضع | ۵..... | ایمان کم زیادہ |
| ۱۹۸..... | بنی اسرائیل سے روایت | ۸..... | ایمان کی علامتیں |
| ۱۷۲..... | بہتر فرقے | ۱۵۷، ۳۰، ۸، ۵..... | ایمان کے درجات |
| ۲۵۷..... | بہترین استاذ | ۱۹..... | ایمان و عمل |
| ۶..... | بہترین مسلمان | ۹۶..... | باپ کی طرف انتساب |
| ۱۴۶..... | بہترین نمونہ | ۳..... | بارش |
| ۲۶۵..... | بھول جانا | ۲۷۱..... | باطنیہ |
| ۱۹۷..... | بھینس حلال | ۹۶..... | بال کی کھال |
| ۲۸..... | بیعت | ۱۷۲..... | باؤ لے کتے |
| ۱۸..... | بیعت کی اقسام | ۸۲..... | بچے کا جنازہ اور دعا |
| ۱۸..... | بیعت کی شرائط | ۱۵۸..... | بدعات سے اجتناب |
| ۱۵۷..... | بے دلیل کام | ۲۱۰، ۱۶۵، ۱۴۱، ۱۴۰..... | بدعت |
| ۱۷۳..... | پارٹیاں | ۲..... | بدعت کبریٰ |
| ۴..... | پانچ ارکان | ۱۸۸..... | بدعت اور سنت |
| ۲..... | پانچ نمازیں | ۱۴۱..... | بدعتی سے کلام |
| ۵۸..... | پاؤں چومنا | ۱۵۱..... | بدعتی فرقے |
| ۲۱..... | پولسی حضرات | ۱۱۶، ۱۰۶..... | بدعتی کا بایکٹ |
| ۱۸۱..... | پیری مریدی | ۱۴۱، ۱۱۶، ۱۰۶..... | بدعتی کا سلام |
| ۱۷۲، ۱۷۲..... | پیش گوئی | ۱۸۹..... | بدعتی کی تعظیم |
| ۱۳۶..... | پیشاب کے قطرے | ۱۴۱..... | بدعتی کی تکریم |
| ۳۹..... | تادیب | ۱۴۰..... | بدعتی کی توبہ |
| ۱۰۹..... | تارک سنت | ۱۰۶..... | بدعتی کے پیچھے نماز |
| ۱۰۹..... | تارک سنت سے مراد | ۱۴۰..... | بدعتی گمراہ ہیں |
| ۱۹۸..... | تبلیغ | ۱۴۲..... | برائی کا ارادہ حرم میں |
| ۲۴۷..... | تجدید دین | ۱۶۵..... | بسم اللہ بالجہر |
| ۱۱۵..... | تحقیق | ۱۴۷..... | بشر اور نور |

| | | | |
|----------------------|--------------------------|--|-------------------------|
| ۳۶..... | توحید سے پہلے علم | ۲۷۱..... | تدریس |
| ۱۵۵..... | تورات | ۲۱۲..... | تدریس تسویہ |
| ۱۵۵..... | توقف | ۱۳۸..... | تدریس |
| ۱۴۱..... | تہتر فرقے | ۱۶۵..... | تراویح |
| ۱۸۹..... | تیسری صدی کا راوی | ۲۷۳، ۲۵۷، ۲۵۲، ۲۳۷..... | تربیت |
| ۸۵..... | ٹی وی | ۱۴۰..... | ترک سنت |
| ۲۵۲..... | ٹیپ ریکارڈر | ۲۰۱، ۱۶۰..... | تشبیہ |
| ۵۱، ۱۵، ۶، ۳، ۱..... | ثقلہ کی زیادت | ۱۸۱..... | تصوف |
| ۱..... | ثلث الاسلام | ۲۳۷..... | تعارض |
| ۵۲..... | جادو | ۲۱۰..... | تعاون کی اپیل |
| ۱۶۲..... | جائیداد کا حصہ | ۲۰۹..... | تعاون |
| ۱۴۲..... | جاہلیت کے طریقے | ۱۱..... | تعلیم نسواں |
| ۲..... | جبریل علیہ السلام کی آمد | ۲۲۹-۲۲۸، ۲۰۱، ۱۵۰..... | تفقہ |
| ۱۳۸..... | جدید محققین | ۲۳۷، ۸۰، ۷۹، ۳..... | تقدیر |
| ۱۶۵..... | جراہوں پر مسح | ۱۲۴..... | تقدیر پر ایمان |
| ۲۹..... | جرح و تعدیل میں اختلاف | ۱۲۴..... | تقدیر کا معنی |
| ۴۲..... | جزیرۃ العرب | ۸۰..... | تقدیر کے منکر کا جنازہ؟ |
| ۲۲۹-۲۲۸، ۱۸۴..... | جماعت | ۲..... | تقدیر کے منکر |
| ۲۴۰..... | جماعت المسلمین رجسٹرڈ | ۲۰۷..... | تقریریں |
| ۱۸۵..... | جماعت سے دور | ۲۴۷، ۲۰۶، ۱۹۸، ۱۴۷، ۱۴۵، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۶، ۱۱۵، ۴۹..... | تقلید |
| ۱۷۳..... | جماعت سے مراد | ۲۶۹، ۲۰۶..... | تقلید شخصی |
| ۱۸۴..... | جماعتیں | ۲۹..... | تقلید نہ کرو |
| ۱۰۵..... | جمہور کی توثیق | ۱۸۵..... | تکفیری |
| ۸۲..... | جنازہ بچنے کا | ۲۲۹-۲۲۸..... | تلمذ جماعت المسلمین |
| ۸۱..... | جنت اور جہنم | ۱۸۵..... | تکفیری |
| ۱۴..... | جنتی کون؟ | ۱۷۸..... | توثیق اور جرح کا ٹکراؤ |

| | | | |
|------------------|---------------------|---------------|--------------------|
| ۲۱..... | حدیث قدسی | ۷۲..... | جنگ جمل |
| ۳..... | حدیث قرآن کی شرح ہے | ۱۲۶..... | جو توں کی آہٹ |
| ۸۱..... | حدیث کا دفاع | ۱۵۷..... | جہاد اور قتال |
| ۱۴۲..... | حدیث کا منکر | ۱۵۷..... | جہاد کی اقسام |
| ۶..... | حدیث لکھنا | ۳۴،۲۹،۱۲..... | جہاد |
| ۱۷۲،۱۲۸،۱..... | حدیث وحی ہے | ۲۴۵..... | جہالت |
| ۱۴۲..... | حرم کی بے حرمتی | ۱۹۰..... | جہمیہ |
| ۱۴۲..... | حرم میں الحاد | ۱۹۰..... | جہنم کے کتے |
| ۱۴۲..... | حرمین کی فضیلت | ۱۵۴،۵۵..... | جھوٹ |
| ۲۵۰..... | حسن بصری کی مراسیل | ۱۴۴..... | چاپلوسی |
| ۱۲..... | حق اسلام | ۱۷۲..... | چار راوی |
| ۲۴۲،۲۲۲-۲۲۳..... | حق چھپانا | ۲۰۳..... | چالیسواں |
| ۱۹۷..... | حلال اور حرام | ۱۰۳..... | چٹیل میدان |
| ۱۹..... | حوریں | ۱۶۲..... | چکڑا لوی |
| ۵..... | حیا | ۱۸۱..... | چلہ کشی |
| ۱۹..... | حیض | ۵۴-۵۳..... | چندے کا مال |
| ۱۷۲..... | خارش | ۱۰۹..... | چھ پر لعنت |
| ۲۲۰،۱۸۰..... | خاص اور عام | ۱۴۷..... | حاضر ناظر |
| ۲۷۱..... | خاموشی | ۲۲۱..... | حافظ ضعیف |
| ۱۸۱..... | خانقاہی نظام | ۱۷۸..... | حاکم کی توثیق |
| ۱۴۹،۱۴۸،۱..... | خبر واحد | ۲۸،۴،۲..... | حج |
| ۱۰۶..... | نصف | ۷۵..... | حجۃ الوداع کا خطبہ |
| ۸۸..... | نقصی ہونا | ۱۸..... | حدود کفارہ؟ |
| ۱۳۷..... | خطبہ کھڑے ہو کر | ۱۴۰..... | حدیث اور سنت |
| ۱۷۹..... | خطبہ لمبا | ۱۴..... | حدیث پر عمل |
| ۱۷۹..... | خطبہ مختصر | ۲۰۰..... | حدیث حجت |

| | | | |
|--------------|------------------------------------|--------------|-----------------------------------|
| ۱۶۲..... | دلائل نبوت..... | ۱۴۶..... | خطبے میں رد..... |
| ۲۴۲،۲۰۷..... | دلیل..... | ۱۶۵..... | خطیب سے سوال..... |
| ۱۶۵..... | دماغ خراب امام؟..... | ۱۶۵..... | خلفائے راشدین چار ہیں..... |
| ۲۶۳..... | دنیا..... | ۱۶۵..... | خلفائے راشدین سے اختلاف..... |
| ۲۶۰..... | دنیا کا حریص..... | ۱۶۵..... | خلفائے راشدین کی سنت..... |
| ۲۶۳..... | دنیا کا غم..... | ۲۲۷..... | خلوص نیت..... |
| ۱۴۷،۱۴۰..... | دنیاوی امور..... | ۲۲۹-۲۲۸..... | خليفة..... |
| ۱۴۰..... | دنیاوی ایجادات..... | ۷۷..... | خزب..... |
| ۲۲۷..... | دنیاوی علوم..... | ۲۲۴-۲۲۳..... | خواب کی تعبیر..... |
| ۱۶۷،۱۵۷..... | دوغلی پالیسی..... | ۱۹۰،۱۵۱..... | خورج..... |
| ۱۱..... | دوہرا اجر..... | ۱۷..... | خوش آمدید..... |
| ۱۱..... | دوہرے اجر کے مستحق لوگ..... | ۱۴۴..... | خوشامد..... |
| ۹۱..... | دیدار باری تعالیٰ..... | ۱۳۲،۸۳..... | خوف اور امید..... |
| ۱۶۶..... | دین اسلام..... | ۱۳۲..... | خوف سے رونا..... |
| ۱۹۸..... | دین کا علم..... | ۱۴۱..... | خیر القرون..... |
| ۱۴۰..... | دین میں بدعت..... | ۱۰۹..... | داڑھی منڈانا..... |
| ۹۶..... | دینی کتابیں دونوں ہاتھوں میں..... | ۱۱۸..... | داود علیہ السلام کی خوبصورتی..... |
| ۲۵۲..... | دیوبندی تبلیغی جماعت..... | ۲۸..... | دایاں ہاتھ..... |
| ۲۵۲..... | رانج مرحوم..... | ۱۶۰..... | دجال اور مدینہ..... |
| ۱۵۲..... | رائے سے اختلاف..... | ۱۶۳..... | درندے حرام..... |
| ۲۰۶..... | رائے سے فتویٰ..... | ۵۸..... | دس احکام..... |
| ۲۱۰،۱۴۶..... | رحمۃ للعالمین..... | ۱۳۳..... | دعا قبر پر..... |
| ۲۵۱،۱۹۱..... | رزین کی کتاب..... | ۱۵۸..... | دعوت دین کی..... |
| ۱۱،۱۰..... | رسول اللہ ﷺ پر ایمان..... | ۸..... | دعویٰ محبت..... |
| ۷..... | رسول اللہ ﷺ سے پیارا اور محبت..... | ۲۰۵..... | دکھاوا..... |
| ۳۹..... | رسول اللہ ﷺ سے محبت..... | ۱۰۳..... | دل کی مثال..... |

| | | | |
|----------------------------------|---------------------|-----------------|----------------------|
| ۲۷۱..... | ساتھ ہجری | ۱۶۵..... | رسول اللہ ﷺ کا وعظ |
| ۱۶۰..... | سانپ سے تشبیہ | ۱۳۳..... | رسول اللہ ﷺ کی اطاعت |
| ۱۳۴..... | سانپ قبر میں | ۱۹۹، ۱۹۸..... | رسول پر جھوٹ بولنا |
| ۱۵۰..... | سجدوں کے درمیان دعا | ۲۰۲..... | رشک |
| ۱۶۵..... | سجدہ تلاوت | ۱۶۵..... | رفع یدین |
| ۲۶..... | سفید کپڑا | ۱۹۰..... | روافض |
| ۲۲۱..... | سکتوا عنہ | ۱۱..... | رواہ البخاری کا مطلب |
| ۱۹۷..... | سکوت | ۵۱..... | روایات کا اختلاف |
| ۲۰۸..... | سلام تین دفعہ | ۱۳۷..... | روایت اور تقلید |
| ۱۰۶..... | سلام کا جواب | ۲۲۹-۲۲۸..... | روایت باللفظ |
| ۱۵۵، ۱۵۱، ۱۱۵..... | سلف صالحین کا فہم | ۲۲۹-۲۲۸..... | روایت بالمعنی |
| ۲۶۹، ۲۵۸، ۲۵۲، ۲۳۶، ۱۷۳، ۹۰..... | سلف صالحین | ۲۰۷..... | روایت بطریقہ اجازت |
| ۲۰۳، ۱۳۰..... | سماع موتی | ۴۶..... | روایت کا ضعف |
| ۲۱۰، ۱۴۶..... | سنت | ۱۳۱..... | روح لوٹانا قبر میں |
| ۱۴۰..... | سنت اور حدیث | ۱۲۱..... | روحوں کا وعدہ |
| ۱۴۶، ۱۴۵..... | سنت پر عمل | ۱۸۱، ۱۴۵..... | رہبانیت |
| ۱۶۵..... | سنت حجت | ۲۰۵..... | ریا |
| ۱۸۶..... | سنت کا ترک | ۲۶..... | زانی اور ایمان |
| ۱۴۰..... | سنت میں نجات | ۲۹..... | زبان کی حفاظت |
| ۱۸۶..... | سنٹی | ۱..... | زبانی نیت |
| ۱۶، ۱۴..... | سنٹیں | ۱۵..... | زباں کا خوف |
| ۲۳۹..... | سنت قائمہ | ۴..... | زکوٰۃ |
| ۲۷۳..... | سند | ۶۰، ۴۹..... | زنا |
| ۱۲..... | سنگسار | ۵۲..... | زنا کی تہمت |
| ۱۷۴..... | سوشہیدوں کا ثواب | ۱۴۹، ۵۲، ۱..... | زیادت ثقہ |
| ۱۷۴، ۱۴۱..... | سوادا عظیم | ۲۰۳..... | ساتواں |

| | | | |
|--------------------------|---------------|-------------------------|---------------------|
| ۹ | صفاتِ خاصہ | ۴۹ | سوال اور تقلید |
| ۷۲ | صفین | ۱۶۵ | سورۃ حج میں دو سجدے |
| ۱۵۶ | ضعیف روایات | ۱۶۶ | سیدھا راستہ |
| ۱۵ | طاغوت | ۱۶۶ | سیدھی لکیر |
| ۱۷۱ | طائفہ منصورہ | ۴۹ | شادی |
| ۱۳۸ | طبقة ثالثہ | ۱۴۱ | شر القرون |
| ۲۷۱ | طریقت | ۱۶ | شرائع اسلام |
| ۲۰۵ | طلب علم | ۷۹، ۲ | شرح حدیث جبریل |
| ۱۳، ۱۲ | ظاہر | ۵۲، ۴۹، ۳۸، ۲۳، ۱۸ | شُرک |
| ۴۹ | ظلم عظیم | ۷۲ | شُرک اور اُمت |
| ۱۶۵ | ظہر کا وقت | ۲۹ | شرمگاہ کی حفاظت |
| ۱۶۲ | عاق | ۲۷۱ | شریعت |
| ۱۴۷، ۱۴۴، ۲ | عالم الغیب | ۷۱ | شیطان کا تخت |
| ۲۱۳ | عالم باعمل | ۶۹ | شیطان کا چھوٹا |
| ۲۱۳، ۲۱۲ | عالم و عابد | ۶۳ | شیطان و سوسے |
| ۱۸۴ | عام کی تخصیص | ۱۶۵ | صبح کی نماز |
| ۱۰۰ | عجمی اور عربی | ۲۳ | صبر |
| ۵۱، ۴۷، ۲۱، ۱۶، ۱۴، ۵، ۱ | عدم ذکر | ۱۷۱ | صحابہ |
| ۱۲۵، ۸۵ | عذابِ قبر | ۱۳۷ | صحابہ کلہم عدول |
| ۱۰۰ | عربی اور عجمی | ۱۵۰ | صحیح العقیدہ عالم |
| ۱۳۰ | عرس | ۱۴۴ | صحیح حدیث پر عمل |
| ۱۳۹، ۱۳۶، ۹۲ | عرش | ۱۵۶ | صحیح روایات |
| ۱۵۱ | عرش پر مستوی | ۶ | صحیفہ صادقہ |
| ۴۹ | عزل | ۲۰۳ | صدقہ جاریہ |
| ۹۶ | عقیدہ تقدیر | ۱۹۲، ۱۸۱ | صراطِ مستقیم |
| ۲۰۲ | علم | ۱۲۰، ۹۰، ۸۹، ۸۷، ۸۱، ۱۰ | صفاتِ باری تعالیٰ |

| | | | |
|------------------|---------------------------|---------------------|---|
| ۲۷۱..... | فتنے..... | ۲۷۱،۲۲۲-۲۲۳،۲۵..... | علم چھپانا..... |
| ۲۴۲..... | فتویٰ..... | ۲۷۱..... | علم شریعت..... |
| ۸۵..... | فحش پروگرام..... | ۲۷۱..... | علم طریقت..... |
| ۱۶..... | فرائض..... | ۲۶۰..... | علم کا حریص..... |
| ۲۱۲..... | فرشتوں کے پر..... | ۲۱۲..... | علم کا راستہ..... |
| ۲..... | فرشتے انسانی شکل میں..... | ۲۷۳،۲۴۲..... | علماء..... |
| ۱۲..... | فرض نماز..... | ۲۸..... | عمرو بن العاص <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۱۷۱،۱۶۵..... | فرقہ ناجیہ..... | ۱..... | عمل کی مقبولیت..... |
| ۱۴۱..... | فرقے..... | ۲۴۲..... | عوام..... |
| ۲۳۹..... | فریضہ عادلہ..... | ۱۱..... | عورتوں کی تعلیم..... |
| ۱۵۳..... | فضول سوالات..... | ۱۹..... | عورتیں اور جہنم..... |
| ۹۰..... | فطرت..... | ۲۷..... | عیسیٰ ابن مریم..... |
| ۲۲۹-۲۲۸،۲۰۰..... | فقہ..... | ۴۲،۲۷..... | عیسیٰ علیہ السلام کا نزول..... |
| ۸۱..... | فقہ اکبر..... | ۲۰۲..... | عجوبہ..... |
| ۱۵۰..... | فقہ الحدیث آدھا علم..... | ۱۵۹..... | غرباء..... |
| ۲۴۶..... | فقہ الحدیث..... | ۲۳۷،۹۹..... | غصہ..... |
| ۲۰۰..... | فقہاء؟..... | ۱۱..... | غلام..... |
| ۲۲۹-۲۲۸،۲۰۱..... | فقیہ..... | ۲۲۲-۲۲۳..... | غلطی..... |
| ۱۵۰..... | فقیہ اور اپنی رائے..... | ۱۸۱..... | غلو سے اجتناب..... |
| ۱۵۰..... | فقیہ کون؟..... | ۷۷،۵..... | غنیۃ الطالبین..... |
| ۲۳۶..... | فہم قرآن..... | ۲۷۱،۱۳۰..... | غیب..... |
| ۲۲۱..... | فیہ نظر عند البخاری..... | ۱۶۵،۲..... | غیب کی خبریں..... |
| ۲۰۰..... | قاسم کا مطلب..... | ۱۶۵..... | غیر مدلس کا معنی..... |
| ۹۶..... | قبائل کی طرف انتساب..... | ۱۶۵..... | فاتحہ خلف الامام..... |
| ۱۳۴..... | قبر اور سانپ..... | ۲۲۹-۲۲۸..... | فتاویٰ شامی..... |
| ۱۲۹..... | قبر زمینی گڑھا..... | ۲۲۹-۲۲۸..... | فتاویٰ عالمگیری..... |

| | | | |
|------------------------------|----------|---------------------------|----------|
| قبر کا بھینچنا..... | ۱۳۷ | قوم پرستی..... | ۱۰۰ |
| قبر کا جھکا..... | ۱۳۷، ۱۳۶ | قیامت کا علم..... | ۳ |
| قبر کے دوٹھکانے..... | ۱۲۷ | قیامت کی نشانیاں..... | ۲ |
| قبر میں دیدار..... | ۱۲۶ | قیامت..... | ۲ |
| قبر میں سوال جواب..... | ۱۳۰ | کاغذی جماعتیں..... | ۲۴۰ |
| قبر میں سوالات..... | ۱۲۵ | کبیرہ گناہ..... | ۴۹ |
| قبرستان میں جوتے..... | ۱۲۶ | کتاب اللہ سے استدلال..... | ۲۶۹ |
| قبروں کی زیارت..... | ۱۳۲ | کتابیں دو..... | ۹۶ |
| قبولیت اسلام..... | ۲۷ | کذاب دجال..... | ۱۵۴ |
| قتل..... | ۵۲ | کشف الایہام..... | ۱۶۴ |
| قدریہ..... | ۱۰۷ | کفارہ گناہ..... | ۱۸ |
| قدرسی..... | ۲۱ | کفر و شرک سے انکار..... | ۱۲ |
| قرآن اور طمینان..... | ۳۹ | کلاب النار..... | ۱۹۰ |
| قرآن خوانی..... | ۲۰۳ | کلمہ طیبہ..... | ۳۶ |
| قرآن کا ترجمہ اور تفسیر..... | ۱۵۵ | کلمۃ اللہ..... | ۲۷ |
| قرآن کو قرآن سے ٹکرانا..... | ۹۹ | کنکریوں پر ذکر..... | ۱۴۰ |
| قرآن کی اتباع..... | ۱۹۰ | گالیاں..... | ۵۶ |
| قرآن کی مثل..... | ۱۶۲ | گدھے حرام..... | ۱۶۳ |
| قرآن میں جھگڑا..... | ۲۳۶ | گستاخیاں..... | ۱۵ |
| قرآن میں شک..... | ۲۳۶ | گمراہ فرقے..... | ۱۶۶، ۱۴۱ |
| قرآن وحدیث کے خلاف..... | ۱۶۵ | گمراہی کی اصل جڑ..... | ۱۵۲ |
| قرین..... | ۶۷ | گناہ گار..... | ۱۴۳ |
| قصہ گو..... | ۲۴۰ | گناہوں کی معافی..... | ۲۷ |
| قطع میراث..... | ۱۶۲ | گواہی عورت کی..... | ۱۹ |
| قل..... | ۲۰۳ | لانفی جنس..... | ۳۵ |
| قلم سب سے پہلے..... | ۹۴ | لا..... | ۲۴۰، ۷ |

| | | | |
|--------------|-----------------------------|-------------|------------------------|
| ۲۵۲ | مرجوح رائج | ۱۵۶ | لائی لگ |
| ۳۹،۱۵،۱۳ | مرجیہ | ۱۰۹،۱۹ | لعنت |
| ۶،۱ | مرجیہ کارد | ۱۱ | لوٹڈی |
| ۱۷ | مرحبا | ۱۷۱ | مانا علیہ واصحابی |
| ۶ | مرد و عورت | ۲۰۲ | مال اللہ کے راستے میں |
| ۱۱ | مردوں عورتوں کے احکام | ۲۴۰ | مامور |
| ۸۲ | مردہ بچے کا جنازہ | ۶۷ | ماومن |
| ۲۵۰ | مرسل | ۱۵۳ | مباح |
| ۱۶۲ | مرسل روایتیں | ۱۵۱ | منشابه |
| ۶ | مرعاة الفاتح | ۱۸۹ | مٹھیاں بند کر کے رکھنا |
| ۱۳۵ | مستور | ۱۸۴،۱۴۹،۱۴۸ | مثالیں |
| ۱۰۶ | مسخ | ۱۸۰ | مجادلہ |
| ۱۳ | مسلم کون؟ | ۶ | مجاہد |
| ۱۶۵ | مسلمان حکمران کی اطاعت | ۲۴۷ | مجدد |
| ۱۸۵ | مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت | ۱۳۵ | مجهول الحال |
| ۶ | مسلمان | ۱۳۵ | مجهول العین |
| ۱۹۸،۱۴۵،۱۱۵ | مسئلہ پوچھنا | ۲۳۹،۱۵۱ | محکم |
| ۱۱۵ | مسئلے کی دلیل | ۱۷۲ | مخضرم |
| ۱۶۰ | مشبہ | ۱۱ | مخلوط تعلیم |
| ۱۶۰ | مشبہ بہ | ۲۱۳ | مدارس |
| ۱۲ | مشرکین سے قتال | ۲۳۷ | مداہنت |
| ۹۳ | مشرکین کی اولاد | ۱۳۸ | مدس کا عنعنہ |
| ۱۱۰ | مشرکین کے بچے | ۱۰۷ | مدس کی تدلیس |
| ۲۱۰،۲۰۹،۱۵،۹ | مشکل کشا | ۱۶۰ | مدینہ طیبہ |
| ۲۴۲ | مشورہ | ۲۷۲ | مذہب اہل حدیث |
| ۲۸ | مصافحہ | ۱۲ | مرتد |

| | | | |
|---------------|--------------------------------|-----------|---------------------------|
| ۱۳۲ | ناحق خون | ۱۸۰ | معبودانِ باطلہ |
| ۱۳۶ | نبی اور امتیوں کے اعمال | ۱۹۰ | معتزلہ |
| ۱۳۴ | نبی کا خواب | ۱۴۵ | معصومیتِ نبی |
| ۲۵۷ | نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم | ۲۱۹ | معصل |
| ۱۳۶ | نبی کے اعمال | ۲۵۷ | معلم |
| ۱۳۶ | نبی کے بارے میں زبان کو کنٹرول | ۱۵۳ | مفاو عامہ |
| ۱۳۶ | نبی کے علوم | ۲۴۲ | مفتی |
| ۲۶۹، ۱۵۰، ۱۴۵ | نبی ﷺ معصوم | ۱۸۸ | مقطوع |
| ۱۷ | نبیزد | ۲۴۷ | مقلدین |
| ۱۳۴ | نبیزد سے وضو | ۱۴۴ | ملک الموت |
| ۱۶ | نجد | ۱۸۰، ۶ | مناظرہ |
| ۱۵۹ | نزول عیسیٰ علیہ السلام | ۱۵۷ | مناقت |
| ۱۵۱ | نزول باری تعالیٰ | ۵۷، ۵۵، ۶ | مناقض |
| ۱۲ | نظامِ زکوٰۃ | ۲۱۶ | منکر الحدیث |
| ۱۲ | نظامِ صلوٰۃ | ۱۳۰ | منکر تکبیر |
| ۷ | نفی جنس | ۱۹۰ | منکرین حدیث |
| ۷ | نفی کمال | ۱۱۰ | موت کا وقت اور مقام |
| ۴ | نماز | ۲۱۷ | موضوع |
| ۲۲۹-۲۲۸، ۱۸۴ | نماز باجماعت | ۱۹۹، ۱۵۴ | موضوع روایات |
| ۲۹ | نماز ستون | ۱۱۵ | موقوف اور مرفوع کا اختلاف |
| ۴ | نماز کا تارک | ۷ | مومن کامل |
| ۱۲ | نماز کا ترک | ۳۴، ۶ | مہاجر |
| ۱۶۵ | نماز کے بعد وعظ | ۲۲۹-۲۲۸ | میتہ جاہلیہ |
| ۱۷۹ | نماز لمبی | ۵۲ | میدانِ جہاد |
| ۱۷۹ | نماز مختصر | ۱۶۳ | میزبانی |
| ۱۳۴ | ننانوے سانپ | ۸۴ | نابالغ بچے |

| | | | |
|---------|------------------|-----------|-------------------------------|
| ۱ | ہجرت | ۱۶،۱۴ | نوافل |
| ۲۲۹-۲۲۸ | ہدایہ | ۱۴،۱۳ | نواقض اسلام |
| ۶۶ | ہر سوال کا جواب | ۱۴۷ | نور اور بشر |
| ۲۸ | ہشام بن العاصؓ | ۹۴ | نور |
| ۲۰۴ | ہمدردی اور ایثار | ۵۸ | نوشتاریاں |
| ۱۳۰،۱۲۶ | ہذا الرجل | ۲۲۹-۲۲۸،۱ | نیت |
| ۵۲ | یتیم کا مال | ۲۵ | نیکی اور گناہ |
| ۲۷۱ | یزید کی حکومت | ۲۰۹ | نیکی کی طرف دعوت |
| ۲۰۷ | یزید کے کرتوت | ۲۴۰ | واعظ |
| | | ۱۶۵ | وتر ایک |
| | | ۱۶۵،۱۶ | وتر سنت ہے |
| | | ۱۶ | وتر واجب؟ |
| | | ۲۱ | وجی غیر مٹلو |
| | | ۲۴۵ | وجی کا اختتام |
| | | ۲۱ | وجی مٹلو |
| | | ۷۳،۶۶-۶۳ | وسوسہ |
| | | ۲۱۵ | وصی؟ |
| | | ۱۴۴ | وضوء اور نیند |
| | | ۱۰۰ | وطن پرستی |
| | | ۵۵ | وعدہ خلائی |
| | | ۲۰۷ | وعظ و نصیحت |
| | | ۲۵۲،۱۶۵ | وعظ |
| | | ۱۶۵ | ولی کے بغیر نکاح |
| | | ۵۸ | ہاتھ چومنا |
| | | ۲۸ | ہاتھوں پر تیل |
| | | ۸۱ | ہارون الرشید اور حدیث کا دفاع |





WWW.IRCPK.COM

أضواء المصائب
في تحقيق
شكوة المصائب

